ہوئے ان اعمال کا، ان کے ان اعمال کے ساتھ تقابل کرتے ہیں جو ہر لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے ظاہر کر دیے گئے تھے اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے پیدا فرمانے سے قبل ازل ہی سے ان کے بارے میں لکھ دیا تھا تو فرشتے دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ ''جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً ہم لکھواتے تھے۔''

تفسیر آیات:30-37

روز قیامت اللہ تعالیٰ کا مجرمین کے ساتھ مکالمہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''پھر لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔'' یعنی ان کے دل ایمان لائے اور ان کے اعضا نے صالح اعمال کیے، یعنی ایسے اعمال جو خالص اور شریعت کے مطابق ہوں ﴿ فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ﴾ ''تو ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت (کے باغ) میں داخل کرے گا۔'' اس سے مراد جنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا ہے: [أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ] ''تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ میں جس پر چاہوں رحم کروں۔''[1] ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ ﴾ ''یہی صریح کامیابی ہے۔'' یعنی روشن اور واضح کامیابی۔

پھر فرمایا: ﴿ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اَفَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَاسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ﴾ ''اور لیکن جنھوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا کہ) بھلا میری آیتیں تم پر پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، مگر تم نے تکبر کیا۔'' یہ انھیں زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا کہ کیا تمھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ مگر تم نے ان کی اتباع کے بجائے تکبر کیا اور انھیں سننے سے اعراض کیا، ﴿ وَكُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴾ ''اور تم نافرمان لوگ تھے۔'' اپنے افعال کے اعتبار سے تم مجرم تھے اور تمھارے دل تکذیب سے بھرے ہوئے تھے۔ ﴿ وَاِذَا قِيۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں۔'' یعنی جب مومن تم سے یہ بات کہتے تھے ﴿ قُلۡتُمۡ مَّا نَدۡرِىۡ مَا السَّاعَةُ ۙ ﴾ ''تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔'' یعنی ہم اسے نہیں پہچانتے، ﴿ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا ﴾ ''ہم (اس کو) محض ظن ہی خیال کرتے ہیں۔'' یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے کو ہم ایک مرجوح توَهُّم سمجھتے ہیں۔ ﴿ وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِيۡنَ ﴾ ''اور ہم (اس کا) ہرگز یقین کرنے والے نہیں'' کہ واقعی قیامت برپا ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَبَدَا لَهُمۡ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا ﴾ ''اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔'' یعنی ان کے برے اعمال کی سزا ان پر واضح ہو جائے گی، ﴿ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴾ ''اور جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔'' یعنی عذاب اور سزا، ﴿ وَقِيۡلَ الۡيَوۡمَ نَنۡسٰٮكُمۡ كَمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ﴾ ''اور

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَتَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ ﴾ (ق 50:30)، حديث: 4850 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون......، حديث: 2846 عن أبي هريرة ﷺ.

کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اپنی اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم (بھی) تمھیں بھلا دیں گے۔" یعنی آتش دوزخ میں تمھارے ساتھ اس طرح معاملہ کریں گے جیسے کوئی بھول گیا ہو، اس لیے کہ تم نے اس دن کے لیے کوئی عمل نہیں کیا تھا کیونکہ تم اس کے وقوع پذیر ہونے کو سچ نہیں سمجھتے تھے، ﴿ وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ﴾ "اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمھارا مددگار نہیں۔"

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندے سے فرمائے گا: [أَلَمْ أُكْرِمْكَ؟ (أَلَمْ) أُسَوِّدْكَ؟ أَلَمْ أُزَوِّجْكَ؟ وَأُسَخِّرْلَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ، وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى، يَارَبِّ!فَيَقُولُ: أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: لَا، فَيَقُولُ: (فَالْيَوْمَ) أُنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي] "کیا میں نے تیری عزت نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ اور (کیا) میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر (نہیں) کر دیا تھا؟ اور (کیا) میں نے تجھے (ایسے نہیں) چھوڑ دیا تھا کہ تو سرداری کرتا تھا اور حکم روائی کرتا تھا؟ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ بے شک تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ آپ نے فرمایا: بندہ جواب دے گا: نہیں، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: آج میں بھی تجھے بھلاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔"[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ﴾ "یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا۔" یعنی ہم نے تمھیں یہ سزا اس لیے دی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل و براہین کا مذاق اڑایا کرتے تھے، ﴿ وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ ﴾ "اور دنیاوی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔" اور تم دنیا ہی پر مطمئن ہو کر خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا ﴾ "سو آج یہ (لوگ) نہ اس سے نکالے جائیں گے۔" یعنی دوزخ کی آگ سے، ﴿ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ ﴾ "اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔" یعنی ان سے راضی کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ بغیر حساب و شمار کے ان کو عذاب دیا جائے گا جس طرح کہ مومنوں کی ایک جماعت کو عذاب اور حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ مومنوں اور کافروں کے بارے میں اپنے فیصلے کے ذکر کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ "پس اللہ ہی کو ہر طرح کی تعریف سزاوار ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک (اور) تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔" یعنی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔ ﴿ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ ﴾ "اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے۔" یعنی آسمان و زمین میں اس کی سلطنت ہے اور وہ عظمت و شان کا مالک ہے، ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی محتاج ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ

[1] صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنیا سجن للمؤمن......]، حدیث: 2968 جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح ابن حبان، السیر، ذکر منافسة خزنة الجنان......: 499/10، حدیث: 4642 عن أبي هريرة ؓ میں ہیں۔

نَّازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ]''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے، جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اسے (جہنم کی) آگ میں پھینک دوں گا۔''[1] امام مسلم نے بھی اسے (مختلف الفاظ میں) بیان کیا ہے۔[2] ﴿ وَهُوَ الْعَزِيزُ ﴾ ''اور وہ نہایت غالب ہے'' کہ اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا اور نہ روکا جا سکتا ہے، ﴿ الْحَكِيمُ ﴿37﴾ ﴾ ''خوب حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے اقوال، افعال اور شریعت میں حکمت والا ہے، عالی رتبہ اور پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سورۂ جاثیہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

---

① سنن أبی داود، اللباس، باب ماجاء فی الکبر، حدیث:4090 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب البراءة من الکبر......، حدیث:4174 عن أبی هریرة ﷺ. ② صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تحریم الکبر، حدیث:2620.

تفسیر
سورۂ احقاف

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ② مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا

حٰمٓ ① (اس) کتاب کا نزول اللہ غالب و حکمت والے کی طرف سے ہے ② ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور (اس کو) جو کچھ ان

بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ③

دونوں کے درمیان ہے، صحیح صحیح (غرض و غایت) اور مقررہ مدت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان چیزوں سے

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ

اعراض کر رہے ہیں جن سے انھیں ڈرایا گیا ہے ③ آپ کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ

فِى السَّمٰوٰتِ ؕ اِيۡتُوۡنِىۡ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ④

انھوں نے زمین میں سے کیا چیز پیدا کی ہے۔ یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصہ ہے۔ اس (قرآن) سے پہلے کی (نازل شدہ) کوئی کتاب

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ

یا علمی اثاثہ میرے پاس لاؤ، اگر تم سچے ہو ④ اور اس سے زیادہ گمراہ کون شخص ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو اسے قیامت تک

وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا

جواب نہیں دے سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں ⑤ اور جب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ (جھوٹے معبود) ان کے دشمن

بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ⑥

ہوں گے، اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے ⑥

تفسیر آیات: 1-6

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد و رسول محمد ﷺ پر قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس عزت کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے جس کی طلب نہیں ہو سکتی اور اپنے آپ کو اقوال و افعال میں حکمت کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے اور پھر ذکر فرمایا ہے: ﴿مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ﴾ ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے

مبنی برحکمت پیدا کیا ہے۔'' عبث اور باطل طریقے سے پیدا نہیں کیا، ﴿ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''اور ایک وقت مقرر تک کے لیے۔'' جو طے شدہ مدت متعین ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ ﴾ ''اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے اس سے منہ پھیرنے والے ہیں۔'' یعنی غفلت و بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کتاب کو نازل کیا اور اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے مگر یہ لوگ ان سب سے منہ پھیر رہے ہیں اور انھیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

مشرکین کی تردید: پھر فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیں'' ان مشرکین اور غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے: ﴿ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ ''بھلا تم بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے تو دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے؟'' یعنی زمین کی اس جگہ کی نشاندہی کرو جو انھوں نے پیدا کی ہو، ﴿ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ ''یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔'' یعنی آسمانوں اور زمین میں ان کی ذرہ بھر شرکت نہیں ہے بلکہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ملکیت بھی ساری اللہ عزوجل کی ہے اور تصرف بھی صرف اسی کا کارفرما ہے تو پھر تم اس کے ساتھ غیر کی پوجا کیوں کرتے اور اس کے ساتھ شرک کیوں کرتے ہو؟ تمھاری اس طرف کس نے رہنمائی کی ہے؟ تمھیں اس کی کس نے دعوت دی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کا حکم دیا ہے؟ یا اسے تم نے از خود گھڑ لیا ہے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ ﴾ ''تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔'' یعنی ان کتابوں میں سے کوئی کتاب لاؤ جو انبیائے کرام پر نازل کی گئی تھیں، جس میں تمھیں ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا گیا ہو، ﴿ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ ﴾ ''یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو۔)'' جو اس مسلک کی دلیل ہو جسے تم نے اختیار کر رکھا ہے، ﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ ﴾ ''اگر تم سچے ہو۔'' یعنی تمھارے پاس اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہیں ہے، اسی لیے کئی قراء نے اسے [أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ] پڑھا ہے،① یعنی یا کوئی ایسا علم صحیح جسے تم اپنے سے پہلے کسی سے نقل کرو جیسا کہ امام مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: یا کسی سے دلیل پیش کرو جو علم کو نقل کرتا ہو۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ ﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت کے دن تک اسے جواب نہ دے سکے اور وہ ان کی پکار ہی سے (بے خبر) غافل ہیں۔'' یعنی اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو پکارے اور ان سے وہ مانگے جس کی قیامت تک انھیں استطاعت نہ ہو بلکہ وہ جو کہہ رہے ہوں یہ تو اس سے ہی غافل ہوں، نہ سنتے ہوں، نہ دیکھتے ہوں اور نہ پکڑتے ہوں کیونکہ یہ تو جمادات ہیں، پتھر ہیں، سننے سمجھنے سے محروم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥ ﴾ ''اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا

① تفسیر الطبری: 4/26. ② تفسیر الطبری: 5/26.

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ، اس حق (قرآن) کے بارے میں جبکہ وہ ان کے پاس آچکا، کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۗ⑦ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

ہے⑦ بلکہ وہ کہتے ہیں: اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے: اگر میں نے یہ خود گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کا) کوئی اختیار نہیں

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑧

رکھتے۔ جو گفتگو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ وہ میرے اور تمھارے درمیان (بطور) گواہ کافی ہے۔ اور وہ نہایت

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا

بخشنے والا، خوب رحم کرنے والا ہے⑧ کہہ دیجیے: میں رسولوں سے انوکھا نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں

مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨

تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اور میں تو فقط صاف صاف ڈرانے والا ہوں⑨

لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ (مریم 19:81,82) ”اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مدد ہوں، ہرگز نہیں! وہ (معبودان باطل) عنقریب ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے مخالف (دشمن) ہوں گے۔“ یعنی وہ اس وقت انھیں دھوکا دیں گے جب انھیں ان کی مدد کی بہت ضرورت ہوگی، حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۟ۙ ﴾ (العنکبوت 29:25) ”بے شک تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے (مگر) پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔“

تفسیر آیات: 7-9

قرآن و صاحب قرآن کے بارے میں مشرکین کے اقوال اور ان کی تردید: اللہ عزوجل نے مشرکین کے کفر و عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو لفظ و معنی کے اعتبار سے بے حد واضح اور روشن ہیں تو کہتے ہیں کہ ﴿ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۗ ⑦ ﴾ ”یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی واضح طور پر جادو ہے، حالانکہ انھوں نے کذب و افترا سے کام لیا اور ضلالت و کفر کو اختیار کیا ہے۔ ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ ﴾ ”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو از خود بنا لیا ہے۔“ یعنی اس قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ ﴾ ”کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم اللہ سے میرے (بچاؤ کے) لیے کچھ اختیار نہیں رکھتے۔“ یعنی اگر میں جھوٹ بولوں اور یوں دعویٰ کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ مجھے سخت سزا دے گا اور اہل زمین سے کوئی بھی، تم یا کوئی اور، مجھے اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکے گا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ ﴾ (الجن 23,22:72) ”(یہ بھی) کہہ دیں کہ بے شک اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی ہرگز پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کبھی کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا، ہاں اللہ کی طرف سے (احکام کا) اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا (ہی میرے ذمے ہے۔)“

اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۙ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ ﴾ (الحآقة 69: 44-47) ”اور اگر یہ (پیغمبر) ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“ اور یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ ﴾ ”کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم اللہ کے سامنے میرے (بچاؤ کے) لیے کچھ اختیار نہیں رکھتے، وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو جو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو، میرے اور تمھارے درمیان وہ (اللہ) بطور گواہ کافی ہے۔“ یہ سخت سرزنش، شدید تخویف اور زبردست ڈرانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ ”اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یہ ان لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ کی طرف رجوع کر لو اور توبہ کر لو تو وہ تمھاری توبہ قبول فرمالے گا، تمھیں عفو وبخشش سے نوازے گا اور تم پر رحم فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 25: 6,5) ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے، پس وہ صبح وشام اس پر پڑھی جاتی ہیں، کہہ دیں کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ ”کہہ دیں کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔“ یعنی میں دنیا میں آنے والا کوئی پہلا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی کئی رسول آئے ہیں، میں کوئی ایسی نئی بات تو نہیں لایا جس کی کوئی نظیر نہ ہو کہ تم اپنی طرف سے میری بعثت کو عجیب وغریب سمجھو، مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ ﴾ ”اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (سلوک) کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ (الفتح 48:2) ”تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔“[1] عکرمہ، حسن اور قتادہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت سورۂ فتح کی مذکورہ بالا آیت کے ساتھ منسوخ ہے، نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب سورۂ احقاف کی یہ آیت نازل ہوئی تو ایک مسلمان نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جو کرنے والا ہے وہ تو اس نے بیان کر دیا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3293/10.

کرے گا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ (الفتح 48:5) ''اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، داخل کرے۔''① انھوں نے اسی طرح کہا ہے لیکن جو بات صحیح حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ مومنوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو یہ مبارک ہو مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔②

امام احمد نے خارجہ بن زید بن ثابت سے روایت کیا ہے، انھوں نے ام علاء سے، یہ ان کے خاندان کی ایک خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، انھوں نے کہا کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو قرعہ اندازی میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ان کے حصے میں آئے، پھر ہمارے پاس عثمان رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی بیمار پرسی کی، حتی کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے انھیں کفن پہنایا، رسول اللہ ﷺ جب ہمارے گھر میں تشریف لائے تو میں نے کہا: ابوسائب! (حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میں آپ کے بارے میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ؟] ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں مجھے نہیں معلوم تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا هُوَ، فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ مِنْ رَبِّهِ وَإِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ! مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي] ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے (اچھی حالت میں) موت آئی ہے اور میں ان کے لیے خیر کی امید کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔'' حضرت ام علاء نے عرض کی: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کا تزکیہ نہیں کروں گی، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے مجھے غمزدہ کر دیا تو میں نے عثمان کا خواب میں ایک رواں دواں چشمہ دیکھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا یہ خواب سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذَاكَ عَمَلُهُ] ''یہ ان کا عمل ہے۔''③ اسے صرف امام بخاری ہی نے روایت کیا ہے (امام مسلم نے نہیں)۔④ صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ] ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس کے باوجود مجھے نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔''⑤

یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ کسی معین انسان کے لیے قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ جن لوگوں کا نص سے جنتی ہونا ثابت ہو تو انھیں جنتی قرار دیا جائے گا، جیسے عشرہ مبشرہ، ابن سلام، غُمَیصاء، بلال، سراقہ، جابر کے والد گرامی عبداللہ بن عمرو بن حرام، وہ ستر قرائے کرام جنھیں بئر معونہ میں شہید کر دیا گیا تھا، زید بن حارثہ، جعفر، ابن رواحہ اور اس طرح کے وہ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنھیں رسول اللہ ﷺ نے جنتی قرار دیا ہے۔ ﴿ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا

① تفسير الطبري: 10/26. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث:4172 و مسند أحمد: 122/3 عن أنس رضي الله عنه. ③ مسند أحمد: 436/6. ④ صحيح البخاري، الجنائز، باب الدخول على الميت...... حديث: 1243. ⑤ صحيح البخاري، الشهادات، باب القرعه في المشكلات، حديث: 2687.

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا؟) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس جیسی

عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ ع 1 10 1

(کتاب اترنے) کی گواہی دے چکا، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا⑩ اور کفر کرنے والوں نے ایمان

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ

لانے والوں سے کہا: اگر وہ (دین) بہتر ہوتا تو وہ (عام لوگ) اس (کو قبول کرنے) میں ہم سے پہل نہ کرتے، اور جب انھوں نے اس (قرآن) کے ذریعے

فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ

سے ہدایت نہ پائی تو اب وہ ضرور کہیں گے کہ یہ قدیم جھوٹ ہے⑪ اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، اور یہ (قرآن) عربی

مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا

زبان میں تصدیق کرنے والی کتاب ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا، اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے⑫ بے شک جن

رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ⑬ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے، تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے⑬ یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭

رہیں گے۔ (یہ) ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے⑭

﴿يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ''میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام مجھ پر بذریعہ وحی نازل فرمائے ہیں میں ان کی اتباع کرتا ہوں، ﴿وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨﴾ ''اور میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی میرا کام تو کھلم کھلا ڈرانا ہے اور میرا معاملہ ہر صاحب عقل و دانش کے لیے واضح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 10-14

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''﴿قُلْ﴾ کہہ دیں'' اے محمد (ﷺ!) ان مشرکین اور قرآن مجید کے ساتھ کفر کرنے والوں سے: ﴿اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ﴾ ''بھلا تم بتاؤ! اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس سے انکار کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا؟)'' یعنی یہ کتاب جسے میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں اگر اسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ میں تمھیں یہ پہنچا دوں اور تم کفر اور تکذیب سے کام لے رہے ہو تو اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ﴾ ''اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح (کی ایک کتاب) کی گواہی دے چکا ہے۔'' یعنی اس کتاب کی صداقت و صحت کی تو وہ سابقہ کتب بھی گواہی دے چکی ہیں جنھیں مجھ سے پہلے انبیائے کرام پر نازل کیا گیا تھا، ان کتابوں نے بھی اسی طرح کی بشارتیں اور خبریں دی تھیں جس طرح اس قرآن مجید نے دی ہیں۔ ﴿فَاٰمَنَ﴾ ''پھر وہ ایمان لے آیا۔'' یعنی بنی اسرائیل میں سے وہ شخص جس نے اس کی حقیقت کو

جاننے کی وجہ سے اس کی صداقت کی شہادت دی تھی، ﴿وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ﴾ ”اورتم نے سرکشی کی“ اس کی اتباع سے۔ مسروق کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شاہد اپنے نبی اور اپنی کتاب پر ایمان لایا مگر تم اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ کفر کر رہے ہو۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ ”بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ لفظ ﴿شَاهِدٌ﴾ یہاں اسم جنس ہے جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر سب لوگوں کو شامل ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی تھی اور یہ اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (القصص 53:28) ”اور جب وہ (قرآن) ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآءیل 108,107:17) ”بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب وہ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین میں چلنے والے کسی شخص کو، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا، اہل جنت میں سے قرار دیا ہو، انھوں نے کہا کہ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ﴾ ”اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس کی مثل کی گواہی دے چکا ہے۔“ اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، یوسف بن عبداللہ بن سلام، ہلال بن یساف، سدی، ثوری، مالک بن انس اور ابن زید نے اسی طرح کہا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ [2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ﴾ ”اور کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔“ یعنی قرآن مجید کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بارے میں انھوں نے کہا کہ اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ لے جاتے، ان کی مراد حضرت بلال، عمار، صہیب اور ان جیسے کمزوروں، غلاموں اور لونڈیوں سے تھی، اس لیے کہ وہ اپنے بارے میں گمان رکھتے تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت حاصل ہے، حالانکہ ان کا یہ خیال غلط اور باطل تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا﴾ (الأنعام 53:6) ”اور اسی طرح ہم نے بعض کی بعض سے آزمائش کی تاکہ وہ (جو دولت مند، غریبوں کی نسبت) کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ

---

[1] صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب مناقب عبدالله بن سلام رضی الله عنه، حدیث: 3812 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن سلام، حدیث: 2483 والسنن الکبریٰ للنسائی، المناقب، باب عبدالله بن سلام رضی الله عنه: 70/5، حدیث: 8252. [2] تفسیر الطبری: 15,14/26 و تفسیر القرطبی: 188/16.

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اس کی ماں نے اسے تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا، اور تکلیف سے جنا،

وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس ماہ (کی مدت) ہے، حتی کہ جب وہ اپنی قوت و طاقت (کمال جوانی) کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا

اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

کی: اے میرے رب! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی، اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو

تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮

تو پسند کرے، اور تو میرے لیے میری اولاد میں اصلاح کر، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی، اور بلاشبہ میں مسلمانوں میں سے ہوں⑮ یہ وہ لوگ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ

ہیں جن سے ہم اچھے عمل قبول کرتے ہیں، جو انھوں نے کیے، اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، (تو یہ) جنتیوں میں ہوں گے۔ (یہ) سچا

الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ⑯

وعدہ ہے جو ان سے کیا جا تا رہا ہے⑯

نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔'' یعنی یہ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہمارے بجائے یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ ﴾ ''اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔'' جبکہ اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ قول وفعل جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، چنانچہ اگر وہ قول یا فعل خیر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت فرماتے کیونکہ انھوں نے نیکی کے کسی بھی کام کو چھوڑا نہیں بلکہ اس کی طرف مبادرت و سبقت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ ﴾ ''اور جب وہ اس (قرآن) سے ہدایت یافتہ نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔'' یعنی یہ وہ پرانا جھوٹ ہے جو پہلے لوگوں سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے، اس طرح وہ قرآن اور قرآن مجید پر ایمان لانے والوں کی تنقیص کرتے ہیں اور یہی وہ تکبر ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ] ''تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى ﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی۔'' یعنی تورات۔ ﴿ اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ ﴾ ''لوگوں کے لیے رہنما اور رحمت اور یہ کتاب۔'' یعنی قرآن مجید ﴿ مُّصَدِّقٌ ﴾ ''تصدیق کرنے والی ہے۔'' سابقہ آسمانی کتابوں کی، ﴿ لِّسَانًا عَرَبِيًّا ﴾ ''عربی زبان میں۔'' جو فصیح، روشن اور واضح ہے، ﴿ لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ ﴾ ''تاکہ وہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کے لیے خوش خبری ہے۔'' یعنی یہ کافروں کے لیے ڈر اور مومنوں کے لیے خوش خبری پر مشتمل ہے۔

① صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، حديث: 91 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے۔'' اس کی تفسیر قبل ازیں سورۂ حٰمٓ سجدہ میں گزر چکی ہے۔[1] ﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا۔'' مستقبل کی زندگی میں، ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ﴾ ''اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' چھوڑی ہوئی دنیا پر۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ ﴾ ''یہی اہل جنت ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' یعنی اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے انھیں رحمت حاصل ہوئی اور وہ پوری طرح اس کے مستحق ہوئے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 16,15

اللہ تعالیٰ کی والدین کے بارے میں وصیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید، اخلاص، عبادت اور استقامت کا ذکر فرمایا تھا اور اب اس آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے اور قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 23:17) ''اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ (لقمٰن 14:31) ''یہ کہ مجھے میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' علاوہ ازیں اس موضوع کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور یہاں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔'' یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آئے۔ امام ابوداود طیالسی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ام سعد نے سعد سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم نہیں دیا؟[2] میں تو اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر نہ کرو، پھر اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا حتی کہ اس کے گھر والے لاٹھی کے ساتھ اس کے منہ کو کھولتے تھے تاکہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ڈال دیں، اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔''[3] ابن ماجہ کے سوا اسے امام مسلم اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

﴿ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا ﴾ ''اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا۔'' یعنی اس نے اس کی وجہ سے دوران حمل

---

[1] دیکھیے حٰمٓ السجدة، آیت:30 کے ذیل میں۔ [2] سعد رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے، چونکہ ان کی والدہ مشرکہ تھی، اس نے اپنے بیٹے کو اسلام چھوڑنے کا کہا اور دلیل کے طور پر یہ بات بھی کہی کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ [3] مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: 1/168-170، حديث: 205. [4] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، حديث: 1748، بعد الحديث: 2412 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في النفل، حديث: 2740 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة العنكبوت، حديث: 3189 والسنن الكبرى للنسائي، باب التفسير، سورة الأنفال: 6/348,349، حديث: 11196.

بہت مشقت، تھکاوٹ، مختلف چیزوں کے کھانے کی خواہش (کی مشقت)، متلی، بوجھ اور تکلیف کو اٹھایا، نیز دیگر عوارض جو حاملہ خواتین کو پیش آتے ہیں۔ ﴿وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط﴾ ''اور اسے تکلیف ہی سے جنا۔'' یعنی وضع حمل کی تکلیفوں اور سختیوں کو بھی برداشت کیا۔ ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط﴾ ''اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ، سورۂ لقمان کی آیت جس میں یہ الفاظ ہیں: ﴿وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ (لقمٰن 14:31) ''اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔'' اور سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط﴾ (البقرة 233:2) ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں (یہ حکم) اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔'' سے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور یہ ایک قوی اور صحیح استنباط ہے، حضرت عثمان اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بھی اس استدلال میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے بعجہ بن عبداللہ جہنی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے ایک شخص نے جہینہ قبیلے کی ایک عورت سے شادی کی تو اس نے پورے چھ ماہ بعد اس کے بیٹے کو جنم دے دیا، اس عورت کا شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اس نے آپ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس عورت کو بلا بھیجا تو وہ اپنے کپڑے پہننے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کی بہن رونے لگی؟ اس نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے اس شوہر کے سوا اور کسی نے میرے ساتھ کبھی اختلاط نہیں کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا، جب اس عورت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس عورت نے پورے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا ہے تو کیا چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوسکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط﴾ ''اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔'' اور یہ فرمان کہ ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرة 233:2) ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں۔'' اس طرح حمل کے لیے چھ ماہ بچتے ہیں، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا تھا، عورت کو میرے پاس واپس لاؤ مگر لوگ اسے رجم کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ بعجہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس بچے کو اپنے باپ کے ساتھ اس قدر مشابہت تھی کہ کوے کو کوے کے ساتھ اور انڈے کو انڈے کے ساتھ بھی اس طرح مشابہت نہیں ہوتی، جب اس کے باپ نے اسے دیکھا تو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، اللہ کی قسم! مجھے اس کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اس آزمائش میں مبتلا کر دیا کہ اس کے چہرے پر گوشت کھانے والا ایک پھوڑا نکل آیا جو اسے مسلسل کھاتا رہا حتی کہ وہ مرگیا۔ اسے ابن ابوحاتم اور ابن منذر نے بیان کیا ہے۔[1]

ابن ابوحاتم نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عورت نو ماہ بعد بچے کو جنم دے تو پھر اس کے لیے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3294,3293/10.

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِيْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ

اور جس نے اپنے والدین سے کہا: تم دونوں پر اُف (افسوس) ہے! کیا تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو کہ مجھے (قبر سے) نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے

قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ

پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں جبکہ وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے (اور کہتے) ہیں: تو ہلاک ہو جائے! ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تب وہ

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑰ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہتا ہے: یہ تو بس اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں⑰ یہ وہ لوگ ہیں جن پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہو گئی، جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ⑱ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ

ساتھ جو ان سے پہلے گزر رہے ہیں، بے شک وہ خسارہ پانے والے تھے⑱ اور ہر ایک کے لیے اس کے اعمال کے مطابق درجے ہیں، اور تاکہ وہ (اللہ)

اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ⑲ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ

انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا⑲ اور جس دن اہل کفر کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، (تو کہا جائے گا:) تم نے

فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ

دنیاوی زندگی ہی میں اپنی لذتوں کا (پورا) حصہ لے لیا، اور تم نے ان سے فائدہ اٹھا لیا، چنانچہ آج تمھیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس

تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ⑳ ع 2 ع 10 2

لیے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے رہے، اور اس لیے کہ تم فسق و فجور کرتے رہے⑳

اکیس ماہ تک دودھ پلانا بھی کافی ہے اور اگر وہ سات ماہ بعد جنم دے تو پھر اس کے لیے تیئیس ماہ تک دودھ پلانا کافی ہے اور اگر وہ چھ ماہ بعد بچے کو جنم دے تو پھر اسے پورے دو سال دودھ پلانا چاہیے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ﴾ ’’اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔‘‘① ﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾ ’’یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے۔‘‘ کڑیل اور رعنا جوان بن جاتا ہے۔ ﴿وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ ’’اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔‘‘ اور اس کی عقل پختہ اور فہم اور حلم کامل ہو جاتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ چالیس برس کی عمر میں آدمی کے جو عادات و اطوار ہوتے ہیں وہ عموماً تبدیل نہیں ہوتے۔ ﴿قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ﴾ ’’تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے (الہام کر دے) کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر گزار بنوں اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جسے تو پسند کرے۔‘‘ یعنی مستقبل میں نیک عمل کروں، ﴿وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮﴾ ’’اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (وتقویٰ پیدا) کر دے، بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہے کہ جو شخص چالیس برس کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ توبہ اور انابت الی اللہ کی تجدید کرے بلکہ پکی سچی توبہ کرے۔

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3294/10.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے (اور یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔'' یعنی یہ لوگ جو ان اوصاف سے متصف ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے اور جو اپنی کمی وکوتاہی کو توبہ و استغفار کر کے پورا کرنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی بہت سی لغزشوں کو معاف فرما دیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل کو بھی شرفِ قبولیت سے نواز دیتا ہے۔ ﴿ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ﴾ ''(اور یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔'' یہ لوگ اصحاب جنت میں سے ہوں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بارے میں یہ حکم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے یہ وعدہ فرمایا ہے جو اس کی طرف توبہ اور رجوع کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ⑯ ﴾ ''(یہ) سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔''

تفسیر آیات: 17-20

نافرمان اولاد کا انجام: والدین کے لیے دعا کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کے ذکر اور انھیں حاصل ہونے والی کامیابی ونجات کے بیان کے بعد رب تعالیٰ نے بدنصیبوں اور والدین کے نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ ﴾ ''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں پر اُف (افسوس۔)'' اور یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص سے متعلق ہے جو اپنے والدین سے یہ کہے اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا قول ضعیف اور مردود ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور وہ ایک اچھے مسلمان بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یوسف بن ماہک سے روایت کیا ہے کہ مروان حجاز کا گورنر تھا اور اسے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے گورنر مقرر کیا تھا، اس نے خطبہ دیا اور خطبے میں یزید بن معاویہ کا ذکر شروع کر دیا تاکہ ان کے باپ کے بعد ان کی بیعت کی جائے تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اس سے کوئی بات کی تو اس نے کہا کہ انھیں پکڑ لو تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوگئے، لہٰذا وہ انھیں نہ پکڑ سکے تو مروان نے کہا کہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ﴾ ''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں پر اُف (افسوس!) کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا (دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟) اور تحقیق مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پسِ پردہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں قرآن مجید میں میری براءت کے سوا اور کچھ نازل نہیں فرمایا ہے۔ [1]

اسی طرح امام نسائی نے محمد بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے لیے بیعت لی تو مروان نے کہا کہ یہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت ہے تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ تو ہرقل اور قیصر کی سنت ہے، مروان نے کہا کہ

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ ﴾ (الأحقاف 46:17)، حدیث: 4827.

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ مروان نے جھوٹ بولا ہے، اللہ کی قسم! یہ آیت عبدالرحمٰن کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ میں اگر چاہوں تو اس کا نام بتا سکتی ہوں اور یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی تھی جب مروان ابھی تک اس کی پشت میں تھا، پس مروان اللہ تعالیٰ کی لعنت سے جدا شدہ ٹکڑا ہے۔[1]

﴿ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ﴾ ''کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا (دوبارہ زندہ کیا) جاؤں گا، حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔'' یعنی بہت سے لوگ پہلے گزر چکے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کی خبر دینے کے لیے واپس نہیں آیا، ﴿ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ ﴾ ''اور وہ دونوں اللہ کی جناب میں فریاد کرتے (ہوئے کہتے) تھے۔'' یعنی وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ وہ اسے ہدایت عطا فرمائے اور وہ اپنے بیٹے سے بھی یہ کہتے تھے: ﴿ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۱۷ ﴾ ''تیرا ناس ہو ایمان لے آ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو کہنے لگا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ۝۱۸ ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کی) بات ثابت ہو گئی ان امتوں سمیت جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں جنوں اور انسانوں میں سے، بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔'' یعنی یہ لوگ بھی اپنے ہی جیسے ان کافروں کے زمرے میں داخل ہو چکے ہیں جو روز قیامت اپنے اور اپنے اہل وعیال کو نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔ ﴿ وَ الَّذِیْ قَالَ ﴾ کے بعد ﴿ اُولٰٓىِٕكَ ﴾ کے ساتھ اس بات کو ذکر کرنا اس کی دلیل ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کی جنس ہے اور یہ بات عام اور ان سب لوگوں پر مشتمل ہے جو اس طرح کے ہوں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق ہر وہ کافر و فاجر ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا ہو۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ ﴾ ''اور لوگوں نے جیسے کام کیے ہوں گے، ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔'' یعنی ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق عذاب ہوگا۔ ﴿ وَ لِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ ﴾ ''اور تاکہ ان کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' یعنی وہ کسی پر بھی ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کمتر ظلم نہیں کرے گا۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ جہنم کے درجے نیچے کی طرف اور جنت کے درجے اوپر کی طرف جاتے ہیں۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ﴾ ''اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے۔'' یعنی یہ بات انھیں زجر و توبیخ کے طور پر کہی جائے گی۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھانے

---

[1] السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿ وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ ﴾ :459,458/6، حدیث: 11491.

[2] تفسير الطبري: 26/26 . [3] تفسير الطبري: 27/26 .

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ

اور عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کیجیے جب اس نے احقاف (یمن) میں اپنی قوم کو ڈرایا۔ اور یقیناً اس سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے گزر چکے اور اس کے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

بعد بھی، یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بلاشبہ میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ﴿21﴾ انھوں نے کہا: کیا تو ہمارے پاس

عَظِيْمٍ ﴿21﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ

اس لیے آیا ہے کہ تو ہمیں ہمارے معبودوں (کی پرستش) سے پھیر دے۔ چنانچہ اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آ جس کا تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿22﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ

ہمیں وعدہ دیتا ہے ﴿22﴾ (ہود نے) کہا: بس (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تمھیں وہ چیز پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا اور لیکن میں

وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿23﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا

تمھیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جہالت کرتے ہو ﴿23﴾ پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ ان کی وادیوں کے سامنے ایک بادل چلا آ رہا ہے

هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿24﴾ ۙ

تو وہ کہنے لگے: یہ بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے (ہود نے کہا: نہیں!) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جسے تم جلدی طلب کرتے تھے۔ (یہ) آندھی ہے، اس

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی

میں نہایت دردناک عذاب ہے ﴿24﴾ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دے گی، پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا (وہاں) کچھ بھی دکھائی

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿25﴾

نہ دیتا تھا، ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ﴿25﴾

پینے کی کئی اچھی اچھی چیزوں کو از خود ترک کر دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ڈر ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جن سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ ﴾ ”تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے ہو۔“① ابو مجلز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کئی لوگ اپنی دنیا کی زندگی میں کی گئی نیکیوں کو کم پائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ﴾ ”تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے ہو۔“ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿20﴾ ﴾ ”سو آج تم کو ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، یہ اس کی سزا ہے کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس کی کہ بدکرداری کرتے تھے۔“ تو انھیں ان کے عمل کی جنس کے مطابق سزا دی جائے گی جیسا کہ انھوں نے اپنے آپ کو عیش و عشرت سے رکھا، اتباع حق سے منہ موڑا اور فسق و فجور کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں ذلت کا عذاب دیں گے اور وہ یہ کہ انھیں ذلیل و رسوا کیا جائے گا، دکھ دینے والے آلام اور مسلسل حسرت و ندامت میں مبتلا کیا جائے گا

① تفسیر القرطبی: 16/201,202.

اور جہنم کے انتہائی خوفناک مقامات میں انھیں رکھا جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے ان سب عذابوں سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات:21-25

قومِ عاد کا قصہ: نبی ﷺ کی قوم کے لوگوں نے جب آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ط ﴾ "اور (قوم) عاد کے بھائی کو یاد کریں۔" اور وہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا جو سرزمین احقاف میں رہتے تھے۔ أَحقاف، حِقف کی جمع ہے اور حِقف ریت کے پہاڑ کو کہتے ہیں، یہ ابن زید کا قول ہے۔[1] اور عکرمہ کہتے ہیں کہ احقاف کے معنی پہاڑ اور غار کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ عاد یمن کا ایک قبیلہ تھا جو ریت والے علاقے میں رہتا تھا اور شحر نامی جگہ میں ساحل سمندر پر تھا۔[2] امام ابن ماجہ نے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: بَابٌ: إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ "دعا کرتے وقت اپنے آپ سے شروع کرنے کا باب۔" اور پھر انھوں نے اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَأَخَا عَادٍ] "اللہ تعالیٰ ہم پر اور قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) پر رحم فرمائے۔"[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ ﴾ "اور بلاشبہ ان سے پہلے اور پیچھے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے شہروں کے گردوپیش کے علاقوں میں بھی انبیائے کرام کو بھیجا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا ﴾ (البقرة 2:66) "پھر ہم نے اس (قصے) کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے، عبرت بنا دیا۔" اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:13،14) "پھر اگر یہ منہ پھیریں تو کہہ دیں کہ میں تم کو (ایسی) چیخ (کے عذاب) سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر چیخ (کا عذاب) آیا تھا جب ان کے پاس پیغمبر ان کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو۔" ﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ "مجھے تمھارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔" یہ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے کہا تھا تو ان کی قوم نے جواب دیا: ﴿ اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ "کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو جس چیز کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔" انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا جلد مطالبہ اس لیے کیا کہ وہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ ﴾ (الشورىٰ 42:18) "جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔"

---

[1] تفسير الطبری: 26/32 . [2] تفسير الطبری: 26/31 . [3] سنن ابن ماجه، الدعاء، باب إذا دعا أحدكم......، حديث: 3852 .

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اس نے کہا کہ یقیناً (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ تمھیں بھی جانتا ہے اگر تم جلد عذاب کے مستحق ہوئے تو وہ تمھیں عنقریب عذاب میں مبتلا کردے گا جبکہ میرا کام یہ ہے کہ میں تم تک اس پیغام کو پہنچا دوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، ﴿ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت (کی باتیں) کرتے ہو۔'' اور عقل وشعور سے کام نہیں لے رہے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ﴾ ''پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے۔'' یعنی اپنی طرف عذاب کو آتے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ وہ بادل ہے جو بارش برسائے گا اور وہ اس پر شاداں وفرحاں ہونے لگے کیونکہ قحط سالی کی وجہ سے انھیں بارش کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''(نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے (یعنی) آندھی جس میں دردناک عذاب ہے۔'' یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کا مطالبہ کرتے ہوئے تم نے کہا تھا: ﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو جس چیز کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔'' ﴿ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ ''وہ ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے۔'' یعنی ان کے علاقے کی ہر چیز کو تباہ و برباد کر رہی ہے، ﴿ بِاَمْرِ رَبِّهَا ﴾ ''اپنے پروردگار کے حکم سے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا حکم دے دیا تھا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴾ (الذّٰریٰت 42:51) ''وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔'' یعنی اسے بوسیدہ کر دیتی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ﴾ ''تو وہ ایسے ہوگئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔'' یعنی ان سب کو اول سے آخر تک تباہ و برباد کر دیا گیا اور ان کی کوئی چیز باقی نہ بچی۔ ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''مجرم لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔'' یعنی جو ہمارے رسولوں کی تکذیب کریں اور ہمارے حکم کی مخالفت کریں تو ان کے بارے میں ہمارا یہی فیصلہ ہوتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی اس طرح کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ جس سے حلق کا گوشت نظر آنے لگے بلکہ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھٹا یا آندھی کو دیکھتے تو اس کی وجہ سے چہرۂ اقدس پر (پریشانی کی وجہ سے) آثار نمایاں نظر آنے لگتے، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگ جب گھٹا کو دیکھتے ہیں تو اس امید سے خوش ہوتے ہیں کہ اس سے بارش ہوگی مگر میں یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کے چہرۂ اقدس پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ، قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا: ﴿ هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾] ''عائشہ! مجھے اس وجہ سے پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو کیونکہ ایک قوم کو آندھی کے عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا تھا اور ایک قوم نے جب عذاب کو دیکھا تو کہا کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔''[1] اسے امام بخاری و

[1] مسند أحمد: 66/6.

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى

اور یقیناً ہم نے قوم عاد کو اس چیز کی قدرت دی تھی جس کی تمھیں قدرت نہیں دی، اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کانوں اور ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا

ع 6 3 وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿26﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا

وہ مذاق اڑاتے تھے ﴿26﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے تمھارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کر دیں، اور ہم نے آیات پھیر پھیر کر بیان کیں تاکہ وہ (ہماری

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿27﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ

طرف) رجوع کریں ﴿27﴾ پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب (الٰہی) حاصل کرنے کے لیے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا تھا، بلکہ

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿28﴾

(معبود) ان سے گم ہو گئے، اور یہ تھا ان کا جھوٹ، اور ان کا افترا ﴿28﴾

مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[1]

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان کے کسی کنارے پر گھٹا دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کرتے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ] ''اے اللہ! اس میں جو برائی ہے، میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' اگر اللہ تعالیٰ اسے کھول دیتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے اور اگر بارش برسنے لگتی تو یہ دعا فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! صَيِّبًا نَافِعًا] ''اے اللہ! یہ بارش موسلا دھار اور نفع بخش ہو۔''[2]

امام مسلم نے صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ] ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی، جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی اور جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے، اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے اس کی برائی، جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی اور جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر گھٹا چھا جاتی تو رسول اللہ ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی گھر کے اندر آتے اور کبھی باہر تشریف لے جاتے، کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے آ جاتے اور جب بارش شروع ہو جاتی تو آپ پر سکون ہو جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پریشانی کی اس کیفیت کو بھانپ لیا تو اس بارے میں آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَعَلَّهُ، يَا عَائِشَةُ! كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ﴾] ''عائشہ! شاید بات وہ نہ ہو جیسا کہ قومِ عاد نے کہا تھا: ''پھر

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ﴾ (الأحقاف 24:46)، حديث: 4829,4828 وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح......، حديث: (16)-899. ② مسند أحمد: 190/6.

انھوں نے جب اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے: یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔'' ① ہم نے قوم عاد کی تباہی و ہلاکت کا قصہ تفصیل کے ساتھ دو سورتوں اعراف اور ہود میں ذکر کیا ہے۔ ② لہٰذا اس کے اعادے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ تَعَالَى الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات:26-28

ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ اس لیے ہے کہ لوگ پلٹ آئیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے سابقہ امتوں کو دنیا میں ایسے اموال واولاد اور ایسی ایسی چیزیں دی تھیں کہ ان جیسی یا ان کے قریب تمھیں نہیں دیں، ﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ ﴾ ''اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، جب وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آ سکے اور نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز سے استہزا کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔'' یعنی اس عذاب الٰہی نے انھیں آ کر گھیر لیا جس کی وہ تکذیب کرتے اور جس کے وقوع پذیر ہونے کو وہ بعید سمجھتے تھے تو اے لوگو! ڈر جاؤ کہیں تم بھی ان جیسے نہ ہو جانا کہ تم بھی دنیا و آخرت میں اسی طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس طرح کے عذاب میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔'' یعنی اہل مکہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گرد و پیش کی انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا، مثلاً: قوم عاد جو سرزمین احقاف، یعنی یمن میں حضر موت میں رہتے تھے اور قوم ثمود جن کے مقامات ان کے اور شام کے درمیان تھے، اسی طرح سبا، یعنی اہل یمن اور اہل مدین جو غزہ کی طرف ان کے رستے اور گزرگاہ میں رہتے تھے، اسی طرح بحیرۂ قوم لوط جس کے پاس سے وہ گزرتے تھے۔ ﴿ وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ ﴾ ''اور ہم نے پھیر پھیر کر آیتیں بیان کیں۔'' یعنی انھیں بیان کر دیا اور واضح کر دیا، ﴿ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ ﴾ ''تاکہ وہ رجوع کریں، تو جن کو ان لوگوں نے تقرب (الٰہی) کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا تھا انھوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟'' یعنی انھوں نے ان کی ضرورت کے وقت ان کی کیوں مدد نہ کی؟ ﴿ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ ﴾ ''بلکہ وہ ان (کے سامنے) سے گم ہو گئے۔'' یعنی جب انھیں ان کی شدید حاجت و ضرورت تھی اس وقت بھی وہ ان کے کچھ کام نہ آ سکے۔ ﴿ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ ﴾ ''اور یہ ان کا جھوٹ تھا۔'' افک کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ ﴿ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾ ﴾ ''اور جو وہ افترا کیا کرتے تھے۔'' یعنی انھیں معبود بنا لینے میں افترا کیا کرتے تھے اور ان کی عبادت کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کی وجہ سے وہ خائب و خاسر ہو گئے۔

---

① صحیح مسلم، صلاۃ الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ الریح......، حدیث: (15)-899 . ② دیکھیے الأعراف، آیات: 65-72 و ہود، آیات: 50-60 کے تحت.

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ

اور (یاد کیجیے) جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے، پھر جب وہ اس (کی تلاوت سننے) کو حاضر ہوئے، تو

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿29﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ

(ایک دوسرے سے) کہا: خاموش رہو، چنانچہ جب (تلاوت) ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر پھرے ﴿29﴾ انھوں نے کہا: اے ہماری

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿30﴾

قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، وہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں، وہ حق کی طرف

يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے ﴿30﴾ اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی بات کو قبول کرلو، اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمھارے لیے تمھارے

اَلِيْمٍ ﴿31﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ

گناہ بخش دے گا، اور وہ تمھیں نہایت دردناک عذاب سے پناہ دے گا ﴿31﴾ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو)

اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿32﴾

عاجز نہیں کرسکے گا اور اللہ کے سوا اس کے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ﴿32﴾

تفسیر آیات:29-32

جنوں کے قرآن سننے کا قصہ: امام احمد رحمہ اللہ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ ﴾ ”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے۔“ یعنی مقام نخلہ میں جب رسول اللہ ﷺ نماز عشاء ادا فرما رہے تھے۔ ﴿ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ (الجن 72:19) ”تو قریب تھے کہ وہ اس پر بھیڑ کر کے پل پڑنے والے ہوں۔“ سفیان کہتے ہیں کہ اَللِّبَدُ کے معنی ایک دوسرے پر پڑنے والے کے ہیں، جیسے نمدہ، اون یا بال ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس روایت کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ اور امام شہیر حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں کو نہ قرآن پڑھ کر سنایا اور نہ انھیں دیکھا، رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، جبکہ شیاطین کے لیے آسمانی خبریں سننے سے رکاوٹ پیدا کردی گئی اور ان پر شہاب ثاقب کو مسلط کر دیا گیا تو شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے تو قوم نے پوچھا: کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے آسمان کی خبریں سننے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب مسلط کر دیے گئے ہیں۔ قوم نے کہا کہ تمھارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ اسی لیے پیدا کر دی گئی ہے کہ کوئی خاص واقعہ رونما ہوا ہے، لہٰذا مشرق و مغرب میں جا کر اس واقعے کا سراغ لگاؤ اور دیکھو کہ اس کا سبب کیا ہے، جنات مشرق و مغرب میں پھیل گئے تاکہ اس واقعے کا سراغ

[1] مسند أحمد: 167/1.

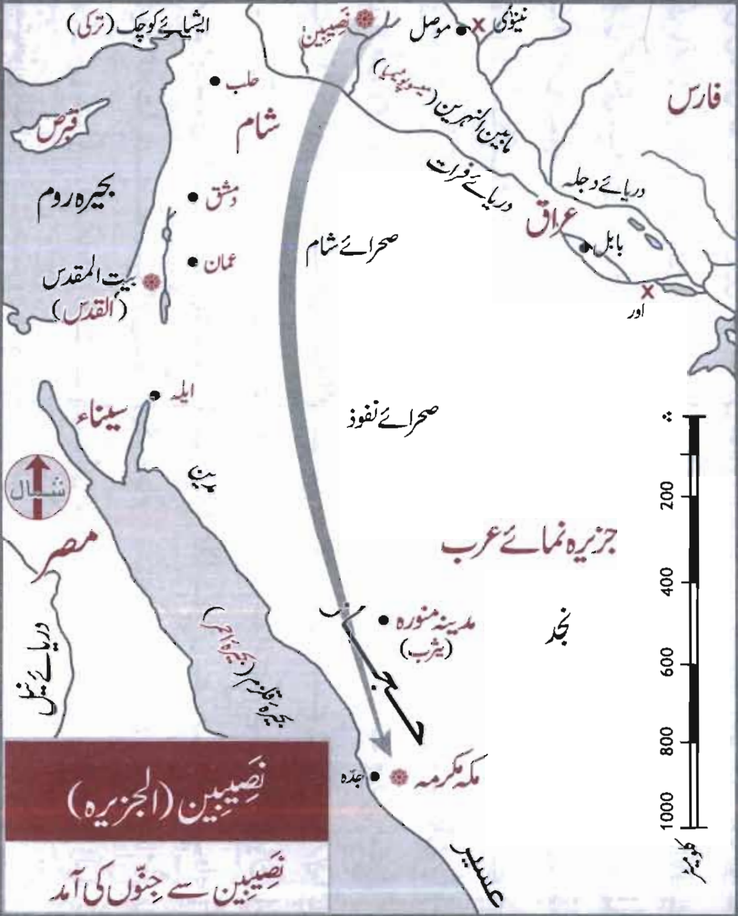

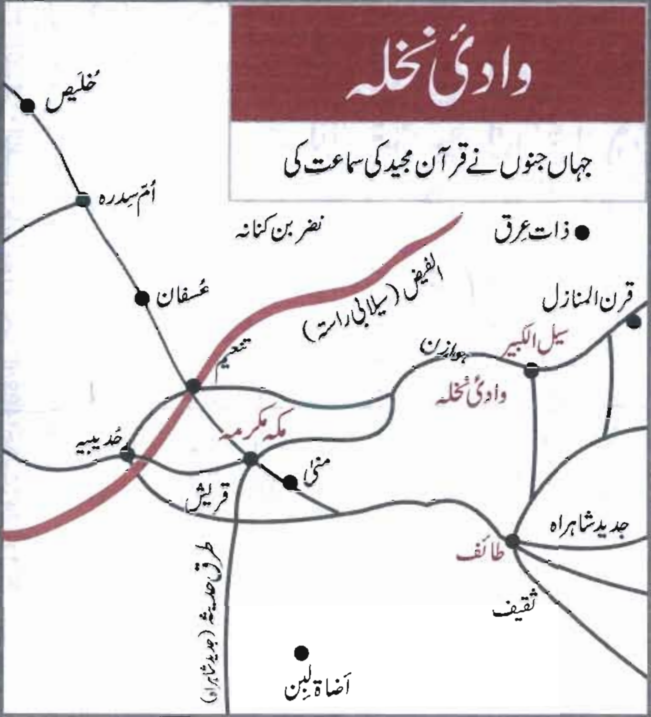

﴿ وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾

”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے۔“

(الأحقاف 29:46)

لگا ئیں جس کی وجہ سے ان کے لیے آسمان کی خبریں سننے سے رکاوٹ کھڑی کردی گئی ہے، ان کی ایک جماعت جو تہامہ کی طرف آئی تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی جبکہ آپ سوق عکاظ کی طرف جانے کے لیے مقام نخلہ میں تشریف فرما تھے اور اپنے صحابہ کے ساتھ نماز فجر ادا فرما رہے تھے، جب انھوں نے آپ کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو کان لگا دیے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہی ہے وہ چیز جس کی وجہ سے تمھیں آسمان کی خبریں سننے سے منع کر دیا گیا ہے اور پھر جب وہ اپنی قوم کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ ﴾ (الجن 72:1,2) ’’بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔‘‘ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ (الجن 72:1) ’’اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیں کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) غور سے سنا۔‘‘ اور جنوں کی اس بات سے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی الٰہی مطلع کیا گیا۔ [1] اسی طرح اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا، نیز ترمذی و نسائی نے اسے کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے جب آپ وادیٔ نخلہ میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، جب انھوں نے قرآن مجید کو سنا تو ﴿ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ ﴾ ’’وہ کہنے لگے کہ خاموش رہو۔‘‘ اور وہ نو تھے جن میں سے ایک زوبعہ تھا، اسی واقعے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت: ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ’’اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے، پس جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے: خاموش رہو، جب پڑھنا تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) ڈرائیں۔‘‘ سے ﴿ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ ﴾ تک آیات نازل فرمائیں۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پہلی روایت کے ساتھ اگر اسے ملا لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا، انھوں نے آپ کی قراءت کو سنا، پھر اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے اور پھر وہ آپ کی خدمت میں موج در موج اور فوج در فوج حاضر ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ’’اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) ڈرائیں۔‘‘ یعنی وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو قرآن سنا تھا اس کے مطابق اپنی قوم کو نصیحت کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿﴾ ﴾ (التوبة

[1] مسند أحمد: 252/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر إسلام الجن وماظهر......:226,225/2. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب الجهر بقراءة صلاة الصبح، حديث: 773 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الجهر بالقراءة في الصبح......، حديث: (149)-449 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الجن، حديث: 3323 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الجن: 499/6، حديث: 11624. [3] المستدرك للحاكم، التفسير، باب تفسير سورة الأحقاف: 456/2، حديث: 3701.

(122:9) ''تاکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ (پیچھے والے بھی) ڈریں۔''

اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنوں میں نصیحت کرنے والے تو ہیں لیکن ان میں پیغمبر نہیں ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ (یوسف 109:12) ''اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ (الفرقان 20:25) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ (العنکبوت 27:29) ''اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کر دی۔'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی انبیاء مبعوث فرمائے وہ آپ ہی کی اولاد اور نسل میں سے مبعوث فرمائے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ انعام میں جو یہ فرمایا ہے: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ (الأنعام 130:6) ''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے۔'' تو اس سے یہاں دونوں جنسوں کا مجموعہ مراد ہے اور اس کا مصداق ان میں سے ایک جنس، یعنی انسان مراد ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ (الرحمٰن 22:55) ''اُن دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔'' یعنی ان میں سے ایک سے نکلتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت کا ذکر فرمایا ہے جو جنوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ﴾ ''کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔'' انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی گئی اور اس میں مواعظ اور نصائح تھے اور حلال وحرام سے متعلق احکام بہت کم تھے۔ انجیل درحقیقت تورات ہی کی شریعت کا تکملہ تھی، لہٰذا اصل گویا تورات ہی ہے۔ اسی لیے جنوں نے کہا: ﴿ اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ﴾ ''جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔'' اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو جبریل علیہ السلام کے پہلی بار آنے کا قصہ سنایا تو ورقہ نے بھی کہا تھا: واہ واہ! یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔[1] ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ ''جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔'' اور جنوں نے جو یہ کہا: ﴿ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ﴾ ''وہ صحیح (دین) کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔'' یعنی صحیح عقیدہ اور صحیح واقعات بیان کرتی ہے، ﴿ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ ''اور سیدھے رستے کی طرف

---

[1] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......، حديث: 3 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 160 عن عائشة رضي الله عنها.

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ

کیا انھوں نے دیکھا (جانا) نہیں کہ بے شک اللہ، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے اکتایا نہیں، اس پر قادر ہے کہ

يُّحْيِ الْمَوْتٰى ط بَلٰٓى إِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿33﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى

مردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں! بلا شبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿33﴾ اور جس دن اہل کفر آگ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا:)

النَّارِ ط أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

کیا یہ (دوزخ) حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! (یہ حق ہے) اللہ فرمائے گا: اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب (کے مزے)

تَكْفُرُوْنَ ﴿34﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط كَأَنَّهُمْ

چکھو ﴿34﴾ تو (اے نبی!) آپ صبر کریں جس طرح عزم و ہمت والے رسولوں نے صبر کیا، اور ان کے لیے جلدی (عذاب) طلب نہ کریں، گویا کہ وہ (کافر)

يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لا لَمْ يَلْبَثُوْٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلٰغٌ ج فَهَلْ يُهْلَكُ

جس دن اس (عذاب) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (تو سمجھیں گے کہ) وہ تو (دنیا میں) دن کی بس ایک گھڑی ہی ٹھہرے۔ یہ (تو پیغام) پہنچا

إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿35﴾ ع ع 4 9 4

دینا ہے، چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا ﴿35﴾

(رہنمائی کرتی ہے۔)" یعنی یہ بتاتی ہے کہ اعمال کے بجالانے کے لیے سیدھا رستہ کون سا ہے، قرآن مجید دو چیزوں، یعنی خبر اور طلب پر مشتمل ہے، اس کی خبر صدق پر مبنی ہے اور طلب عدل پر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط﴾ (الأنعام 115:6) "اور آپ کے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے۔"

اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ (التوبة 33:9) "وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔" دین حق سے مراد عمل صالح ہے، اسی طرح جنوں نے بھی کہا: ﴿يَهْدِيْٓ إِلَى الْحَقِّ﴾ "یہ (کتاب) صحیح دین کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔" یعنی سچے اعتقادات کی طرف رہنمائی کرتی ہے، ﴿وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿30﴾﴾ "اور سیدھے رستے کی طرف (رہنمائی کرتی ہے۔)" جو عمل کے لیے سیدھا رستہ ہے۔ ﴿يٰقَوْمَنَآ أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ﴾ "اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو۔" یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو جنوں اور انسانوں سب کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ﴾ "اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو اور اسی پر ایمان لاؤ۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ "وہ (اللہ) تمھارے گناہ بخش دے گا۔" کہا گیا ہے کہ ﴿مِنْ﴾ یہاں زائد ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ مقام اثبات میں مِنْ کا زائدہ ہونا بہت قلیل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿مِنْ﴾ یہاں اپنے اصل پر تبعیض کے لیے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بعض گناہ بخش دے گا، ﴿وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿31﴾﴾ "اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔" اور پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بات کو قبول نہ کرنے والوں کے بارے

میں فرمایا: ﴿ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا۔'' بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو بھی شامل ہوگی اور اسے اپنے گھیرے میں لے لے گی۔ ﴿ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ﴾ ''اور نہ اس (اللہ) کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔'' یعنی ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔'' یہ تہدید و ترہیب کا مقام ہے۔ الغرض! انھوں نے اپنی قوم کو ترغیب اور ترہیب دونوں طرح سے دعوت دی، یہی وجہ ہے کہ یہ اسلوب دعوت بہت سے جنوں کے لیے مؤثر ثابت ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فوج در فوج اور موج در موج حاضر ہوئے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:33-35

حیات بعد الممات کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن دوبارہ زندگی کا انکار کرنے والوں اور روز آخرت جسموں کے اٹھ کھڑے ہونے کو بعید سمجھنے والوں نے کیا یہ نہیں دیکھا ہے کہ ﴿ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ ﴾ ''بے شک جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔'' یعنی ان کے پیدا کرنے سے اسے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ اس نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ تو وہ کسی ممانعت و مخالفت کے بغیر وجود میں آ گئے اور انھوں نے بلا روک ٹوک اور محض ڈر اور خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اختیار کر لیا تو کیا وہ ذات گرامی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (المؤمن 57:40) ''البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''ہاں ہاں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' پھر اللہ جل جلالہ نے اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ﴾ ''اور جس روز انکار کرنے والے آگ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا!) کیا یہ حق نہیں ہے؟'' یعنی ان سے پوچھا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ ہی نہیں رہے ہو؟ ﴿ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ﴾ ''وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے پروردگار کی قسم! (یہ حق ہے۔)'' یعنی اس وقت اعتراف کے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ ﴿ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ ''حکم ہوگا کہ تم جو (دنیا میں) انکار کیا کرتے تھے (اب) اس کے سبب عذاب (کے مزے) چکھو۔''

نبی اکرم ﷺ کو صبر کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی قوم کی طرف سے تکذیب پر صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ ''پس (اے محمد!) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔'' یعنی جس طرح ان عالی ہمت پیغمبروں نے اپنی قوم کی طرف سے تکذیب پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ یاد رہے اولو العزم پیغمبروں سے مراد ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے دو سورتوں احزاب اور شوریٰ میں ان کے اسمائے گرامی کی نشان دہی فرمائی ہے۔ ①

﴿وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ ''اوران کے لیے (عذاب) جلد نہ مانگیں۔'' یعنی اس بات کا مطالبہ نہ کریں کہ انھیں جلد سزا ملے اور ان پر جلدی سے عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا۝﴾ (المزمل 11:73) ''اور مجھے اور ان خوشحال جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۝﴾ (الطارق 17:86) ''تو آپ کافروں کو مہلت دیں بس چند روز ہی انھیں مہلت دیں۔'' ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ﴾ ''جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں) رہے ہی نہ تھے مگر دن کی ایک گھڑی۔'' جیسا کہ اللہ جلّ وعلا نے فرمایا ہے: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا۝﴾ (النّٰزعٰت 46:79) ''جس دن وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) دن کا آخری حصہ یا ابتدائی حصہ ٹھہرے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ...... ﴾ الآية (یونس 45:10) ''اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا (تو وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (وہاں) گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے، وہ باہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے......'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ۝35﴾ ''یہ (تو پیغام) پہنچا دینا ہے، پس (اب) وہی ہلاک ہوں گے جو بدکار تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی ہلاک ہوگا جس نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف ہی ہے کہ وہ مستحق عذاب ہی کو عذاب میں مبتلا کرے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ احقاف کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

---

① دیکھیے الأحزاب، آیت: 7 اور الشوریٰ، آیت: 13 کے ذیل میں۔

تفسیر
سورۂ محمد

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ① وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے عمل ضائع کر دیے ① اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور

الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ

وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لائے، جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا، اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور

وَ اَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ② ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ

ان کے حال کی اصلاح کر دی ② یہ اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی، اور بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے انھوں نے

رَّبِّهِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَهُمۡ ③

اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی، اللہ اسی طرح لوگوں کے لیے ان کی مثالیں بیان کرتا ہے ③

تفسیر آیات: 1-3

کافروں اور مومنوں کی جزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا۔'' اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ۔ ﴿ وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ① ﴾ ''اور (اوروں کو) اللہ کے رستے سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔'' ان کے اعمال کو باطل اور رائیگاں کر دیا اور انھیں ان کا ثواب اور کوئی بدلہ نہ دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ قَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ○ ﴾ (الفرقان 25:23) ''اور جو انھوں نے عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑائے ہوئے ذرات بنا دیں گے۔'' پھر اللہ جل و علا نے فرمایا ہے: ﴿ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔'' یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے، ان کے اعضاء، ان کا باطن اور ظاہر اللہ تعالیٰ کی شریعت کا مطیع ہو گیا۔ ﴿ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﴾ ''اور جو (کتاب) محمد پر نازل کی گئی اس پر ایمان لائے۔'' یہ خاص کا عام پر عطف ہے اور اس بات کی دلیل بھی کہ صحت ایمان کے لیے یہ شرط ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد اس کتاب پر بھی ایمان لایا جائے جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ ﴿ وَ هُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۙ ﴾ ''اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔'' یہ ایک اچھا جملہ معترضہ ہے، اسی لیے اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ کَفَّرَ عَنۡهُمۡ

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

چنانچہ جب تم (جہاد میں) ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو (ان کی) گردنیں مارو، حتی کہ جب تم انھیں خوب قتل کر چکو تو (قیدیوں کو) بیڑیوں میں مضبوطی

الْوَثَاقَ ڰ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڔ ذٰلِكَ ۭ

سے باندھ دو، پھر یا تو اس کے بعد (ان پر) احسان کرنا ہے یا فدیہ (تاوان) لینا ہے، حتی کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے، (حکم) یہی ہے، اور اگر اللہ چاہتا

وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ڒ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا

تو ضرور (خود ہی) ان سے بدلہ لے لیتا، لیکن (اس نے تمھیں حکم دیا ہے) تاکہ وہ تمھیں ایک دوسرے سے آزمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل (شہید)

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ ۚ وَيُدْخِلُهُمُ

کیے گئے، تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا④ وہ جلد ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کے حال کی اصلاح کرے گا⑤ اور وہ انھیں (اس) جنت

الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ

میں داخل کرے گا جس کی ان کو خوب پہچان کروا چکا ہے⑥ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم

اَقْدَامَكُمْ ⑦ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

ثابت رکھے گا⑦ اور جن لوگوں نے کفر کیا، تو ان کے لیے ہلاکت ہے، اور وہ (اللہ) ان کے اعمال ضائع کر دے گا⑧ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے

كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨

اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، پھر اس نے بھی ان کے (نیک) اعمال ضائع کر دیے⑨

﴿ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ②﴾ ''ان سے ان کے گناہ دور کر دیے اور ان کی حالت سنوار دی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو درست فرما دیا۔[①] اور مجاہد کہتے ہیں کہ ان کی حالت کو درست کر دیا۔[②] قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ ان کے حال کی اصلاح فرما دی۔[③] اور ان سب اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ چھینک کا جواب دینے والے سے یہ کہا جائے: [يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ] ''اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت عطا فرمائے اور تمھارے حال کو درست فرما دے۔''[④]

پھر فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ ﴾ ''یہ (کفار کا حبط اعمال اور مومنین کی اصلاح احوال) اس لیے ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے جھوٹی بات کی پیروی کی۔'' یعنی ہم نے کافر کے اعمال کو اس لیے باطل قرار دیا اور نیکوکاروں کی برائیوں سے درگزر کر کے ان کے احوال کی اس لیے اصلاح کر دی کہ کفار نے باطل کی پیروی کی تھی اور انھوں نے حق پر باطل کو ترجیح دی تھی۔ ﴿ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③﴾ ''اور بلاشبہ جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے (دین) حق کے پیچھے چلے۔ اسی طرح اللہ لوگوں سے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔''

① تفسير الطبري : 52/26 . ② تفسير الطبري : 52/26 . ③ تفسير الطبري : 52/26 . ④ صحيح البخاري، الأدب، باب إذا عطس كيف يشمت؟ حديث : 6224 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

یعنی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے اعمال کا انجام کیا ہوگا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:4-9

کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب جنگوں میں مشرکین سے مقابلہ ہو تو تمھارا طرز عمل یہ ہونا چاہیے۔ ﴿فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ ''پھر جب تم کافروں سے ملو تو (ان کی) گردنیں مارو۔'' یعنی جب میدان جنگ میں تمھارا مشرکین سے مقابلہ ہو تو تلواروں کے ساتھ انھیں تہ تیغ کردو۔ ﴿حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کرلو۔'' یعنی ان کافروں کو جن کو تم قیدی بنالو، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد تمھیں ان کے بارے میں اختیار ہے کہ اگر چاہو تو ان پر احسان کرتے ہوئے انھیں بلا معاوضہ چھوڑ دو اور اگر چاہو تو حسب شرائط ان سے بطور فدیہ مال بھی لے سکتے ہو۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے اور ان میں سے کم لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے مومنوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (الأنفال 8:67,68) ''پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے میں تمھیں بڑا عذاب پہنچتا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ ''یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) اپنے ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حتی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں۔[1] گویا کہ انھوں نے یہ مفہوم رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے، جس میں آپ نے فرمایا ہے: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِی ظَاهِرِینَ عَلَی الْحَقِّ (حَتّٰی یُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِیحَ الدَّجَّالَ)] ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا حتی کہ ان میں سے آخری انسان دجال مسیح سے لڑائی کرے گا۔''[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے کہ سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کی کہ میں گھوڑے سے اکتا گیا ہوں اور میں نے ہتھیار پھینک دیا ہے اور جنگ نے بھی اپنے

---

[1] تفسیر الطبری: 56/26 . [2] صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتي......]، حدیث: 1920 عن ثوبان رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ سنن أبي داود، الجهاد، باب في دوام الجهاد، حديث: 2484 عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

ہتھیار رکھ دیے ہیں اور میں نے یہ بھی کہا کہ اب قتال نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ، لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ يُزِيغُ اللّٰهُ قُلُوبَ أَقْوَامٍ فَيُقَاتِلُونَهُمْ وَيَرْزُقُهُمُ اللّٰهُ مِنْهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، أَلَا! إِنَّ عُقْرَدَارِالْمُؤْمِنِينَ الشَّامُ وَالْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''اب ہی تو قتال کا موقع آیا ہے، میری امت کا ایک گروہ لوگوں پر غالب رہے گا، اللہ تعالیٰ جب کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کردے گا، تو وہ ان سے قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے انھیں رزق دے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا اور وہ اسی حالت میں ہوں گے اور یاد رہے! مومنوں کا اصل گھر شام [1] ہوگا اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر و بھلائی کو رکھ دیا گیا ہے۔'' [2] امام نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ﴾ ''(حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو البتہ (خود ہی) ان سے انتقام لے لیتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے اس حکم کو پسند فرمایا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو کافروں سے از خود سزا یا عذاب کی صورت میں انتقام لے لیتا۔ ﴿ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَاْ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ ''اور لیکن (اس نے حکم دیا ہے) تاکہ وہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے جہاد اور دشمنوں سے قتال کا حکم اس لیے مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے اور تمھارے حالات جانچ لے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران 3:142) ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بلا آزمائش) بہشت میں جا داخل ہوگے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ صبر کرنے والوں کو معلوم کرے۔'' اور سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ (التوبة 9:14، 15) ''ان سے (خوب) لڑو اللہ ان کو تمھارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کردے گا اور اللہ جس پر چاہے توجہ فرماتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔''

شہداء کی فضیلت: جہاد میں چونکہ بہت سے مومن بھی جام شہادت نوش کر جاتے ہیں، اس لیے ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، تو وہ (اللہ) ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔'' یعنی انھیں ضائع نہیں کرے گا بلکہ انھیں زیادہ کرے گا اور بڑھائے گا اور ان میں

---

[1] یہ اس طرف اشارہ ہے کہ فتنوں کے زمانے اور آخری دور میں شام فتنوں سے محفوظ ہوگا اور شام میں مسلمان زیادہ محفوظ ہوں گے۔
النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 271/3 مادة: "عقر" [2] مسند أحمد: 104/4. [3] السنن الكبرى للنسائي، الخيل، باب ذكر الخيل: 35/3، حديث: 4401.

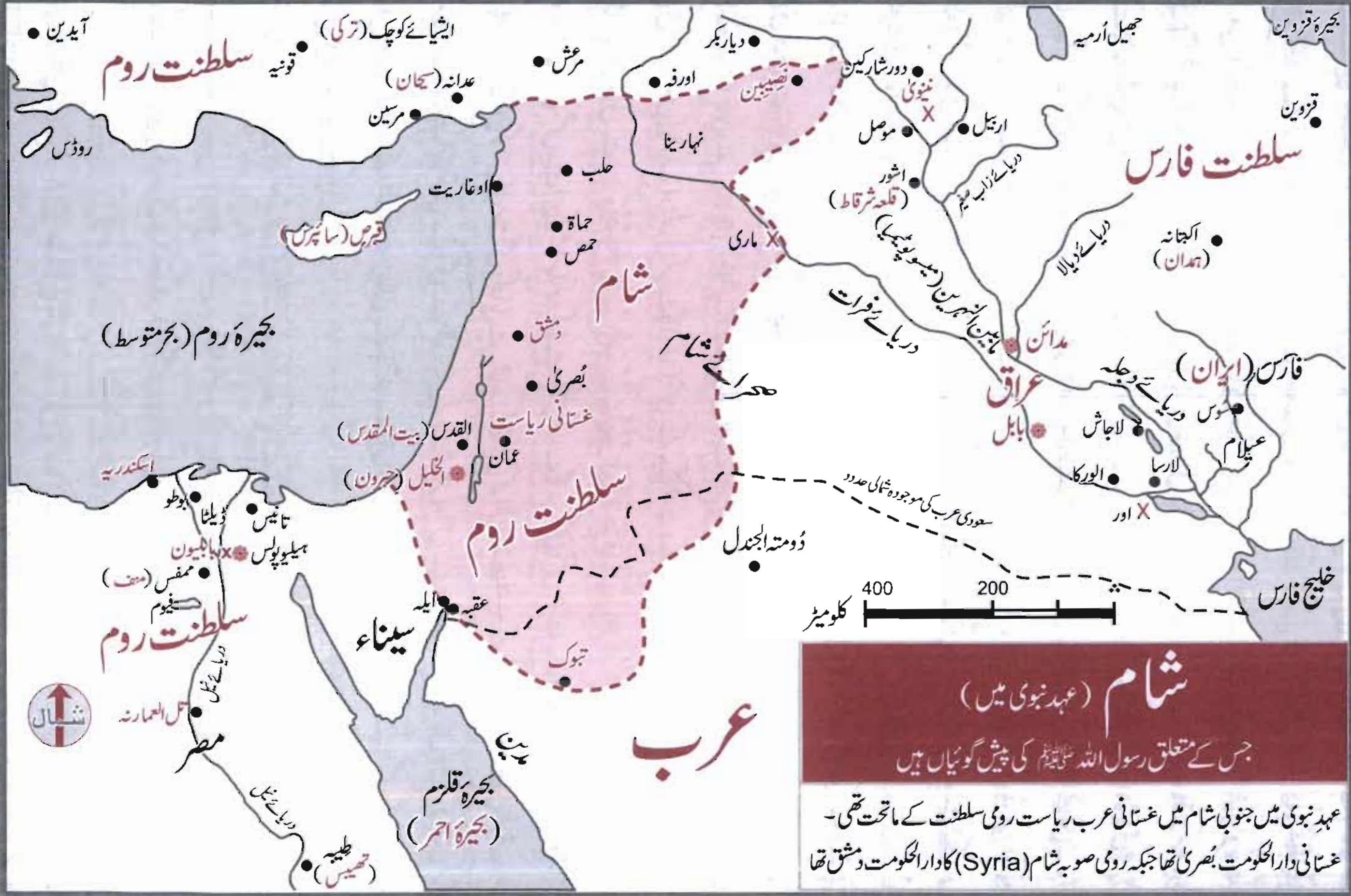

شام (عہد نبوی میں)
جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں ہیں
عہدِ نبوی میں جنوبی شام میں غسانی عرب ریاست رومی سلطنت کے ماتحت تھی۔
غسانی دارالحکومت بُصریٰ تھا جبکہ رومی صوبہ شام (Syria) کا دارالحکومت دمشق تھا
سلطنت روم
سلطنت فارس
شام
عراق
عرب
سلطنت روم
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
صحرائے شام
فارس (ایران)
خلیج فارس
بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر)
سیناء
مصر
دمشق
بُصریٰ
غسانی ریاست
القدس (بیت المقدس)
الخلیل (حبرون)
عمّان
حلب
حماۃ
حمص
اوغاریت
نہارینا
نصیبین
اورفہ
دیاربکر
مرعش
عدانہ (سیحان)
مرسین
قونیہ
ایشیائے کوچک (ترکی)
آیدین
روڈس
قبرص (سائپرس)
ماری
دومتہ الجندل
تبوک
عقبہ
ایلہ
یمن
موصل
نینویٰ
دورشارکین
اربیل
اشور (قلعہ شرقاط)
مدائن
بابل
بین النہرین (میسوپوٹیمیا)
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دریائے دیالا
لاجاش
الورکا
لارسا
اور
سوس
عیلام
اکبتانہ (ہمدان)
قزوین
بحیرۂ قزوین
جھیل اُرمیہ
سعودی عرب کی موجودہ شمالی حدود
کلومیٹر
400
200
اسکندریہ
بوطو
ڈیلٹا
تانیس
ہیلیوپولس
بابلیون
ممفس (منف)
فیوم
تل العمارنہ
دریائے نیل
طیبہ (تھیبس)
شمال

سے بعض وہ ہوں گے جن کا عمل ساری برزخی زندگی میں جاری و ساری رہے گا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں کثیر بن مرہ سے، انھوں نے قیس جذامی رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں، سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهِ: يُكَفَّرُعَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ وَّيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ (وَيَأْمَنُ) مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ] ''شہید کو خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی چھ باتیں عطا کی جاتی ہیں: (1) اس کے ہر گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے (2) اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (3) حور عین کے ساتھ اس کی شادی کر دی جاتی ہے (4) وہ بڑی گھبراہٹ اور (5) عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور (6) اسے ایمان کا حلہ پہنا دیا جاتا ہے۔''[1] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ ہی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ] ''شہید کی سفارش اپنے گھر کے ستر آدمیوں کے بارے میں قبول کی جائے گی۔''[2] شہید کی فضیلت کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سَيَهْدِيهِمْ ﴾ ''عنقریب وہ ان کی رہنمائی کرے گا۔'' یعنی جنت کے رستے پر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ○ ﴾ (یونس 10:9) ''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی (ایسے محلوں کی طرف) رہنمائی کرے گا (کہ) جن کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ ﴾ ''اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔'' یعنی جس جنت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روشناس کر رکھا ہے اور پھر اس نے ان کو اس کا رستہ بھی دکھایا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہل جنت اس کے مکانات و محلات کی طرف رستہ پالیں گے، یہ مکانات و محلات اللہ تعالیٰ نے انھی کے مقدر میں کر رکھے ہیں، اس لیے وہ ان تک پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں کریں گے، گویا وہ اپنی ولادت ہی کے وقت سے یہاں کے باشندے ہیں، اس لیے یہاں تک پہنچنے کے لیے انھیں کسی سے رستہ معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا (هُذِّبُوا وَنُقُّوا) أُذِنَ لَهُمْ (فِي دُخُولِ) الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي (نَفْسِي) بِيَدِهِ! لَأَحَدُهُمْ (أَهْدٰى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ)

① مسند أحمد :200/4 جبکہ قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد :131/4 عن المقدام بن معديكرب رضی اللہ عنہ میں ہے، یہی حدیث بالفاظ دیگر دیکھیے جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهيد، حديث:1663 وسنن ابن ماجه، الجهاد، باب فضل الشهادة فی سبيل الله، حديث:2799. ② سنن أبی داود، الجهاد، باب فی الشهيد يشفع، حديث :2522.
③ تفسیر الطبری :59/26 .

بِمَنْزِلِهٖ كَانَ فِي الدُّنْيَا] ''مومن جب آگ سے نجات پا جائیں گے تو انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے سے ان مظالم کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں ان کے مابین تھے حتی کہ وہ جب پاک صاف کر دیے جائیں گے، تو انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر (کے رستے) کو اپنے دنیا کے گھر کی نسبت کہیں زیادہ صحیح جاننے والا ہوگا۔''①

تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمھاری مدد کرے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦﴾ ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم ثابت رکھے گا۔'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ﴾ (الحج 22:40) ''اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔'' گویا جزا جنس عمل کے مطابق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦﴾ ''اور وہ تمھارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔'' جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [مَنْ أَبْلَغَ ذَا سُلْطَانٍ حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهَ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ (الْقِيَامَةِ)] ''جس نے بادشاہ تک کسی ایسے انسان کی حاجت وضرورت کو پہنچا دیا جو خود اپنی ضرورت پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت پل صراط پر اسے ثابت قدم رکھے گا۔''②

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ ﴾ ''اور جو کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں اور اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرنے والوں کو تو ثابت قدم رکھے گا لیکن کافروں سے اس کے برعکس معاملہ فرمائے گا جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، (تَعِسَ) عَبْدُ الدِّرْهَمِ، (تَعِسَ) عَبْدُ (الْقَطِيفَةِ)...... تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتُقِشَ] ''دینار کا بندہ ہلاک ہو، درہم کا بندہ ہلاک ہو اور چادر کا بندہ ہلاک ہو...... وہ ہلاک ہو، ناکام ونامراد ہو اور جب اسے کانٹا چبھے تو وہ اسے نکال نہ سکے۔''③ یعنی اللہ عزوجل اسے شفا نہ بخشے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

① صحیح البخاری، المظالم، باب قصاص المظالم، حدیث:2440، البتہ پہلی، دوسری اور چوتھی قوسوں والے الفاظ صحیح البخاری، الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، حدیث:6535 کے مطابق ہیں اور مذکورہ حوالے میں تیسری قوسین والے لفظ کے بجائے [نَفْسُ مُحَمَّدٍ] کے الفاظ ہیں۔ ② مجمع الزوائد، الخلافۃ، باب فیمن أبلغ حاجۃ...... :210/5، حدیث:9064 عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والا لفظ المعجم الکبیر للطبرانی، ترجمۃ ہند بن أبی ہالۃ التمیمی رضی اللہ عنہ:22/155-159، حدیث: 414 عن ہند بن أبی ہالۃ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ والشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ، ص: 527-543، حدیث: 336، مزید دیکھیے السلسلۃ الضعیفۃ:4/97، حدیث:1594 بہرصورت یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس بارے میں ایک حسن حدیث بایں الفاظ ثابت ہے: [......وَمَنْ مَّشٰى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتّٰى تَتَهَيَّأَ لَهٗ أَثْبَتَ اللّٰهُ قَدَمَهٗ يَوْمَ تَزُولُ الْأَقْدَامُ] ''......اور جو کوئی اپنے کسی بھائی کی حاجت برآری کے لیے قدم اٹھاتا ہے حتی کہ اسے وہ (سہولت یا کام) مہیا کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو اس دن ثابت رکھے گا جس دن قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ:2/574,575، حدیث: 906) ③ صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب الحراسۃ فی الغزو......، حدیث: 2887. یہ پہلی دو قوسوں والا لفظ المعجم الأوسط للطبرانی، باب من اسمہ إبراہیم:2/82، حدیث:2595 میں جبکہ تیسری قوسین والا لفظ صحیح البخاری، حدیث: 2886 اور سنن ابن ماجہ، الزہد، باب فی المکثرین، حدیث:4135 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی، اور کافروں کے لیے اسی

دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

طرح کی (سزائیں) ہیں ⑩ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے، اور بے شک (جو) کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ⑪

ع 1 11 5 وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اللہ انھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور جن لوگوں نے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا

کفر کیا وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھاتے ہیں، اور وہ یوں (بے فکرے ہوکر) کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، اور آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے ⑫ اور کتنی ہی

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ

بستیاں کہ وہ آپ کی اس بستی (مکہ) سے، جس (کے باشندوں) نے آپ کو نکال دیا ہے، کہیں زیادہ طاقتور تھیں ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی بھی

قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬

ان کی مدد کرنے والا نہ تھا ⑬

﴿ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ﴾ ''اور وہ ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔'' یعنی انھیں رائیگاں اور باطل کر دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی ہے، انھوں نے اس کو ناپسند کیا۔'' یعنی اسے نہ یہ لوگ چاہتے ہیں اور نہ پسند کرتے ہیں۔ ﴿ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨ ﴾ ''تو اس (اللہ) نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔''

تفسیر آیات:10-13

جہنم کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والے۔ ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ ﴾ ''کہ دیکھتے جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی۔'' اور ان کی تکذیب اور کفر کی انھیں سزا دی اور ان میں سے مومنوں کو نجات بخشی، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ⑩ ﴾ ''اور کافروں کے لیے اس جیسی (سزائیں) ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک جو مومن ہیں ان کا اللہ کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔'' سردارِ مشرکین ابوسفیان صخر بن حرب نے جب احد کے دن نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا اور اسے کوئی جواب نہ دیا گیا تو کہنے لگا کہ یہ لوگ فوت ہو گئے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس چیز کو باقی رکھا ہے، جو تجھے بری لگے، تو نے جن لوگوں کو شمار کیا ہے، وہ سب زندہ

ہیں۔ابوسفیان نے کہا کہ یہ جنگ، جنگ بدر کا جواب ہے اور جنگ تو کنویں کے ڈول کے مانند ہوتی ہے کبھی ایک جماعت کو کامیابی ہوتی ہے اور کبھی دوسری جماعت کو، تم دیکھو گے کہ کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے لیکن میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے منع بھی نہیں کیا، پھر اس نے رجز پڑھنا شروع کیا: اُعْلُ هُبَلُ، اُعْلُ هُبَلُ ’’ہبل سر بلند ہو، ہبل سر بلند ہو۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا تُجِيبُوهُ؟] ’’تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟‘‘ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کیا کہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُولُوا: اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ] ’’تم یہ کہو: اللہ ہی سب سے بلند اور برتر ہے۔‘‘ ابوسفیان نے کہا: لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ ’’ہمارے لیے عزّیٰ ہے اور تمھاری کوئی عزّیٰ نہیں۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا تُجِيبُوهُ؟] ’’تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟‘‘ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اسے کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ] ’’اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔‘‘[1]

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو اللہ بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل فرمائے گا۔‘‘ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ ﴾ ’’اور جو کافر ہیں وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں۔‘‘ یعنی دنیا میں یہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور جانوروں کی طرح جگالی کرتے ہوئے کھاتے ہیں اور دنیا میں ان کا مقصود و مطلوب کھانا پینا ہی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَّاحِدٍ وَّالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ] ’’مومن ایک انتڑی بھر کر کھانا کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیاں بھر کر کھاتا ہے۔‘‘[2]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴾ ’’اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔‘‘ یعنی روز قیامت انھیں جہنم رسید کیا جائے گا۔ ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ﴾ ’’اور بہت سی بستیاں آپ کی بستی سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا، زور وقوت میں کہیں بڑھ کر تھیں۔‘‘ یعنی مکہ سے ﴿ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴾ ’’ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔‘‘ یہ اہل مکہ کے لیے شدید وعید اور سرزنش ہے کہ انھوں نے سید الرسل و خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے، حالانکہ وہ طاقت وقوت میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھیں تو ان لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة أحد، حديث: 4043 جبکہ پہلی اور تیسری بریکٹ والے الفاظ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ ﴾ (آل عمرٰن 3:153): 316,315/6، حديث: 11079 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ [2] صحيح البخاري، الأطعمة، باب: المؤمن يأكل في معى واحد……، حديث: 5393 و صحيح مسلم، الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد……، حديث: (184)-2061 عن جابر وابن عمر رضی اللہ عنہم۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭

کیا پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو، اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کے لیے اس کی بدعملی پر کشش بنا دی گئی، اور انھوں نے

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

اپنی خواہشات کی پیروی کی؟⑭ اس جنت کی صفت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں،

لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ

اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (کبھی) تبدیل نہ ہوا ہوگا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور صاف شفاف شہد

مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ

کی نہریں ہیں، اور وہاں ان (متقین) کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے، اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔ (کیا یہ لوگ) ان لوگوں کے

فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮

مانند ہو سکتے ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور انھیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟⑮

ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اگر اس نے اپنے نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کو دنیا میں سزا نہیں دی، تو وہ آخرت میں کافروں کو عذاب میں ضرور مبتلا کرے گا: ﴿ یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ (ہود 20:11) ''ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ (حق کو) سننے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ (حق کو) دیکھ سکتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ ﴾ ''آپ کی بستی (مکہ) سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا۔'' یعنی وہ لوگ زور وقوت میں ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر تھے جنھوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔ ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب مکہ سے نکل کر غار کی طرف روانہ ہونے لگے تو اس موقع پر آپ نے مکہ کی طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا: [أَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَأَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ إِلَيَّ، فَلَوْ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ لَمْ يُخْرِجُونِي لَمْ أَخْرُجْ مِنْكِ] ''اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے تو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے شہروں میں مجھے سب سے محبوب تو ہے، اگر مجھے مشرکین تجھ سے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔''[1] سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں اس کی نافرمانی کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے فساد کی صورت میں قتل کرے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬ ﴾ ''اور بہت سی بستیاں آپ کی بستی (مکہ) سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا زور وقوت میں کہیں بڑھ کر تھیں، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔''

[1] تفسیر الطبری: 63,62/26. یہی حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ دیکھیے جامع الترمذی، المناقب، باب فی فضل مکة، حدیث: 3925 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب فضل مكة، حديث: 3108 عن عبدالله بن عدی بن الحمراء ﷺ.

تفسیر آیات:15،14

حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور خواہش نفس کا پجاری برابر نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''تو بھلا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو؟'' یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے امر اور دین، کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہدایت وعلم اور اس مستقیم فطرت کے بارے میں جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، بصیرت اور یقین حاصل ہو۔ ﴿ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴾ ''وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جس کے اعمال بد اسے اچھے کرکے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں۔'' یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ﴾ (الرعد 19:13) ''تو بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے، حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴾ (الحشر 20:59) ''اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

جنت اور اس کی نہریں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ ''جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا۔'' عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ ﴾ کے معنی ہیں جنت کی صفت۔ ﴿ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ﴾ ''اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس (کے ذائقے) میں تبدل نہیں ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس پانی میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوگا۔[1] قتادہ، ضحاک اور عطاء خراسانی کا قول ہے کہ وہ بدبودار نہیں ہوگا۔[2] عرب أَسِنَ الْمَاءُ اس وقت کہتے ہیں جب پانی کی بو بدل جائے۔ ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ﴾ ''اور دودھ کی نہریں ہیں، جن کا مزہ نہیں بدلے گا۔'' اور وہ حد درجہ سفید، شیریں اور کریم سے پر ہوگا اور ایک مرفوع حدیث میں ہے: [لَمْ يَخْرُجْ مِنْ بُطُونِ الْمَاشِيَةِ] ''وہ (جنت کا دودھ) مویشیوں کے پیٹوں سے نہیں نکلا ہوگا۔''[3] ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ ''اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہے۔'' دنیا کی شراب کی طرح نہ تو اس کا ذائقہ خراب ہوگا اور نہ اس میں بدبو ہوگی بلکہ اس کی شکل وصورت، اس کا ذائقہ، اس کی بو اور اس کا فعل سب کچھ بہت خوب صورت ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 47:37) ''نہ اس سے درد سر ہو اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں۔'' ﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴾ (الواقعة 19:56) ''اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔'' ﴿ بَيْضَاۗءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 46:37) ''(جو رنگ کی) سفید (اور) پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی۔''

---

[1] تفسیر الطبری: 64/26. [2] تفسیر الطبری: 64/26. [3] الترغیب والترھیب للمنذری، فصل فی صفة دخول أھل الجنة......: 494/4-496، حدیث: 3، منذری نے ایک لمبی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا کے بجائے موقوفًا زیادہ صحیح اور مشہور ہے جبکہ البانی رحمہ اللہ نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے ضعیف الترغیب والترھیب: 466,465/2، حدیث: 2181.

اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ [لَمْ تَعْصِرْهُ الرِّجَالُ بِأَقْدَامِهَا] ''اسے لوگوں نے اپنے پاؤں سے نہیں نچوڑا ہوگا۔''[1]
﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ ''اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔'' یعنی وہ حد درجہ صاف اور اس کا رنگ، ذائقہ اور خوشبو بہت خوب صورت ہوگی اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ [لَمْ يَخْرُجْ مِنْ بُطُونِ النَّحْلِ] ''وہ شہد مکھیوں کے پیٹوں سے نہیں نکلا ہوگا۔''[2] امام احمد رحمہ اللہ نے حکیم بن معاویہ سے اور انھوں نے اپنے والد (معاویہ بن حیدہ قشیری) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [فِي الْجَنَّةِ بَحْرُ اللَّبَنِ وَبَحْرُ الْمَاءِ وَبَحْرُ الْعَسَلِ وَبَحْرُ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْأَنْهَارُ مِنْهَا بَعْدُ] ''جنت میں دودھ کا دریا، پانی کا دریا، شہد کا دریا اور شراب کا دریا ہے، پھر بعد میں ان سے نہریں نکلتی ہیں۔''[3] امام ترمذی نے اسے صفة الجنة میں ذکر کیا اور اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[4] اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ (فَاسْئَلُوهُ) الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ''پس تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، وہ بہترین جنت اور اعلیٰ جنت ہے، اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔''[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ ''اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴾ (الدخان 55:44) ''اس میں وہ اطمینان وسکون سے ہر قسم کے پھل منگوائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴾ (الرحمٰن 52:55) ''ان دونوں میں سب پھل دو دو قسم کے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ﴾ ''اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔'' یعنی ان تمام نعمتوں کے ساتھ ساتھ جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور بخشش بھی ہوگی۔ ﴿ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ ﴾ ''(کیا یہ پرہیزگار) اس کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔'' یعنی کیا یہ پرہیزگار لوگ جنت میں جن کا مقام و مرتبہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے؟ یعنی یہ ان کی طرح نہیں ہو سکتے جو جنت کی بلندیوں میں شاد کام ہوں، وہ ان کی طرح نہیں ہو سکتے جو جہنم کی پستیوں میں گرے ہوئے ہوں۔ ﴿ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا ﴾ ''اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔'' یعنی اس قدر شدید گرم جو کہ ناقابل برداشت ہوگا۔ ﴿ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮ ﴾ ''تو وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔'' ان کے پیٹ کی تمام انتڑیوں اور پٹھوں کو کاٹ کاٹ کر رکھ دے گا۔ عِيَاذًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ ذٰلِكَ.

---

[1] الترغيب والترهيب للمنذري، فصل في صفة دخول أهل الجنة......:495,494/4، حديث: 3 اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ دیکھیے ضعيف الترغيب والترهيب: 466,465/2، حديث: 2181. [2] الترغيب والترهيب للمنذري، فصل في صفة دخول أهل الجنة الجنة......:495,494/4، حديث: 3، مزید دیکھیے ضعيف الترغيب والترهيب للألباني: 466,465/2، حديث: 2181 بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے۔ [3] مسند أحمد: 5/5. [4] جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة أنهار الجنة، حديث: 2571. [5] صحيح البخاري، التوحيد، باب: ﴿ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾...... (هود 7:11)، حديث: 7423 جبکہ قوسین والا لفظ بھی صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: 2790 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اوران (منافقین) میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے، جنھیں علم دیا گیا

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑯

ہے، کہتے ہیں: اس (نبی) نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے، اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی⑯ اور

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ

جن لوگوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ نے انھیں ہدایت میں زیادہ کیا، اور انھیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا⑰ چنانچہ یہ لوگ تو بس قیامت ہی کے منتظر ہیں

تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱ فَاعْلَمْ

کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے، اس لیے کہ یقیناً اس کی نشانیاں آچکی ہیں، تو جب قیامت ان کے پاس آپہنچے گی تو ان کے لیے کہاں ہوگا نصیحت

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

حاصل کرنا⑱ پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی،

ع 2 8 6 مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲ ع

اور اللہ تمھاری نقل وحرکت اور تمھارے ٹھکانے کو جانتا ہے⑲

تفسیر آیات:16-19

منافقین کا حال، نیز توحید و استغفار کا حکم: اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھتے اور آپ کا کلام سنتے ہیں مگر اس قدر کند ذہن اور کم فہم ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں۔ ﴿قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''جن لوگوں کو علم (دین) دیا گیا ہے، ان سے کہتے ہیں۔'' یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے: ﴿مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ﴾ ''انھوں نے ابھی کیا کہا تھا؟'' یعنی آپ نے جو فرمایا تھا، یہ اسے سمجھتے اور سوچتے ہی نہیں، ﴿اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑯﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔'' یعنی نہ ان کا فہم صحیح ہے اور نہ قصد، پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ ''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، ان کو وہ ہدایت مزید بخشتا ہے۔'' یعنی جنھوں نے ہدایت حاصل کرنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں اس کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت عطا فرما دی اور انھیں اس پر نہ صرف ثابت قدم رکھا بلکہ ان کی ہدایت میں اضافہ بھی فرما دیا ہے۔ ﴿وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰﴾ ''اور انھیں ان کی پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔'' یعنی انھیں رشد و بھلائی کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

ارشاد باری ہے: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ﴾ ''تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ ناگہاں ان پر آ واقع ہو۔'' اور وہ اس سے غافل ہوں، ﴿فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ﴾ ''سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آچکی ہیں۔'' جو قیامت کے قریب ہونے کی علامات ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝﴾

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿ (النجم 57,56:53) ''یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔ آنے والی (قیامت) قریب آ پہنچی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ (القمر 1:54) ''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ﴾ (النحل 1:16) ''اللہ کا حکم (عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو!) اس کے لیے جلدی مت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ (الأنبیاء 1:21) ''لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کر رہے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کی بعثت بھی اشراط قیامت میں سے ہے کیونکہ آپ تو وہ خاتم الرسل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل اور تمام جہانوں پر اپنی حجت کو تمام کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی علامات و اشراط کے بارے میں اس قدر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ خبر دی ہے کہ آپ سے پہلے کسی بھی نبی نے اس قدر تفصیل کے ساتھ خبر نہیں دی جیسا کہ اپنی جگہ اس کا مفصل بیان موجود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی درمیانی اور انگوٹھے کے ساتھ والی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: [بُعِثْتُ (أَنَا) وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ] ''مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے۔''①

پھر فرمایا: ﴿ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾ ''پھر جب وہ ان پر آ نازل ہو گی، اس وقت انھیں نصیحت کہاں (مفید ہو سکے گی!)'' یعنی جب قیامت آ جائے گی تو پھر کافروں کے لیے نصیحت حاصل ہونے کا موقع کہاں ہو گا؟ کیونکہ اس وقت کوئی نصیحت ان کے لیے فائدہ مند نہ ہو گی جیسا کہ فرمایا: ﴿ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴾ (الفجر 23:89) ''تو انسان اس دن متنبہ ہو گا مگر (اب) انتباہ اسے کہاں (فائدہ دے گا۔)'' اور فرمایا: ﴿ وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴾ (سبا 52:34) ''اور کہیں گے: ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دور سے ان کے لیے (ایمان کا) حصول کیسے ممکن ہو گا!'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس توحید کے جاننے کے بارے میں حکم دینا ہی کافی نہیں، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ''اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔''

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي خَطِيئَتِي، وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي هَزْلِي وَجِدِّي وَخَطَئِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي] ''اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، اور اپنے کام میں میں نے جو نادانی اور زیادتی کی اسے بھی معاف فرما دے اور میرے جس

① صحيح البخاري، التفسير، باب : (1) ، حديث:4936 و صحيح مسلم، الفتن......، باب قرب الساعة، حديث: 2951,2950 عن أنس رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والا لفظ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما ہی سے صحیح البخاری کی حدیث: 6503 میں ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے۔

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ مُّحۡكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيۡهَا

اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال

الۡقِتَالُ ۙ رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يَّنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ نَظَرَ الۡمَغۡشِىِّ عَلَيۡهِ مِنَ

(جہاد) کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں روگ ہے کہ وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھتے ہیں جس پر موت کے

الۡمَوۡتِ ؕ فَاَوۡلٰى لَهُمۡ ۚ‏ ﴿20﴾ طَاعَةٌ وَّقَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ ۚ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۚ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ

باعث غشی طاری ہو، چنانچہ ان کے لیے ہلاکت ہے ﴿20﴾ اطاعت کرنا اور بھلی بات کہنا (بہتر ہے،) پھر جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ

لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ‌ ۚ ﴿21﴾ فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا

سے سچے رہیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے ﴿21﴾ پھر (اے منافقو!) تم سے یہی امید ہے کہ اگر تم حکمران بن جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتے ناتے

اَرۡحَامَكُمۡ‏ ﴿22﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَاَعۡمٰٓى اَبۡصَارَهُمۡ‏ ﴿23﴾

توڑ ڈالو ﴿22﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر اس نے انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں ﴿23﴾

گناہ کو تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اسے بھی معاف فرما دے، اے اللہ! میری ہنسی مذاق میں، سنجیدگی میں، غلطی سے اور دانستہ کیے ہوئے تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور یہ سب گناہ میرے اندر ہیں۔''[1] صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نماز کے آخر میں یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ، وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي (أَنْتَ إِلٰهِي) لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ] ''اے اللہ! میرے اگلے پچھلے، مخفی اور علانیہ گناہ بخش دے اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے بھی زیادہ بہتر جانتا ہے، اسے بھی معاف فرما دے، اے اللہ! تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔''[2] اور صحیح بخاری ہی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(يَا أَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلٰى رَبِّكُمْ) إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً] ''لوگو! اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کرو، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ ﴿19﴾﴾ ''اور اللہ تم لوگوں کی نقل وحرکت اور ٹھہرنے

[1] صحیح البخاری، الدعوات، باب قول النبی ﷺ: [اللهم! اغفرلي……]، حديث: 6399 و صحيح مسلم، الذكر والدعاء……، باب في الأدعية، حديث: 2719 عن أبي موسى الأشعري رضی اللہ عنہ۔ [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّبَدِّلُوۡا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ﴾ (الفتح 48:15)، حديث: 7499 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و صحيح مسلم، صلاة المسافرين……، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 771 عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ والفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور صحيح مسلم، صلاة المسافرين……، باب صلاة النبي ﷺ……، حديث: 769 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہیں۔ [3] صحيح البخاري، الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة، حديث: 6307 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح ابن حبان، الرقائق، ذكر الأمر بالاستغفار لله جل و علا……: 209/3، حديث: 929 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہیں۔

سے واقف ہے۔'' یعنی وہ دن میں تمھارے تصرف کرنے اور رات میں قرار پکڑنے کو خوب جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ (الأنعام 60:6) ''اور وہی تو ہے جو رات کو تمھیں فوت کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو، اس سے باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ ﴾ (ھود 6:11) ''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے سو وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔''

تفسیر آیات: 20-23

حکم جہاد کے وقت مومن صادق اور بیمار دل انسان کا حال: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے جہاد کی مشروعیت کی آرزو کی اور جب اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض قرار دیتے ہوئے اس کا حکم دیا تو بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝ ﴾ (النسآء 77:4) ''بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہو اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی (اے پیغمبر ان سے) کہہ دیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیز گار کے لیے (نجات) آخرت ہے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ ﴾ ''اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی؟'' یعنی کوئی ایسی سورت جو حکم جہاد پر مشتمل ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ ﴾ ''پھر جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہوا اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگیں گے جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔'' یعنی دشمن کی ملاقات سے گھبراہٹ، رعب اور بزدلی کے باعث ان کی یہ حالت ہوتی ہے، پھر انھیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا: ﴿ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ ﴾ ''سو ان کے لیے خرابی ہے (خوب کام تو) فرماں برداری اور بھلی بات کہنا ہے۔'' یعنی ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ مشکل حالت میں بھی حکم الٰہی سنتے اور اطاعت بجالاتے۔ ﴿ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ ﴾ ''پھر جب معاملہ پختہ ہو جائے۔'' یعنی صورت حال جہاد کی متقاضی تھی اور فی الواقع جہاد کا موقع پیش آ گیا۔ ﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ ﴾ ''تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے۔'' یعنی اخلاص نیت سے کام لیتے۔ ﴿ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ۝ ۚ ﴾ ''تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَیْتُمْ

﴿اِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ ’’پس (اے منافقو!) قریب ہے کہ اگر تم پھر جاؤ۔‘‘ یعنی جہاد سے منہ پھیر لو۔ ﴿اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴾ ’’یہ کہ زمین میں تم خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔‘‘ یعنی پھر سے دور جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ، خون ریزیاں کرنے اور رشتوں کو توڑنے لگو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر ان (کے کانوں) کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔‘‘ یہ زمین میں فساد برپا کرنے سے عموماً اور قطع رحمی سے خصوصاً منع کیا گیا ہے۔

صلہ رحمی احادیث کی روشنی میں: اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے صلہ رحمی کا مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسن انداز میں گفتگو کی جائے، اچھے اچھے کام کیے جائیں اور ان پر مال خرچ کیا جائے، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی صحیح اور حسن درجے کی احادیث مروی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ (بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ) فَقَالَ لَهُ :مَهْ، قَالَتْ :هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى، يَارَبِّ! قَالَ: فَذَاكِ (لَكِ)] ’’اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ خلق سے فارغ ہوئے، تو رحم کھڑا ہوا اور رحمان کے ازار کو پکڑا، اللہ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: یہ قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، اللہ نے فرمایا: کیا تو اس سے خوش نہیں کہ میں اسے ملاؤں، جو تجھے ملائے اور اسے قطع کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے۔ رحم نے کہا: کیوں نہیں، میرے پروردگار! تو اللہ نے فرمایا، پس یہ بات تیرے لیے ہے۔‘‘ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴾ ’’پس (اے منافقو!) قریب ہے کہ اگر تم پھر جاؤ (اور) یہ کہ تم زمین میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔‘‘[1] پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴾۔[2] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰى أَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ الْعُقُوبَةَ لِصَاحِبِهِ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُلَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ] ’’ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں جلد سزا دے دے اس کے باوجود آخرت میں اس کے لیے، اس کی سزا ذخیرہ کی

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد47 :22)، حديث:4830 و صحيح مسلم، البر والصلة......، باب صلة الرحم......، حديث: 2554 پہلی قوسین والا جملہ بخاری کے بعض نسخوں میں نہیں ہے اور دوسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ (الفتح48 :15)، حديث: 7502و صحيح مسلم، البر والصلة......، باب صلة الرحم......، حديث:2554 میں ہے۔ ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد47 :22)، حديث :4832,4831 . ③ صحيح مسلم، البر والصلة......، باب صلة الرحم......، حديث :2554 .

جارہی ہے۔'' ① اسے ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ② امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ النَّسَاءُ فِي الْأَجَلِ وَالزِّيَادَةُ فِي الرِّزْقِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ] ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ ہو تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔'' ③ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں لیکن صحیح میں اس کا شاہد بھی موجود ہے۔ ④ اور امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ وَلَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي (إِذَا قُطِعَتْ) رَحِمُهُ وَصَلَهَا] ''رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو پورا پورا بدلہ دے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کیا جائے تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔'' ⑤ اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥

اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تُوضَعُ الرَّحِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا حُجْنَةٌ كَحُجْنَةِ الْمِغْزَلِ تَكَلَّمُ بِلِسَانٍ طَلْقٍ ذَلْقٍ فَتَصِلُ مَنْ وَصَلَهَا وَتَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا] ''رحم کو قیامت کے دن اس طرح رکھا جائے گا کہ اس کے لیے چرخے کے تکلے کی طرح تکلا ہوگا اور وہ فصیح و بلیغ زبان سے گفتگو کرے گا تو جس نے اسے ملایا وہ اسے ملائے گا اور جس نے اسے کاٹا وہ بھی اسے کاٹ دے گا۔'' ⑦

امام احمد ہی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور وہ اس کی سند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا: [اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ أَهْلُ السَّمَاءِ وَالرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّتُّهُ] ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرمائے گا، لہٰذا تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا، رحم رحمان کی شاخ ہے جو اسے ملائے، میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے میں اسے کاٹ ڈالوں گا۔'' ⑧ اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ وہ روایت ہے جسے تسلسل

---

① مسند أحمد :38/5 . ② سنن أبی داود، الأدب، باب فی النهی عن البغی، حديث:4902 وجامع الترمذی، صفة القيامة......، باب فی عظم الوعيد......، حديث:2511 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب البغی، حديث:4211. ③ مسند أحمد :279/5 . ④ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحيح البخاری، الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم، حديث: 5985 میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ] ''جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے لیے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے، (اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے) تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' ⑤ مسند أحمد :163/2 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے آمدہ حوالے، حدیث: 5991 میں ہے۔ ⑥ صحيح البخاری، الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ ، حديث :5991 . ⑦ مسند أحمد: 189/2، اس حدیث کی سند ابوثمامہ ثقفی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام ابوحاتم نے علل الحديث، علل أخبار فی ثواب الأعمال :170/2، حديث: 2002 میں کہا ہے کہ یہ حدیث ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوفاً زیادہ صحیح ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):389,388/11. ⑧ مسند أحمد :160/2 .

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿24﴾ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا

کیا پھر وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں؟﴿24﴾ بے شک جو لوگ، بعد اس کے کہ ان پر ہدایت ظاہر ہوگئی،

عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ ط وَأَمْلَىٰ

اپنی پیٹھوں کے بل پلٹ گئے، شیطان نے ان کے لیے (ان کے عمل) مزین وخوشنما بنادیے، اور (اللہ نے) انھیں ڈھیل دے دی﴿25﴾ یہ اس لیے کہ

لَهُمْ ﴿25﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ

بے شک انھوں نے ان لوگوں (یہود) سے، جنھوں نے اس چیز (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، کہا کہ بعض امور میں ہم آپ کی بات مانیں گے،

الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿26﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ

اور اللہ ان کے راز جانتا ہے﴿26﴾ پھر کیا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے؟ جبکہ وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے﴿27﴾ یہ

وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿27﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ

(مار) اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کردیا، اور انھوں نے اس (اللہ) کی رضامندی ناپسند کی، لہٰذا اللہ نے

ع 3/9/7 فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿28﴾ ع

ان کے اعمال برباد کردیے﴿28﴾

الأوّليه[1] کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2] اور اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

تفسیر آیات:24-28

قرآن مجید میں تدبر کا حکم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تدبر اور غور وفکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور اس میں اعراض سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿24﴾﴾ ''بھلا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔'' ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں، یعنی یہ الٹے ہوگئے ہیں کہ قرآن کے معانی میں سے کوئی چیز ان تک پہنچ نہیں سکتی، ابن جریر نے ہشام بن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد گرامی عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿24﴾﴾ تو اہل یمن میں سے ایک جوان نے کہا کہ دلوں کے اوپر قفل لگے ہوئے ہیں حتی کہ انھیں اللہ تعالیٰ ہی کھولتا یا کشادہ

---

[1] تسلسل أوليه حدیث مسلسل کی ایک صورت ہے، حدیث مسلسل اصول حدیث کی اصطلاح ہے جس کی تعریف یہ کی گئی ہے: هُوَ تَتَابُعُ رِجَالِ إِسْنَادِهِ عَلَى صِفَةٍ أَوْ حَالَةٍ لِّلرُّوَاةِ تَارَةً وَّلِلرِّوَايَةِ تَارَةً أُخْرٰى ''سند کے رجال کا تسلسل کے ساتھ راوی یا روایت کی ایک ہی حالت یا صفت پر ہونا۔'' تیسير مصطلح الحديث، ص: 184. تسلسل أوليه کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد نے اپنے استاد سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی ہے، اس حدیث میں تسلسل أوليه کا یہ سلسلہ عمرو بن دینار پر ختم ہوجاتا ہے۔ تدريب الراوي: 169,168/2. [2] سنن أبي داود، الأدب، باب في الرحمة، حديث: 4941 و جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في رحمة الناس، حديث: 1924.

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿29﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ ہے، یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کینے ہرگز ظاہر نہیں کرے گا﴿29﴾ اور اگر ہم چاہتے تو یقیناً آپ کو وہ (منافق) دکھا

لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿30﴾

دیتے، پھر آپ انھیں ان (کے چہروں) کی علامت سے ضرور پہچان لیتے، اور یقیناً آپ انھیں گفتگو کے لب و لہجے سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمھارے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ ﴿31﴾

اعمال جانتا ہے﴿30﴾ اور ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے حتی کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں، اور ہم تمھارے حالات جانچ لیں﴿31﴾

کرتا ہے، یہ نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں رہا حتی کہ آپ جب منصب خلافت پر فائز ہوئے، تو آپ نے اس سے مدد لی۔[1]

ارتداد کی مذمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ۙ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ ان کے لیے راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے۔'' یعنی انھوں نے ایمان کو چھوڑ دیا اور دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔ ﴿ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ﴾ ''شیطان نے (یہ کام) ان کو مزین کر دکھایا۔'' یعنی شیطان نے یہ کام انھیں مزین اور اچھا کر کے دکھایا۔ ﴿ وَاَمْلٰی لَهُمْ ﴿25﴾﴾ ''اور انھیں مہلت دی۔'' اور اس طرح دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دیا۔ ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ﴾ ''یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا ہے کہ ہم عنقریب بعض کاموں میں تمھاری فرمانبرداری کریں گے۔'' یعنی باطنی طور پر انھوں نے انھیں باطل پر آمادہ کیا اور منافقین کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطن کے خلاف اظہار کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿26﴾﴾ ''اور اللہ ان کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ﴾ (النسآء 4:81) ''اور وہ جو رات کو مشورے کرتے ہیں اللہ ان کو لکھ لیتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿27﴾﴾ ''تو اس وقت ان کا کیا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے (اور) ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ماریں گے۔'' یعنی ان کا اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کے پاس ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور روحیں ان کے جسموں میں چھپنے کی کوشش کریں گی تو فرشتے انھیں سختی کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کر اور مار مار کر باہر نکالیں گے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ○﴾ (الأنفال 8:50) ''اور کاش! تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کو فوت کرتے ہیں، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) عذاب آتش (کا مزہ) چکھو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○﴾ (الأنعام 6:93) ''اور کاش! تم ان ظالم (مشرک) لوگوں کو

[1] تفسیر الطبری: 75/26 یہ حدیث مرسل ہے۔

اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔'' اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ﴾ ''یہ اس لیے کہ جو چیز اللہ کو ناراض کرتی ہے انھوں نے اس کی پیروی کی اور انھوں نے اس کی خوشنودی کو ناپسند جانا تو اس نے بھی ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔''

تفسیر آیات :29-31

منافقین کی پردہ دری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ ﴾ ''کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔'' یعنی کیا منافقین یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ اپنے مومن بندوں کے سامنے واضح نہیں فرمائے گا۔ کیوں نہیں! وہ ان کے معاملے کو ضرور واضح فرما دے گا تاکہ عقل مند انھیں خوب سمجھ لیں، اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں سورۂ براءت کو نازل فرما کر ان کی رسوائیوں کو طشت ازبام کر دیا تھا اور ان کے ان تمام کرتوتوں کو ظاہر کر دیا تھا جو ان کے نفاق پر دلالت کرتے تھے، اسی وجہ سے سورۂ براءت کو سورۂ فاضحہ رسوا کر دینے والی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ أَضْغَان، ضِغْن کی جمع ہے، اس سے مراد اسلام اور مسلمانوں اور اسلام کی مدد کرنے والوں سے وہ حسد اور کینہ ہے جسے منافق اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ آپ کو دکھا بھی دیتے تو آپ ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافق اشخاص دکھا دیتے اور آپ واضح طور پر انھیں پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین کے بارے میں ایسا نہیں کیا تاکہ وہ اپنی مخلوق کی پردہ پوشی فرمائے، امور کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور باطنی احوال کو اسی کی ذات گرامی کے سپرد کر دیا جائے۔ ﴿ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ ﴾ ''اور آپ ضرور انھیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لیں گے۔'' یعنی جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو وہ ایسی ہوتی ہے جو ان کے مقاصد پر دلالت کرتی ہے اور ان کی گفتگو ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ متکلم کا کس جماعت سے تعلق ہے، ﴿ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ ﴾ سے یہی مراد ہے جیسا کہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی انسان کسی مخفی عمل کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے نقوش اور زبان کی لغزشوں سے ظاہر فرما دیتا ہے۔

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ﴾ ''اور ہم تم (لوگوں) کو ضرور آزمائیں گے۔'' یعنی اوامر و نواہی کے ساتھ ﴿ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ ﴾ ''یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں، اور تمھارے حالات کو جانچ لیں۔'' اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جو کچھ ہونے والا ہے، وہ بلاشک وریب ضرور ہو کر رہے گا، لہٰذا اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اس کے وقوع پذیر ہونے کو معلوم کر لیں، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما لِنَعْلَمَ جیسے الفاظ کے معنی لِنَرٰی

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، اور ان پر ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وہ اللہ کا

الْهُدٰى ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝32 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا

ہرگز کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے، اور عنقریب وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا ۝32 اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور

اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝33 اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اپنے عملوں کو باطل نہ کرو ۝33 بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، پھر وہ (اسی) حالتِ کفر میں مر گئے تو اللہ انھیں ہرگز

ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝34 فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ

نہیں بخشے گا ۝34 چنانچہ تم کمزور نہ پڑو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ جبکہ تم ہی غالب ہو، اور اللہ تمھارے ساتھ ہے، اور وہ تم سے تمھارے عملوں (کے

الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝35

ثواب) کو ہرگز کم نہیں کرے گا ۝35

کرتے ہیں، یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔ ①

تفسیر آیات: 32-35

کفار کے عمل کو اکارت کر دینا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص کفر کرے، اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکے، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی کرے اور ہدایت کے واضح ہونے کے بعد ایمان سے مرتد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچا کر روز قیامت خائب و خاسر ہو جانے کا سبب بنے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اکارت کر دے گا اور اس کی کسی سابقہ نیکی کا اسے کوئی ثواب نہیں دے گا کیونکہ اس کے ارتداد کے باعث اس کے کسی عمل کی حیثیت مچھر کے برابر نہ رہی، اسی لیے اللہ تعالیٰ اس کی تمام نیکیوں کو اس کے ارتداد کی وجہ سے اسی طرح ختم کر دے گا، جس طرح نیکیوں سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں، امام محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلاۃ میں ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا خیال تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جس طرح شرک کے ساتھ کوئی عمل نفع نہیں پہنچا سکتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝33﴾ ''اللہ کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔'' تو وہ ڈرنے لگے کہ گناہ سے عمل باطل بھی ہو جاتا ہے۔ ② پھر انھوں نے

① حافظ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿نَعْلَمَ﴾ کے معنی لِنُمَیِّزَ ''تاکہ ہم الگ کر دیں'' نقل کیے ہیں۔ اور ابن جریر نے ﴿نَعْلَمَ﴾ بمعنی لِنَرٰی ''تاکہ ہم دیکھیں'' پر سخت رد فرمایا ہے۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 21,20/2 تاہم ایک غیر مستند تفسیر بنام تنویر المقباس جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ناحق طور پر منسوب ہے، اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿نَعْلَمَ﴾ کے معنی لِنَرٰی وَ نُمَیِّزَ ''تاکہ ہم دیکھیں اور الگ کر دیں'' منقول ہے، علاوہ ازیں اکثر مفسرین نے بھی اس کے معنی لِنَرٰی ذکر کیے ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ② تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی: 645/2، رقم: 698(C.D).

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ

بس دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو (تو) اللہ تمھیں تمھارے اجر دے گا، اور وہ تم سے تمھارے

اَمْوَالَكُمْ ﴿36﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿37﴾ هٰۤاَنْتُمْ

(تمام) مال نہیں مانگے گا﴿36﴾ اگر اللہ تم سے (تمام) مال کا سوال کرے، پھر وہ (اس پر) اصرار کرے، تو تم بخل کرو گے، اور وہ تمھارے کینے نکال باہر

هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ

کرے گا﴿37﴾ سنو! تم تو وہ لوگ ہو کہ تمھیں دعوت دی جاتی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، پھر تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ

کرتا ہے تو بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو، اور اگر تم پھرو گے تو اللہ تمھارے سوا دوسرے لوگ بدل لائے

ع 4 10 8 ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿38﴾ ع

گا، پھر وہ تم جیسے (نافرمان) نہ ہوں گے﴿38﴾

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیک عمل مقبول ہے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿33﴾ ﴾ تو ہم نے کہا کہ یہ کون سی چیز ہے جو ہمارے اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ جہنم کو واجب کر دینے والے کبیرہ گناہ اور فواحش حتیٰ کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوگیا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ (النسآء 48:4) ''بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے۔'' جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم اس بارے میں گفتگو سے رک گئے، ہم کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں ڈرتے تھے اور ان کا ارتکاب نہ کرنے والے کے لیے پرامید تھے۔[1]

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو دنیا و آخرت میں سعادت و کامرانی کا موجب ہے اور اس نے ارتداد سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿33﴾ ﴾ ''اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔'' یعنی ارتداد کے ساتھ، اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿34﴾ ﴾ ''بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستے سے روکتے رہے، اور پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ (النسآء 48:4) ''بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) کو جس کے لیے چاہے بخش دے۔'' پھر اللہ جل وعلا نے اپنے مومن بندوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا تَهِنُوْا ﴾ ''تو تم کمزور نہ پڑو۔'' یعنی دشمنوں کے مقابلے میں

---

[1] تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی: 646/2، رقم: 699(C.D).

کمزوری نہ دکھاؤ۔ ﴿ وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ﴾ ”اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف (نہ) بلاؤ۔“ یعنی اپنی قوت، تعداد اور ساز و سامان کی کثرت کی حالت میں دشمن کو صلح و سلامتی کی دعوت نہ دو، البتہ اگر تمام مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کو قوت و کثرت حاصل ہو اور حاکم وقت معاہدہ و مصالحت ہی کو مصلحت سمجھے تو پھر وہ کفار کو صلح کی پیشکش کر سکتا ہے جیسا کہ کفار قریش نے جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور انھوں نے آپ کو دعوت دی کہ صلح کر لی جائے اور دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو قبول فرما لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ ﴾ ”اور اللہ تمھارے ساتھ ہے۔“ اس میں بہت زبردست بشارت ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت اور غلبہ حاصل ہو گا۔ ﴿ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿35﴾ ﴾ ”اور وہ تمھارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا۔“ یعنی وہ انھیں اکارت اور رائیگاں کر کے تمھیں ان سے محروم نہیں کرے گا بلکہ وہ تمھیں ان کا پورا پورا اجر و ثواب بھی عطا کرے گا اور تمھارے اعمال صالحہ کو ذرہ بھر کم بھی نہیں کرے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 36-38

دنیا کے حقیر ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حقیر اور بے حیثیت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ﴾ ”دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے۔“ یعنی دنیا کا حاصل کھیل اور تماشا ہی ہے، سوائے اس کے جو اس (دنیا) میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿36﴾ ﴾ ”اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیز گاری کرو گے تو وہ تم کو تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے مال طلب نہیں کرے گا۔“ یعنی وہ تم سے بے نیاز ہے، وہ تم سے کچھ طلب نہیں کرتا، اس نے تمھارے مال میں صدقات تو تمھارے فقیر بھائیوں ہی کی ہمدردی و خیر خواہی کے لیے فرض کیے ہیں تاکہ اس کا نفع تمھیں ہی حاصل ہو اور اس کا ثواب بھی تمھیں ملے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا ﴾ ”اگر وہ تم سے مال طلب کرے، پھر وہ تم سے مبالغہ و اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔“ یعنی تمھیں حرج میں مبتلا کر دے تو تم بخل کرنے لگو گے۔ ﴿ وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿37﴾ ﴾ ”اور تمھارے کینوں کو نکال باہر کرے۔“ قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اموال نکالنا درحقیقت کینوں کو نکال دینا ہے۔[1] قتادہ نے یہ بالکل سچ کہا ہے کیونکہ مال سے انسان کو محبت ہوتی ہے اور انسان اسے صرف اسی کام میں خرچ کرتا ہے جو اسے مال سے زیادہ پسند ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ ﴾ ”دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ ﴿ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾ ”اور جو بخل کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔“ یعنی اپنے اجر و ثواب کو کم کرتا ہے اور اس کا وبال اسی کی جان پر ہو گا۔ ﴿ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ ﴾ ”اور اللہ بے نیاز

[1] تفسیر عبدالرزاق: 209/3، رقم: 2891.

ہے۔"اپنے سوا ہر چیز سے، جبکہ ہر چیز ہمیشہ اس کی محتاج ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ﴾ "اور تم محتاج ہو۔" یعنی اس کی نسبت سے تم محتاج ہو، بے نیازی اس کی صفت لازم ہے جبکہ مخلوق کی لازمی صفت فقر و محتاجی ہے کہ مخلوقات اس سے کبھی الگ نہیں ہوسکتیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ﴾ "اور اگر تم روگردانی کرو۔" یعنی اس کی اطاعت اور اتباع شریعت سے۔ ﴿ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ "تو وہ تمھارے علاوہ کوئی (اور) لوگ بدل لائے گا، پھر وہ تمھاری طرح کے نہیں ہوں گے۔" بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سننے والے اور اس کی اور اس کے اوامر کی اطاعت بجالانے والے ہوں گے۔

سورۂ محمد کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر سورۂ فتح

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح مبین دی ① تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کی اگلی پچھلی ہر غلطی معاف کر دے،

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ② وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③

اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے، اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت دے ② اور (تاکہ) اللہ آپ کی بڑی زبردست مدد کرے ③

سورۂ فتح کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال رستے میں چلتے ہوئے اپنی سواری پر سورۂ فتح کی تلاوت فرمائی اور آپ نے اس میں ترجیع فرمائی۔ معاویہ (راوی) کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ بات ناپسند نہ ہوتی کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں آپ کی قراءت کی طرح قراءت کر کے سنا دیتا۔[1] امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت شعبہ بیان کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 3-1

سورۂ فتح کا سبب نزول: یہ سورۂ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے ذوالقعدہ 6ھ میں اس وقت واپس تشریف لا رہے تھے جب مشرکین نے عمرہ ادا کرنے کے لیے آپ کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا۔ وہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، پھر مصالحت اور معاہدے کی طرف مائل ہو گئے کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ جائیں تو آپ نے جماعت صحابہ کی ناپسندیدگی کے باوجود اس بات کو تسلیم فرما لیا، اس معاہدے کو ناپسند کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ اس سورت میں اپنے مقام پر اس کی تفسیر میں بیان کریں گے۔[3] جب آپ نے اس جگہ اپنی قربانی کے جانور کو نحر کر دیا جہاں آپ محصور کر دیے گئے تھے تو آپ واپس تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا اور اس میں آپ کے اور کفار مکہ کے حالات کو بیان فرمایا اور اس صلح کو مصلحت اور انجام کے اعتبار سے فتح قرار دیا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دیگر سے مروی ہے کہ تم فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو جبکہ ہم صلح حدیبیہ کو

① مسند أحمد: 54/5. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ (الفتح 48:1)، حديث: 4835 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب ذكر قراءة النبي ﷺ سورة الفتح يوم فتح مكة، حديث: 794.

③ دیکھیے الفتح، آیات: 26,25 کے ذیل میں۔

فتح قرار دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن کو فتح قرار دیتے تھے۔ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تم فتح مکہ کو فتح قرار دیتے ہو بلاشبہ فتح مکہ بھی فتح تھی مگر ہم تو حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو تھے، حدیبیہ ایک کنواں تھا جس کا ہم نے سارا پانی نکال لیا اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کنویں کی منڈیر پر جلوہ افروز ہو گئے، پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، اس سے وضو فرمایا، پھر کلی کی، دعا فرمائی اور اس پانی کو اس کنویں میں ڈال دیا، ہم نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا، پھر ہم نے اس سے اس قدر پانی حاصل کر لیا جس قدر اس کی ہمیں اور ہماری سواریوں کو ضرورت تھی۔ ②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، میں نے آپ سے ایک چیز کے بارے میں تین بار پوچھا مگر آپ نے جواب نہ دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: ابن خطاب! تجھے تیری ماں گم پائے، تو نے تین بار رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مگر آپ نے جواب نہیں دیا! آپ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی سواری پر سوار ہو گیا اور میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی، میں آگے بڑھا اور میں ڈرتا تھا کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل نہ ہو گئی ہو، اسی دوران میں ایک شخص نے پکارتے ہوئے کہا اے عمر! میں واپس پلٹا تو ڈر رہا تھا کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہو گئی ہو گی مگر جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [نَزَلَتْ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ سُورَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾] ”رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے اور وہ ہے: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ ”(اے محمد!) بے شک ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔“ “③ امام بخاری و ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو کئی طرق سے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔④ امام علی بن مدینی نے اس حدیث کی سند کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ مدنی اور جید سند ہے اور اسے ہم نے صرف اہل مدینہ ہی کے پاس پایا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ نبی اکرم ﷺ پر حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْأَرْضِ] ”رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔“ پھر

① تفسير الطبرى: 93,92/26 . ② صحيح البخارى، المغازى، باب غزوة الحديبية ، حديث: 4150 . ③ مسند أحمد : 31/1 . ④ صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① ﴾ (الفتح 1:48)، حديث : 4833 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الفتح، حديث : 3262 و السنن الكبرى للنسائى، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① ﴾ :461/6، حديث: 11499.

نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مبارک مبارک! اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ تو اس کے جواب میں آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''(یہ) اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے۔'' یہاں سے لے کر آپ نے ﴿ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ''بہت بڑی کامیابی۔'' تک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔① اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ اس قدر لمبی نماز ادا فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں فرما دیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(أَفَلَا) أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟] ''تو کیا میں (اس کا) شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟''③ اسے بخاری و مسلم نے اور سوائے ابوداود کے دیگر اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴾ ''بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف۔'' یعنی بین اور واضح فتح اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ اس کے سبب بہت خیر و بھلائی حاصل ہوئی، لوگوں کو امن حاصل ہو گیا اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا موقع مل گیا، مومنوں کو کافروں کے ساتھ گفتگو کا موقع مل گیا اور علم نافع اور ایمان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ ''تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔'' یہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے وہ خصوصیت ہے جس میں کوئی بھی آپ کا سہیم و شریک نہیں، آپ کے سوا اور کسی کے لیے بھی کسی صحیح حدیث سے اس کے اعمال کا یہ ثواب ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہوں، یہ شرف عظیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے کیونکہ آپ نے تمام امور میں ایسی اطاعت اور صبر و استقامت ہی کو اختیار فرمایا کہ جس تک اولین و آخرین میں سے کسی بشر کی رسائی نہ ہو سکی، آپ کی ذات گرامی بلاشبہ تمام انسانوں سے اکمل ہے اور آپ دنیا و آخرت میں ساری انسانیت کے سردار ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے

① مسند أحمد : 197/3 . ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث : 4172 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1786. ③ مسند أحمد :255/4 جبکہ قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد : 115/6 عن عائشة ؓ میں ہے۔ ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ ﴾ (الفتح 2:48)، حديث: 4836 و صحيح مسلم ، صفات المنافقين......، باب إكثار الأعمال......، حديث : 2819 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الاجتهاد في الصلاة، حديث:412 و سنن النسائي ، قيام الليل، باب الاختلاف على عائشة في إحياء الليل، حديث: 1645 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في طول القيام في الصلوات، حديث: 1419.

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں طمانیت و تسکین نازل کی، تاکہ ان کے ایمان میں اور (مزید) ایمان کا اضافہ ہو،

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ④ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اورآسمانوں اور زمین کے(سب) لشکر اللہ ہی کے ہیں، اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ④(یہ سب اس لیے کیا) تاکہ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ

وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کوایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،اور

ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ⑤ وَّیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ

(تاکہ) ان سے ان کی برائیاں دور کردے، اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے⑤ اور (تاکہ) منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ

اورمشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان کرتے ہیں، بری گردش انھی پر ہے، اور اللہ ان پر

عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ⑥ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

ناراض ہوا، اور اس نے ان پر لعنت کی، اوراس نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے، اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے⑥اور آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ⑦

اور زمین کے(سب) لشکر اللہ ہی کے لیے ہیں،اور اللہ نہایت غالب،خوب حکمت والا ہے⑦

رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار اور اس کے اوامر و نواہی کی سب سے زیادہ تعظیم بجالانے والے تھے، جب آپ کی اونٹنی مکہ مکرمہ کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے زمین پر بیٹھ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: [حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِیلِ] ''اسے اس ذات پاک نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ! (لَا یَسْأَلُونِّی الْیَوْمَ) (شَیْئًا) یُّعَظِّمُونَ فِیهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ (إِلَّا أَجَبْتُهُمْ إِلَیْهَا)] ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آج اگر وہ مجھ سے کسی بھی ایسی چیز کا سوال کریں جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی اشیاء کی عزت و تکریم کریں تو میں ان کی بات تسلیم کرلوں گا۔''①

جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اختیار کرتے ہوئے صلح کی دعوت قبول فرمالی تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ① لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ﴾ ''بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے

---

① صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد......، حدیث :2732,2731 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ و مروان. پہلی قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الجهاد، باب فی صلح العدو، حدیث:2765 اور دوسری قوسین والا لفظ اس سیاق میں نہیں ملا جبکہ تیسری قوسین والا جملہ المصنف لابن أبی شیبة، غزوة الحدیبیة :387/7، حدیث :36844 میں ہے۔

پچھلے گناہ بخش دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے۔‘‘یعنی دنیا و آخرت میں، ﴿ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ ﴾ ’’اور آپ کو سیدھے رستے پر چلائے۔‘‘یعنی شرع عظیم اور دین قویم کے اس رستے پر جسے اس نے آپ کے لیے مقرر فرما دیا ہے، ﴿ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ ﴾ ’’اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔‘‘یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے مقام و مرتبے کو سربلند کر کے آپ کے دشمنوں پر آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِّلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ] ’’معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلند فرما دیتا ہے۔‘‘① حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم اسے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔②

تفسیر آیات: 4-7

مومنوں کے دلوں پر سکینت کا نزول: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ السَّكِينَةَ ﴾ ’’وہی تو ہے جس نے (مومنوں کے دلوں پر) تسلی نازل فرمائی۔‘‘یعنی انھیں اطمینان عطا فرما دیا، قتادہ کہتے ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں وقار پیدا فرما دیا۔③ مومنوں سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ حدیبیہ کے دن کی بات ہے جب انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے آگے سر اطاعت خم کر دیا اور جب انھیں اطمینان قلب حاصل ہو گیا تو اس سے ان کے ایمان میں بھی مزید اضافہ ہو گیا۔ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ دلوں کے اندر ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔④ پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو کافروں سے بدلہ لے سکتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔‘‘یعنی اگر وہ چاہتا تو ان پر صرف ایک فرشتہ بھیج کر انھیں تباہ و برباد کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنے مومن بندوں کو جہاد و قتال کا حکم دیا ہے اور اس میں اس کی حکمت بالغہ، حجت قاطعہ اور براہین دامغہ کے کئی پہلو مضمر ہیں، اسی لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ ﴾ ’’اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔‘‘

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ﴾ ’’یہ اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ کے لیے داخل

① صحيح مسلم، البر والصلة......، باب استحباب العفو والتواضع، حديث : 2588 عن أبي هريرة رضي الله عنه . ② تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة عمر بن الخطاب رضي الله عنه...... : 275,274/47 . ③ تفسير الطبرى : 829/2 والدر المنثور : 69/6 . ④ صحيح البخارى، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: [بني الإسلام على خمس]، قبل الحديث : 8.

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ⑧ لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ⑧ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَتُوَقِّرُوهُ ط وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ

لاؤ، اور تم اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو، اور تم صبح اور شام اس (اللہ) کی پاکی بیان کرو ⑨ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں،

اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ أَوْفٰى

وہ تو بس اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد شکنی کی، تو بس وہ اپنی ہی ذات کے خلاف عہد شکنی

ع 1/10/9 بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ⑩ ع

کرتا ہے، اور جس نے (وہ) عہد پورا کیا جو اس نے اللہ سے باندھا تھا، تو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ⑩

کرے۔'' قبل ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبارک ہو! یہ نوید مسرت آپ کے لیے ہے اور ہمیں کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا﴾ یعنی اس میں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔[1] ﴿وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ط﴾ ''اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔'' یعنی ان کی غلطیوں اور گناہوں کی انھیں سزا نہ دے بلکہ عفو و درگزر سے کام لے کر انھیں بخش دے، پردہ پوشی فرمائے، رحم فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اچھا صلہ عطا فرمائے، ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ⑤﴾ ''اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط﴾ (آل عمرٰن 3:185) ''تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّينَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ط﴾ ''اور اس لیے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں، عذاب دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر الزام لگاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ قتل ہو کر بالکل ختم ہو جائیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ج وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ﴾ ''انھی پر برے حادثے واقع ہوں اور اللہ ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی۔'' یعنی انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيرًا ⑥﴾ ''اور ان کے لیے دوزخ تیار کیا اور وہ بری جگہ ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وہ اپنے دشمنوں، اسلام کے دشمنوں، کافروں اور منافقوں سے انتقام لے سکتا ہے، فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ⑦﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں

① دیکھیے الفتح، آیت: 2 کے ذیل میں اور صحیح البخاري، المغازی، باب غزوة الحدیبیة، حدیث: 4172 و صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1786.

اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔‘‘

تفسیر آیات: 8-10

رسول اللہ ﷺ کی صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا ﴾ ’’یقیناً ہم نے (اے محمد!) آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔‘‘ یعنی مخلوق کے بارے میں گواہی دینے والا، ﴿ وَّ مُبَشِّرًا ﴾ ’’اور خوش خبری سنانے والا۔‘‘ یعنی مومنوں کو، ﴿ وَّ نَذِیۡرًا ﴾ ’’اور خوف دلانے والا۔‘‘ یعنی کافروں کو، اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں سورۂ احزاب میں بیان کی جا چکی ہے۔[1] ﴿ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ ﴾ ’’تاکہ (مسلمانو!) تم اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان کی تعظیم بجا لاؤ۔[2] ﴿ وَ تُوَقِّرُوۡهُ ﴾ ’’اور ان (رسول) کی عزت و تکریم کرو۔‘‘ یہ توقیر سے ہے جس کے معنی احترام، اجلال اور تعظیم بجا لانے کے ہیں۔ ﴿ وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّ اَصِیۡلًا ﴾ ’’اور صبح و شام اس (اللہ) کی تسبیح کرتے رہو۔‘‘ یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہو۔

بیعت رضوان: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تشریف و تعظیم و تکریم عطا کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ ﴾ ’’بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النسآء 4:80) ’’جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔‘‘ ﴿ یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ ﴾ ’’اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔‘‘ یعنی وہ ان کے پاس موجود ہے، ان کی باتوں کو سنتا، ان کی جگہ کو دیکھتا اور ان کے ظاہری و باطنی حالات کو جانتا ہے، گویا رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ ہی ان سے بیعت لیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡهِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىةِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِكُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴾ (التوبة 9:111) ’’بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘ ﴿ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیۡهُ اللّٰهَ فَسَیُؤۡتِیۡهِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴾ ’’اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔‘‘ یعنی ثواب جزیل عطا فرمائے گا۔ اس بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو حدیبیہ کے مقام پر ببول کے ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ اس دن بیعت کرنے والے حضرات صحابہ کرام کی

---

[1] دیکھیے الأحزاب، آیت: 45 کے تحت عنوان: ’’رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ‘‘ [2] تفسیر القرطبی: 266/16.

تعداد تیرہ سو،① دوسرے قول کے مطابق چودہ سو،② اور تیسرے قول کے مطابق پندرہ سو تھی۔③ اور اس سلسلے میں درمیان والا قول سب سے زیادہ صحیح ہے، یعنی ان کی تعداد چودہ سو تھی۔

حدیبیہ کی تفصیل: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی۔④ اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔⑤ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، اسی دن آپ نے اپنا دست مبارک جب پانی میں ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے رواں ہو گیا حتی کہ سب لوگوں نے اسے خوب سیر ہو کر پیا۔⑥ حدیبیہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیاس کے بارے میں یہ ایک مفصل روایت کا اختصار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن انھیں اپنے ترکش کا ایک تیر عطا فرمایا جسے انھوں نے حدیبیہ کے (خشک) کنویں میں ڈال دیا، اس سے پانی جوش مارنے لگ گیا حتی کہ وہ سب لوگوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اس دن تمھاری تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم چودہ سو تھے اور اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے پھر بھی یہ پانی ہماری ضرورت کے لیے کافی تھا۔⑦ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ تعداد پندرہ سو تھی۔⑧

امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے سعید بن میسّب سے پوچھا کہ بیعت رضوان کے موقع پر صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے کہا: پندرہ سو، میں نے عرض کی: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی، حضرت سعید بن میسّب نے جواب دیا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے، انھوں نے خود مجھ سے یہ بیان فرمایا تھا کہ ان کی تعداد پندرہ سو تھی۔⑨ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما پہلے ان کی تعداد پندرہ سو بیان کیا کرتے تھے، پھر انھیں اپنی غلطی یاد آئی تو انھوں نے تعداد چودہ سو بیان کرنا شروع کر دی۔⑩

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4155 عن عبدالله بن أبي أوفى ﷺ. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4154 عن جابر بن عبدالله ﷺ. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4152 عن جابر بن عبدالله ﷺ. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح 48:18)، حديث: 4840. ⑤ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش......، حديث: 1856. ⑥ صحيح البخاري، الأشربة، باب شرب البركة والماء المبارك، حديث: 5639 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (74)-1856 مختصرًا. ⑦ صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة......، حديث: 2732,2731 عن المسور بن مخرمة ﷺ جبکہ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ...... ہماری ضرورت کے لیے کافی تھا'' تک کے الفاظ صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث: 3576 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (73)-1856 مختصرا میں ہیں، البتہ اس حوالے میں ''ہم پندرہ سو تھے'' ہے اور ''چودہ سو'' کے الفاظ اس سیاق میں نہیں ملے۔ ⑧ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4152 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (73)-1856. ⑨ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4153 لیکن اس میں اتنا ہی ہے کہ میسّب نے جواب دیا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے۔ انھوں نے مجھے بیان کیا ہے کہ صحابہ پندرہ سو تھے، وہم کی نسبت نہیں کی، البتہ دلائل النبوہ کے مندرجہ ذیل حوالے میں وہم کی نسبت صراحتًا آئی ہے۔ ⑩ دلائل النبوة للبيهقي، باب عدد من كان مع النبي ﷺ بالحديبية: 97/4.

صلح حدیبیہ

(ذی القعدہ 6ھ)

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴾

”بے شک، ہم نے آپ کو واضح فتح دی۔“ (الفتح 48:1)

بیعت رضوان

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾

”اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان و سکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔“ (الفتح 48:18)

x حدیبیہ کا مقام — || آغاز حرم کے مقامات

• مقامِ میقات — حرم مکی کی حدود

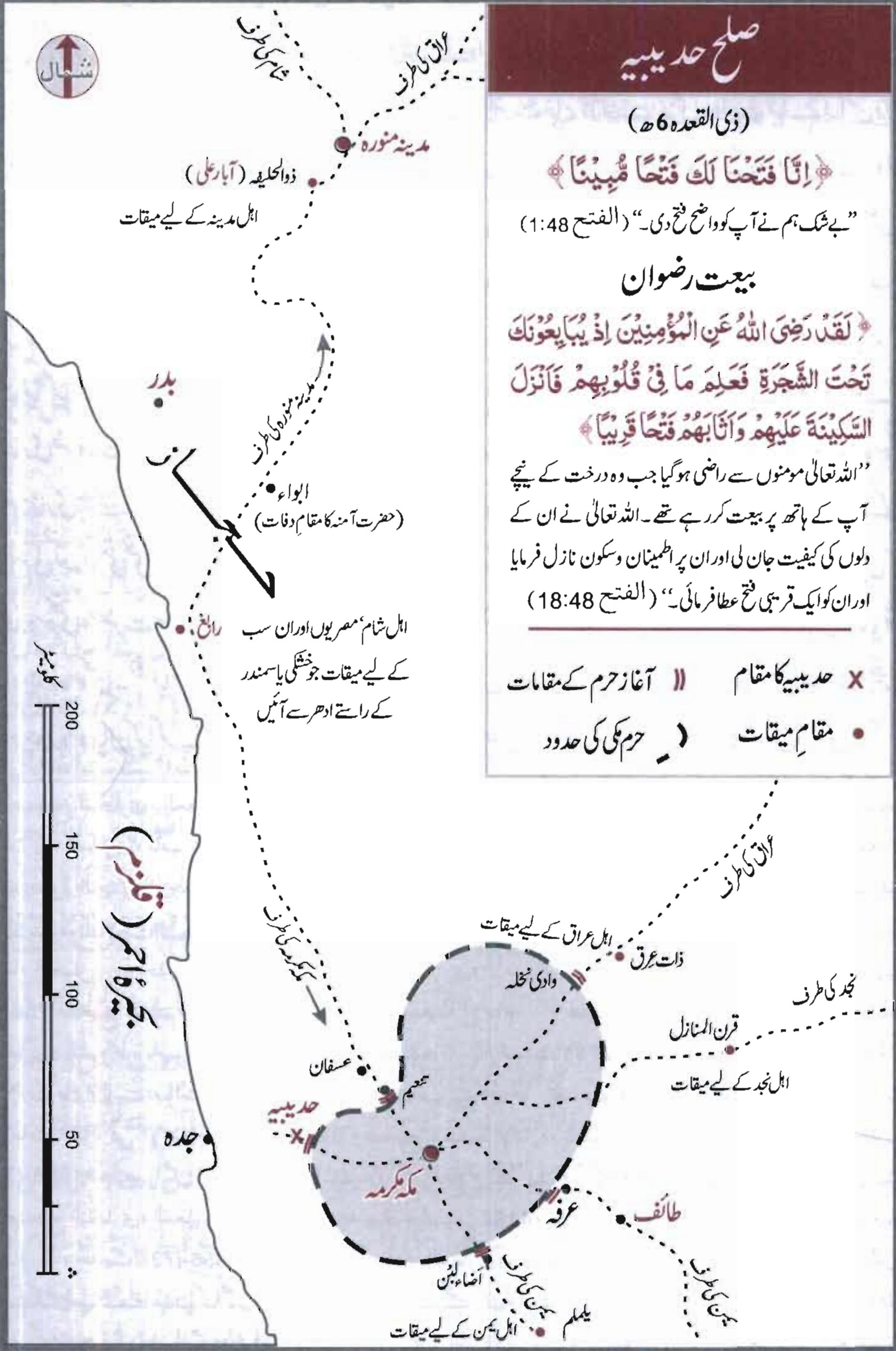

اس عظیم الشان بیعت کا سبب: محمد بن اسحاق بن یسار نے سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں بھیجنے کے لیے عمر بن خطاب کو طلب فرمایا تا کہ وہ سردارانِ قریش تک آپ کی آمد کے مقصد کو پہنچا دیں، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے قریش کی طرف سے جان کا ڈر ہے اور مکہ میں خاندان عدی بن کعب کا کوئی فرد نہیں جو میری حفاظت کر سکے اور قریش کو خوب معلوم ہے کہ میری ان سے کس قدر شدید دشمنی اور میرا ان سے کتنا شدید برتاؤ تھا، اس لیے میں ایک ایسے شخص کی نشاندہی کرتا ہوں جو قریش پر مجھ سے زیادہ غالب ہے اور وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے انھیں ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس بھیجا تا کہ وہ انھیں بتا دیں کہ آپ لڑائی کرنے کے لیے تشریف نہیں لائے ہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سوئے مکہ روانہ ہو گئے، مکہ میں داخل ہوتے وقت یا داخل ہونے سے پہلے ان کی ملاقات ابان بن سعید بن عاص سے ہوئی، انھوں نے حضرت عثمان کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا اور انھیں اپنی پناہ میں لیے رکھا حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، آپ جب پیغام پہنچانے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں مگر آپ نے جواب دیا کہ نہیں، میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں، قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس یہ افواہ پہنچ گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: [لَا نَبْرَحُ حَتّٰى نُنَاجِزَ الْقَوْمَ] ''اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ان لوگوں سے لڑ نہ لیں۔'' اس مقصد کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے موت پر بیعت کی تھی جبکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے موت پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ ہم نے بیعت اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان سے بھاگیں گے نہیں۔ سب لوگوں نے بیعت کی حتی کہ بنوسلمہ کے جد بن قیس کے سوا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے بیعت نہ کی ہو، میں اسے گویا دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی اونٹنی کی بغل کے ساتھ چمٹا ہوا لوگوں کی نگاہوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کر دیے جانے کی بات غلط ہے۔ [1]

حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت اہل مکہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے گئے ہوئے تھے تو آپ نے لوگوں سے بیعت کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عُثْمَانَ فِي حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ] ''بے شک عثمان اللہ تعالیٰ اور اس

---

[1] السيرة النبوية لابن إسحٰق، أمر الحديبية في آخر سنة ست و ذكر بيعة الرضوان: 2/460,459.

کے رسول کے کام سے گیا ہے۔'' تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بیعت لے لی تو اس طرح حضرت عثمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ان لوگوں کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہت بہتر تھا۔ ①

امام بخاری نے نافع سے روایت کیا ہے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے لیکن یہ بات درست نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے آپ کے گھوڑے کو لے آئے وہ اس گھوڑے کو لڑائی کے لیے استعمال کریں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم نہ تھی لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور گھوڑا لینے کے لیے روانہ ہو گئے، پھر اسے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت جنگی لباس زیب تن کر رہے تھے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑے اور انھوں نے بھی جا کر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، اسی بات کو لوگ اس طرح بیان کرنے لگے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ ② پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ لوگ درختوں کے سائے میں مختلف مقامات پر بیٹھ گئے تھے، پھر لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبداللہ! دیکھ کیا بات ہے؟ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں تو انھوں نے بیعت کر لی، پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انھوں نے بھی آ کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ ③

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی اور ہم نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے دست مبارک کو تھامے ہوئے تھے، یہ بیعت درخت کے نیچے ہو رہی تھی اور یہ درخت ببول کا تھا، ان کا بیان ہے کہ ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے۔ ④

امام مسلم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس دن ہماری تعداد

---

① سنن أبی داود، الجهاد، باب فيمن جاء بعد الغنيمة......، حديث :2726 اس حوالے میں یوم بدر کے لفظ ہیں لیکن شارحین نے اسے راوی کا وہم قرار دیا ہے، دیکھیے اس حدیث کے تحت عون المعبود: 283/7 و جامع الترمذی، المناقب، باب فی عد عثمان تسميته......، حديث:3702 و اللفظ له جبکہ ہمیں حافظ ابوبکر بیہقی کی کتابوں السنن الکبری اور دلائل النبوة میں یہ حدیث نہیں ملی۔ ② صحيح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث :4186. ③ صحيح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث :4187. ④ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام...... ، حديث :1856.

چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ ہم نے یہ بیعت اس پر کی تھی کہ میدان جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ ①
امام بخاری رحمہ اللہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، یزید کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے ابومسلم! اس دن تم لوگوں نے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔ ②
امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور پھر میں ایک طرف ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا سَلَمَةُ! أَلَا تُبَايِعُ؟] ''اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی: میں نے بیعت کر لی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَقْبِلْ فَبَايِعْ] ''آؤ بیعت کرلو۔'' تو میں نے آپ کے قریب ہو کر پھر بیعت کر لی، میں نے پوچھا کہ سلمہ! تم نے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔ ③ اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ④ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے عباد بن تمیم سے بھی روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے یہ بیعت موت پر کی تھی۔ ⑤

امام بیہقی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے مقام پر آئے اور اس وقت ہماری تعداد چودہ سو تھی، یہاں پچاس بکریاں تھیں اور ان کا دودھ اس تعداد کو سیر نہیں کر سکتا تھا، رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی یا اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا جس سے کنویں میں پانی جوش مارنے لگ گیا، ہم سب لوگوں نے بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے درخت کے تنے کے پاس بیٹھ کر بیعت کی دعوت دی تو سب سے پہلے میں نے بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا، پھر لوگوں نے جوق در جوق بیعت کی، رسول اللہ ﷺ لوگوں میں گھرے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: [بَايِعْنِي يَاسَلَمَةُ!] ''سلمہ! تم بھی میری بیعت کرو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے تو آپ کی سب سے پہلے بیعت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَأَيْضًا] ''پھر بھی بیعت کرلو۔'' رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے ایک طرف دیکھا تو آپ نے مجھے ڈھال پکڑا دی، پھر آپ نے لوگوں سے بیعت لی حتی کہ جب آخر تک سب لوگوں نے بیعت کر لی تو آپ نے فرمایا: [أَلَا تُبَايِعُ يَاسَلَمَةُ؟] ''سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے تو ابتدا میں اور پھر درمیان میں بھی بیعت کر لی تھی، آپ نے فرمایا: [وَأَيْضًا] ''پھر کرلو۔'' اس طرح میں نے تیسری بار بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا سَلَمَةُ! أَيْنَ حَجَفَتُكَ أَوْ دَرَقَتُكَ الَّتِي أَعْطَيْتُكَ؟] ''سلمہ! وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمھیں دی تھی؟'' میں نے عرض کی:

---

① صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث :1858. ② صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب البيعة في الحرب على أن لا يفروا، حديث :2960 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث:1860 مختصرًا. ③ صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب البيعة في الحرب......، حديث:2960 و المعجم الكبير للطبراني، ترجمة يزيد بن أبي عبيد......:30,29/7، حديث:6281 و اللفظ له. ④ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: 1860 مختصرًا. ⑤ صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب البيعة في الحرب......، حديث : 2959 و4167.

اے اللہ کے رسول! مجھے عامر ایک طرف ملے تو وہ میں نے انھیں دے دی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنستے ہوئے فرمانے لگے: [إِنَّكَ كَالَّذِي قَالَ الْأَوَّلُ: اَللّٰهُمَّ! أَبْغِنِي حَبِيبًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي] ''تمھاری مثال تو اس پہلے زمانے کے آدمی کی طرح ہے جس نے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے ایک ایسا دوست عطا فرما جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔''

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر مشرکین نے صلح کے بارے میں ہم سے مراسلت شروع کر دی اور ہم ایک دوسرے کے پاس آئے حتی کہ ہم نے صلح کر لی، میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا خادم تھا، میں ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا، اسے دور باندھ دیتا اور انھی کے پاس کھانا کھایا کرتا تھا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر ہجرت کر کے اپنے اہل و مال کو چھوڑ دیا تھا، جب ہم نے اور اہل مکہ نے صلح کر لی اور ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے تو میں نے درخت کے پاس آ کر اس کے کانٹے صاف کیے اور اس کے سائے میں اس کے تنے کے پاس لیٹ گیا، میرے پاس مکہ کے چار مشرکین آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ناشائستہ گفتگو شروع کر دی جس کی وجہ سے مجھے ان پر بہت غصہ آیا اور میں اس جگہ کو چھوڑ کر دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا، انھوں نے درخت کے ساتھ اپنا اسلحہ لٹکایا اور خود لیٹ گئے، اسی دوران میں وادی کے زیریں طرف سے ایک شخص نے اعلان کیا کہ اے مہاجرین! ابن زُنیم کو قتل کر دیا گیا ہے، میں نے اپنی تلوار سونتی اور ان چاروں مشرکین پر جو سوئے ہوئے تھے حملہ کر دیا اور ان کا اسلحہ بھی لے کر ہاتھ میں پکڑ لیا، پھر میں نے کہا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو عزت بخشی ہے! تم میں سے جس نے بھی اپنا سر اٹھایا تو میں اس کے چہرے پر ماروں گا جس میں اس کی دو آنکھیں ہیں، پھر میں انھیں ہانک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا، میرے چچا عامر بھی عَبلات کے ایک شخص کو جو مشرکین میں سے تھا اور جس کا نام مکرز تھا، گھسیٹتے ہوئے لے آئے حتی کہ دیگر ستر مشرکین کے ساتھ ان سب کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: [دَعُوهُمْ، يَكُنْ لَّهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَثِنَاهُ] ''انھیں چھوڑ دو کہ برائی کی ابتدا اور انتہا انھی کے حصے میں آئے۔'' الغرض رسول اللہ ﷺ نے انھیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے۔''[1] امام مسلم نے بھی اس روایت کو قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔[2]

صحیحین میں سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ میرے والد گرامی بھی ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی، اگلے سال جب ہم حج کے لیے گئے تو وہ جگہ اوجھل ہوگئی اور اگر تمھیں معلوم ہو جائے تو تم اس کے بارے میں بہتر جانتے ہو۔[3] امام ابوبکر حمیدی نے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان

---

① دلائل النبوة للبيهقي، باب إرسال النبي ﷺ عثمان بن عفان رضي الله عنه إلى مكة......: 4/138-141. ② صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة ذي قرد...... ، حديث: 1807. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4164 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: 1859 واللفظ له.

کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو ہم نے جد بن قیس نامی ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کی بغل کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔① اسے مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔② امام حمیدی ہی نے عمرو سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا:[أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ] ''آج تم روئے زمین کے سب سے بہتر انسان ہو۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے نظر آتا③ تو میں تمھیں بھی اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔④ سفیان کہتے ہیں کہ اس درخت کی جگہ کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اسے بخاری و مسلم نے بھی بطریق سفیان روایت کیا ہے۔⑤

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ] ''ان لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔''⑥

عبداللہ بن احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:[مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ، فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ] ''جو شخص مرار کی گھاٹی پر چڑھے تو اس کے گناہوں کو اس طرح معاف کر دیا جائے گا جس طرح بنی اسرائیل کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا تھا۔'' اس گھاٹی پر سب سے پہلے خزرج کے گھڑ سوار چڑھے، پھر دوسرے لوگ بھی اس پر تیزی سے چڑھنے لگے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:[وَكُلُّكُمْ مَّغْفُورٌ لَّهُ، إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ] ''سرخ اونٹ والے کے سوا تم سب کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔'' ہم نے اس سے کہا کہ آؤ تاکہ رسول اللہ ﷺ تیری بخشش کی دعا فرمائیں، اس نے جواب دیا کہ اگر مجھے میرا گمشدہ سامان مل جائے تو یہ مجھے تمھارے ساتھی کی بخشش کی دعا سے زیادہ پسند ہے، یہ شخص اپنے گمشدہ سامان کی تلاش کے لیے اعلان کر رہا تھا۔⑦

امام مسلم نے ابو زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ [لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ مِّنَ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا] ''ان شاء اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔'' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیوں نہیں، اللہ کے رسول! تو آپ نے انھیں ڈانٹا۔

---

① مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبداللہ الأنصاری رضی اللہ عنہ: 537/2، حدیث: 1277. ② صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام......، حدیث: (69)-1856 مختصرًا. ③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی اس وقت ختم ہو گئی تھی۔ ④ مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبداللہ الأنصاری رضی اللہ عنہ: 514/2، حدیث: 1225. ⑤ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحدیبیة، حدیث: 4154 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام......، حدیث: (71)-1856 جبکہ سفیان کا یہ قول کہ اس درخت کی جگہ کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا تھا، دلائل النبوة للبیهقی، باب فضل من بایع تحت الشجرة......: 142/4 میں ہے۔ ⑥ مسند أحمد: 350/3 مزید دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی الخلفاء، حدیث: 4653 و جامع الترمذی، المناقب، باب ماجاء فی فضل من بایع تحت الشجرة، حدیث: 3860. ⑦ صحیح مسلم، کتاب و باب صفات المنافقین و أحکامهم، حدیث: 2780.

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

دیہاتیوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ آپ سے ضرور کہیں گے: ہمارے مالوں اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا تھا، لہٰذا

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

آپ ہمارے لیے مغفرت طلب کریں، وہ اپنی زبانوں سے وہ (بات) کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ کہہ دیجیے: پھر کون تمھارے لیے

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ

اللہ سے کسی شے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا کوئی نفع دینا چاہے؟ (کوئی بھی نہیں) بلکہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

کرتے ہو⑪ بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے اہل وعیال کی طرف ہرگز نہیں پلٹیں گے، اور یہ بات تمھارے دلوں میں پرکشش بنا دی گئی

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ

تھی، اور تم نے برا گمان کیا تھا، اور تم لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے⑫ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بلاشبہ ہم نے ایسے کافروں

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

کے لیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے⑬ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭

عذاب دے، اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے⑭

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ﴾ (مریم 71:19) ''اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر سے گزرنا ہوگا۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾ (مریم 72:19) ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔''[1]

اور مسلم ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب بن ابو بلتعہ کا ایک غلام آیا اور اس نے حاطب کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور بالضرور جہنم میں داخل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا، فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ] ''تو غلط کہتا ہے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اس نے تو بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔''[2] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے ان بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ⑩﴾ ''بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں بلاشبہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أصحاب الشجرة......، حديث : 2496 . ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبي بلتعة......، حديث : 2495 .

کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔'' اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ ﴾ (الفتح 48:18) ''(اے پیغمبر!) جب مومن درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے کوئی شک نہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، چنانچہ جو (صدق و خلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انھیں بدلے میں فتح عنایت کی۔''

تفسیر آیات: 11-14

حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان پیچھے رہ جانے والے اعراب کے بارے میں بتایا ہے جنھوں نے اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کو پسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کو ترک کر دیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے عذر پیش کریں گے اور آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ ان کی بخشش کے لیے دعا مانگیں اور ان کا یہ طرز عمل بھی اعتقاد کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقیہ اور تکلف کے طور پر تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ ﴾ ''یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، کہہ دیں کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمھیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے، جو اس کے سامنے تمھارے لیے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے؟ (کوئی نہیں۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں جو ارادہ فرمائیں اسے ٹال دینے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور وہ تمھارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور وہ تمھارے تقیہ اور نفاق سے خوب واقف ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ ﴾ ''بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ﴾ ''بلکہ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل و عیال کی طرف کبھی بھی لوٹ کر آئیں گے ہی نہیں۔'' یعنی تمھارا پیچھے رہ جانا عذر اور معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ نفاق کی وجہ سے تھا اور تم یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان شہید کر دیے جائیں گے، ان کی جڑ کٹ جائے گی، وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں کوئی خبر دینے والا بھی واپس نہیں آئے گا۔ ﴿ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝ ﴾ ''تم نے برے برے خیال کیے اور (آخر کار) تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔'' اور ﴿ بُوْرًا ۝ ﴾ کے معنی ہیں ہلاک ہونے والے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے۔[1] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں فاسد لوگ۔[2] کہا گیا ہے کہ یہ لفظ لغت عمان کا ہے، پھر فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے۔'' یعنی ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر الطبری: 103,102/26 و تفسیر القرطبی: 269/16. [2] تفسیر الطبری: 103/26.

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

عنقریب جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے (خیبر کو) چلو گے تو پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ کہیں گے: ہمیں بھی چھوٹ (اجازت) دیجیے ہم

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

بھی تمھارے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام (وعدہ) بدل دیں، کہہ دیجیے: تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں چلو گے، اللہ نے پہلے ہی سے یہ

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮

فرما دیا ہے۔ پھر وہ یقیناً کہیں گے: (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (ایسا نہیں) بلکہ وہ لوگ کم ہی سمجھتے ہیں ⑮

اسے جہنم میں عذاب دے گا، خواہ لوگوں کے سامنے وہ یہ ظاہر کرے جس سے وہ حقیقت کے خلاف سمجھنے لگیں، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آسمان وزمین والوں کا وہی حاکم، مالک اور متصرف ہے۔ ﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭﴾ ''وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔'' اس کے لیے جو توبہ کرے، رجوع کرے اور اس کے آگے جھک جائے۔

تفسیر آیت:15

آیت مبارکہ میں ﴿كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ﴾ سے کیا مراد ہے؟ عمرۂ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جانے والے اعراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیبر فتح کرنے کے لیے نکلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ مل کر مال غنیمت جمع کرنے کے لیے نکلنے کی اجازت طلب کریں گے، حالانکہ دشمنوں سے جنگ، ان سے مقابلہ اور مشکل وقت میں ساتھ نکلنے کے بجائے وہ پیچھے رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ جب وہ اجازت طلب کریں تو انھیں اجازت نہ دیں اور یہ سزا ان کے گناہ کی جنس کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اہل حدیبیہ سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے اعراب میں سے کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا، لہٰذا شرعاً اور قدرًا اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ﴾ ''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں۔'' مجاہد، قتادہ اور جویبر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول سے مراد وہ وعدہ ہے جو اس نے اہل حدیبیہ سے فرمایا تھا۔ [1] امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ [2] ﴿قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ''کہہ دیں کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں آسکتے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔'' یعنی تمھارے ساتھ چلنے کے بارے میں سوال کرنے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا اہل حدیبیہ سے وعدہ فرما لیا ہے۔ ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ﴾ ''پھر عنقریب کہیں گے کہ نہیں تم ہم سے حسد کرتے ہو۔'' اس بات سے کہ ہم بھی تمھارے ساتھ غنیمتوں میں شریک ہوں۔ ﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮﴾ ''بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔'' یعنی بات اس طرح نہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کیونکہ ان میں فہم ہی نہیں ہے۔

---

① تفسیر الطبری: 104/26. ② تفسیر الطبری: 104/26.

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ ان پیچھے چھوڑے جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجیے: عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے لڑو گے

اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمھیں نیک اجر دے گا، اور اگر تم پھرو گے جیسا کہ اس سے پہلے تم پھرے

مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

تو وہ تمھیں نہایت دردناک عذاب دے گا⑯ (جہاد سے پیچھے رہنے میں) اندھے پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے، اور نہ مریض

وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

پر کوئی گناہ ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ع ع 2 7 10

اور جو شخص (حق سے) پھرے گا تو وہ اسے نہایت دردناک عذاب دے گا⑰

تفسیر آیات:17,16

ایک اور جہاد کی خبر جس سے مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے گا: مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان سخت جنگجو لوگوں سے کون مراد ہیں جن کے ساتھ لڑائی کے لیے بلائے جانے کا یہاں ذکر ہے۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں ان سے مراد ہوازن کے لوگ ہیں۔① اس قول کو شعبہ نے ابوبشر سے اور انھوں نے اسے سعید بن جبیر یا عکرمہ یا ان دونوں سے روایت کیا ہے۔② اور ایک روایت کے مطابق امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔③ ان سے مراد ثقیف کے لوگ ہیں، یہ ضحاک کا قول ہے۔④ ان سے مراد بنو حنیفہ ہیں، یہ جویبر کا قول ہے۔⑤ محمد بن اسحاق نے اسے امام زہری سے روایت کیا ہے۔⑥ اور عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑦ کعب احبار کہتے ہیں کہ ان سے مراد رومی ہیں۔⑧ ابن ابولیلیٰ، عطاء، حسن اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے ایرانی اور رومی لوگ مراد ہیں۔⑨ مجاہد سے روایت ہے کہ ان سے بت پرست مراد ہیں۔⑩ انھی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان سے سخت جنگجو لوگ مراد ہیں، کوئی خاص لوگ مراد نہیں۔ ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔⑪

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ﴾ ”ان سے تم یا تو جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔“ یعنی تمھارے لیے ان سے جہاد اور قتال کا حکم ہے اور ہمیشہ ان کے خلاف جہاد ہوتا رہے گا اور تمھیں ان پر فتح حاصل

① تفسیر الطبری: 108,107/26 . ② تفسیر الطبری: 108/26 . ③ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 . ④ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 عن سعید . ⑤ تفسیر الطبری: 108/26 عن الزہری. ⑥ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 . ⑦ تفسیر الطبری: 108/26 . ⑧ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 . ⑨ تفسیر الطبری: 107/26 . ⑩ الدر المنثور: 66/6 . ⑪ تفسیر الطبری: 109,108/26 .

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ

البتہ تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، چنانچہ ان کے دلوں میں جو (خلوص) تھا، وہ اس نے جان

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ⑱ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ط

لیا، تو اس نے ان پر طمانینت و تسکین نازل کی اور بدلے میں انھیں قریب کی فتح دی ⑱ اور بہت سی غنیمتیں بھی (عطا کیں) جو وہ حاصل کریں گے۔ اور

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑲

اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑲

ہوتی رہے گی یا پھر بغیر قتال کے اپنی مرضی سے وہ تمھارے دین میں داخل ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا: ﴿ فَاِنْ تُطِيْعُوْا ﴾ ''پھر اگر تم حکم مانو گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکل آؤ گے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرو گے ﴿ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ''تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلے پھیرا تھا۔'' حدیبیہ کے زمانے میں کہ جب تم کو جہاد کے لیے کہا گیا مگر تم نے شرکت نہ کی اور پیچھے بیٹھے رہ گئے ﴿ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯ ﴾ ''(تو) وہ تمھیں عذاب دے گا بہت دردناک عذاب۔''

ترک جہاد کے لیے شرعی عذر: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ترک جہاد کے شرعی عذر ذکر فرمائے ہیں کہ ان میں سے کچھ تو مستقل نوعیت کے ہیں، مثلاً: اندھا پن اور مستقل لنگڑا پن اور کچھ عارضی نوعیت کے، مثلاً: چند دن کے لیے آنے والی بیماری جو بعد میں ختم ہو جائے تو ایسی بیماری میں مبتلا انسان حالت مرض میں معذور لوگوں میں شمار ہو گا حتی کہ وہ صحت یاب ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرے گا، اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا اور جو روگردانی کرے گا۔'' یعنی جہاد سے منہ موڑ کر اپنے دنیوی مشاغل ہی میں کھویا رہے گا ﴿ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ﴾ ''اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔'' یعنی دنیا میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں آتش جہنم میں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 19,18

اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غنیمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں سے خوش ہو گیا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور یہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان سعادت مند لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی اور سرزمین حدیبیہ میں یہ ببول کا درخت تھا جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے طارق سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا تو کچھ لوگوں کے پاس سے میرا گزر ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے

① دیکھیے الفتح، آیت: 10 کے ذیل میں۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ

اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم انھیں حاصل کرو گے، چنانچہ اس نے جلد ہی وہ تمھیں عطا کر دیں، اور لوگوں کے

وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿20﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا

ہاتھ تم سے روک دیے، تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی ہو جائے، اور تاکہ وہ تمھیں صراط مستقیم کی ہدایت دے﴿20﴾اور (اللہ نے)

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿21﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

دوسری غنیمتوں کا بھی (وعدہ کیا) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے (مگر) اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے﴿21﴾

لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿22﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ

اور اگر وہ لوگ، جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً وہ پیٹھوں کے بل پھر جاتے، پھر وہ کوئی دوست اور کوئی مددگار نہ پاتے﴿22﴾یہ اللہ کا

قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿23﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

طریقہ ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے، اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے﴿23﴾اور وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے وادیٔ مکہ

وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا

میں ان (کفار) کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے بعد اس کے کہ اس نے تمھیں ان پر کامیابی دی تھی، اور اللہ اسے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿24﴾

خوب دیکھ رہا ہے جو تم عمل کرتے ہو﴿24﴾

رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی، میں نے سعید بن مسیّب کو یہ بات بتائی تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد گرامی نے بیان کیا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا کہ جب ہم اگلے سال آئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے تھے اور اسے تلاش نہ کر سکے، سعید نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کو تو یہ درخت معلوم نہ ہو سکا تھا اور تم نے معلوم کر لیا ہے، تم ہی زیادہ جانتے ہو![1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ ''تو جو اُن کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا۔'' یعنی صدق و وفا اور سمع و طاعت، ﴿ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ ﴾ ''پھر ان پر تسلی نازل فرمائی۔'' یعنی طمانینت، ﴿ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿18﴾ ﴾ ''اور انھیں بدلے میں فتح قریب عنایت کی۔'' اور اس سے مراد وہ صلح ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان کروا دی اور پھر اس کے بعد خیر و برکت کا مسلسل دور شروع ہو گیا تو اس کے فوراً بعد پہلے خیبر فتح ہوا، پھر مکہ مکرمہ اور پھر دیگر تمام علاقوں پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی عزت و سربلندی اور فتح و نصرت سے سرفراز فرما دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿19﴾ ﴾ ''اور بہت سی غنیمتیں جو انھوں

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4163 وصحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (77)-1859 مختصرًا.

نے حاصل کیں اور اللہ بڑا غالب، حکمت والا ہے۔“

تفسیر آیات:20-24

بہت سی غنیمتوں کا وعدہ: امام مجاہد ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا ﴾ ”اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آج تک حاصل ہونے والی تمام غنیمتیں ہیں۔[1] ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ”تو اس نے جلد ہی تمھیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔“ یعنی جلد فتح خیبر سے نواز دیا۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے،[2] ﴿ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ﴾ ”اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے۔“ یعنی دشمن تمھارے لیے جنگ و جدال کے جو منصوبے بنا رہے تھے تمھیں ان سے کوئی نقصان نہ پہنچا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں کو بھی تمھارے اہل و عیال سے روکے رکھا جنھیں تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے، ﴿ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”تاکہ یہ مومنوں کے لیے (اللہ کی) نشانی ہو۔“ تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں کہ بے شک ان کی تعداد کی قلت کے باوجود ان کے تمام دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا حامی و ناصر ہے اور اس سے مسلمان یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے انجام کو جانتا ہے اور سراسر خیر و بھلائی اسی کام میں ہے جسے وہ اپنے مومن بندوں کے لیے پسند فرمائے، گو وہ بظاہر انھیں ناپسند ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرة 216:2) ”ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے، حالانکہ وہ تمھارے حق میں بھلی ہو۔“ ﴿ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴾ ”اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔“ اس کے حکم کی اطاعت، اس کی اتباع اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کی وجہ سے۔

قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ ”اور دوسری (غنیمتیں دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے اور وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی دیگر غنیمتیں اور فتوحات، جن کی تمھیں قدرت نہیں تھی اللہ تعالیٰ کو ان کی قدرت تھی وہ اس نے تمھارے لیے آسان کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار بندوں کو ایسی ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس غنیمت سے کیا مراد ہے، عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے خیبر مراد ہے،[3] اور یہ اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ”تو اس نے جلد ہی تمھیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔“ سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں،[4] ضحاک، ابن اسحاق اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔[5] قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔[6] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[7] ابن ابولیلیٰ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے۔[8] اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت تک

① تفسیر الطبری : 115/26 . ② تفسیر الطبری : 116/26. ③ تفسیر الطبری : 118/26. ④ تفسیر الطبری : 116/26. ⑤ تفسیر الطبری : 119,118/26. ⑥ تفسیر الطبری : 119/26 . ⑦ تفسیر الطبری : 119/26 . ⑧ تفسیر الطبری : 118/26.

حاصل ہونے والی ہر فتح اور غنیمت ہے۔ ① امام ابو داود طیالسی نے ﴿ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے آج تک حاصل ہونے والی تمام فتوحات مراد ہیں۔ ② طبری میں اس سند کے ساتھ آپ کا یہ قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے جبکہ امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے آج تک ہونے والی تمام فتوحات مراد ہیں۔

کفار مکہ حدیبیہ میں لڑائی کرتے تو بھاگ جاتے اور نہ ٹھہرتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ ﴾ ”اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر کسی کو دوست نہ پاتے اور نہ مددگار۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر مشرکین تم سے لڑتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرماتا، لشکر کفر دم دبا کر بھاگ جاتا اور اپنا کوئی دوست و مددگار نہ پاتا کیونکہ ان کی جنگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے مومن بندوں کے خلاف تھی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ ﴾ ”یہی اللہ کی عادت ہے، جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے۔“ یعنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت و عادت ہے کہ جب بھی فیصلہ کن جگہ پر کفر و ایمان ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوں تو اللہ تعالیٰ کفر کے مقابلے میں ایمان کو فتح و نصرت سے سرفراز فرماتا اور حق کو باطل پر سر بلند کر دیتا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنے دشمنوں اور مشرکوں کے مقابلے میں فتح یاب فرمایا تھا، حالانکہ مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ساز و سامان کی بھی قلت تھی جبکہ مشرکین کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ان کے پاس مال و منال کی بھی فراوانی تھی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ ﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔“ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر ایک احسان ہے کہ اس نے مشرکین کے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور انھوں نے مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو لڑائی سے بچا لیا اور ان میں صلح پیدا فرما دی جو مومنین کے لیے دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اس بارے میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی وہ روایت قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے ستر قیدیوں کو لا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے باندھ دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: [دَعُوهُمْ ، يَكُنْ لَّهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَثِنَاهُ] ”انھیں چھوڑ دو تاکہ برائی کی ابتدا بھی ان سے ہو اور انتہا بھی۔“ ان کا بیان ہے کہ یہ آیت ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ ﴾ اسی بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ③

① تفسير الطبري: 118/26. ② دلائل النبوة للبيهقي: 163/4 جبکہ مسند أبي داود الطيالسي میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔

③ دیکھیے الفتح، آیت: 10 کے ذیل میں عنوان: ”اس عظیم الشان بیعت کا سبب“

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا، اور قربانی کے جانوروں کو بھی اپنی قربان گاہ تک پہنچنے سے روکے رکھا، اور اگر (مکہ میں

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ

کچھ) مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتے جن (کے ایمان) کو تم نہیں جانتے، (اگر یہ خطرہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے، پھر بے خبری میں

مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

ان (کے قتل) کی وجہ سے تمھیں تکلیف پہنچتی (تو تمھیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿25﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

داخل کرے۔ اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے، ہم انھیں نہایت دردناک عذاب دیتے ﴿25﴾ جن لوگوں نے کفر کیا جب

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ

انھوں نے اپنے دلوں میں حمیت (غیرت) پیدا کر لی۔ جاہلیت کی حمیت (غیرت ۔) تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل کی، اور ان کو

التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿26﴾ ع ع 3/9/11

تقویٰ کی بات پر ثابت قدم رکھا، اور وہ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے ﴿26﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن مکہ کے اسّی (80) مسلح آدمی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے جبل تنعیم کی طرف سے آدھمکے، ان کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر اچانک حملہ کرنا تھا، آپ نے ان کے لیے بددعا فرمائی تو وہ پکڑ لیے گئے اور عفان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں معاف فرما دیا اور پھر اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ ﴾ [1] اسے امام مسلم نے اپنی صحیح، ابوداود نے اپنی سنن اور ترمذی ونسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ [2]

تفسیر آیات: 26,25

صلح حدیبیہ کی مصلحتیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب وقریش اور ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جنھیں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اور اپنی تائید وحمایت میں اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا کہ ﴿ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے انکار کیا۔'' یعنی دوسرں کے بجائے یہی کافر ہیں۔ ﴿ وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ''اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا۔'' حالانکہ تم ہی اس کے زیادہ حق دار اور حقیقت میں تم ہی اس کے اہل ہو۔ ﴿ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ ﴾ ''اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔'' یعنی انھوں نے قربانیوں کو بھی اپنی جگہ پہنچنے سے روک دیا اور یہ سراسر ان کی سرکشی اور

① مسند أحمد: 122/3 و 290 . ② صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب قول الله تعالى: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ ﴾، حديث: 1808 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في المن على الأسير بغير فداء، حديث: 2688 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الفتح، حديث: 3264 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ ﴾: 464/6، حديث: 11510.

عناد کا نتیجہ تھا اور اس وقت قربانی کے جانور ستر اونٹ تھے جیسا کہ اس کا بیان (زیرِ نظر عنوان کے بعد) ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔ ﴿ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ ﴾ ''اور اگر ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں۔'' یعنی اہل مکہ کے درمیان جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہیں اور اپنی جان کے خطرے کی وجہ سے ایمان کو اپنی قوم سے مخفی رکھے ہوئے ہیں تو ضرور ہم تمھیں ان پر مسلط کر دیتے اور تم انھیں قتل کر کے ان کی جڑ کاٹ لیتے لیکن ان کے درمیان مومن مرد اور مومن عورتیں ہیں جن کو تم لڑتے اور قتل کرتے وقت نہیں پہچانتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ ''جنھیں تم نہیں جانتے تھے یہ کہ تم انھیں پامال کر دو گے، پس تمھیں لاعلمی کی بنا پر ان کی وجہ سے عیب کی بات لگتی۔'' یعنی گناہ اور جرمانہ۔ ﴿ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''(تاخیر اس لیے ہوئی) کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر لے۔'' یعنی ان کی سزا کو موخر کر دے تاکہ ان میں پھنسے ہوئے مومنوں کو خلاصی عطا فرما دے اور ان میں سے بھی بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، پھر فرمایا: ﴿ لَوْ تَزَيَّلُوْا ﴾ ''اور اگر دونوں (فریق) الگ الگ ہو جاتے۔'' یعنی کفار ان مومنوں سے الگ ہو جاتے جو ان کے درمیان موجود تھے ﴿ لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ ''تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دردناک عذاب دیتے۔'' یعنی تمھیں ان پر مسلط کر دیتے اور تم انھیں تہِ تیغ کر ڈالتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ ''جب کافروں نے اپنے دلوں میں غیرت رکھی اور غیرت بھی جاہلیت کی۔'' اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار نے (عہد نامے میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور یہ لکھنے کی مخالفت کی تھی کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ ﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ﴾ ''تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا۔''

مجاہد فرماتے ہیں کہ کلمۂ تقویٰ سے مراد اخلاص ہے۔[1] عطاء بن ابو رباح کہتے ہیں کہ اس سے مراد لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے۔[2] یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، انھوں نے زہری سے، انھوں نے عروہ سے اور انھوں نے مِسْوَر سے بیان کیا ہے کہ اس کلمے سے مراد لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ ہے۔[3]

قصۂ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب الشروط میں مِسْوَر بن مَخْرمہ اور مَروان بن حَکم سے روایت کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی بات کی تصدیق کی ہے، دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صدیبیہ کے زمانے میں ایک ہزار اور چند سو صحابہ کرام کے ساتھ نکلے، جب آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر تشریف لائے تو آپ

① تفسیر الطبری: 137/26. ② تفسیر الطبری: 137/26. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3301/10.

نے قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنا دیا، انھیں اِشعار کیا[1] اور آپ نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لیا، آپ نے اپنے ایک جاسوس کو جس کا تعلق خزاعہ سے تھا، بھیجا اور وہ روانہ ہوگیا جب آپ غدیر اشطاط پر پہنچے تو وہ واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلے کے لیے بہت سی جماعتوں کو جمع کیا حتی کہ انھوں نے اپنے ساتھ احابیش[2] کو بھی جمع کر لیا ہے، وہ آپ سے لڑائی کریں گے، آپ کا رستہ روکیں گے اور آپ کو بیت اللہ تک نہیں پہنچنے دیں گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيَّ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَّصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ؟] ''لوگو! مجھے مشورہ دو، کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ میں ان لوگوں کے اہل و عیال پر حملہ کر دوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔''[3]

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [أَتَرَوْنَ أَنْ نَّمِيلَ إِلٰى ذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَعَانُوهُمْ؟] ''کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم ان لوگوں کے بچوں پر حملہ کر دیں جنھوں نے ان کی مدد کی ہے؟'' [فَإِنْ يَّأْتُونَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ (عُنُقًا) مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلَّا تَرَكْنَا هُمْ مَّحْرُوبِينَ] ''اگر یہ ہمارے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی ایک جماعت کو تباہ و برباد کر دے گا ورنہ ہم انھیں اہل و عیال اور مال سے محروم کر کے چھوڑیں گے۔''[4] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ [فَإِنْ قَعَدُوا، قَعَدُوا مَوْتُورِينَ (مَجْهُودِينَ) مَحْزُونِينَ، وَإِنْ نَّجَوْا يَكُونُوا عُنُقًا قَطَعَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، أَمْ تَرَوْنَ أَنْ نَّؤُمَّ الْبَيْتَ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ؟] ''اگر یہ بیٹھے رہے تو یہ تباہ و برباد، شکست خوردہ اور غمزدہ ہو کر رہ جائیں گے اور اگر نجات پا گئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس جماعت کو تباہ و بر[باد] کر دے گا یا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکے ہم اس سے لڑائی کریں؟''[5] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے یا کسی سے لڑنے کا نہیں تھا، آپ بیت اللہ ہی کا قصد فرمائیں جو ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑائی کریں گے۔[6]

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، بلاشبہ ہم عمرہ کرنے کے

---

[1] إشعار کے معنی یہ ہیں کہ جو اونٹ حج پر قربان کرنا ہے اس کے کوہان کی دائیں جانب زخم دے کر کچھ خون نکالا جائے اور اسے مل دیا جائے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ [2] تحبُّش کے معنی جمع ہونے کے ہوتے ہیں، احابیش سے مراد جزیرے کے کچھ قبائل تھے جو قریش سے جنگ کے لیے بنولیث کے ساتھ مل گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حُبْشِیّ نامی ایک پہاڑ کے قریب قریش کے حلیف بنے تھے اور اس پہاڑ کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ اس نام سے موسوم کیے گئے۔ النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 330/1 مادة: حبش۔ [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178۔ [4] پہلا حصہ صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة……: 227-216/11، حديث: 4872، دوسرا حصہ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178 اور قوسین والا لفظ السنن الكبرٰى للنسائي، السير، باب مشاورة الإمام الناس……: 171,170/5، حديث: 8582,8581 میں ہے۔ [5] صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة……: 227-216/11، حديث: 4872 البتہ قوسین والا لفظ اس سیاق میں ہمیں نہیں ملا۔ [6] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178۔

لیے آئے ہیں، کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا تو ہم اس سے لڑائی کریں گے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [فَرُوحُوا إِذًا] ''تو پھر چلو۔''① اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [اِمْضُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى] ''پس اللہ تعالیٰ کے نام سے چل پڑو۔''② ابھی راستے ہی میں تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْغَمِيمِ فِي خَيْلٍ لِّقُرَيْشٍ طَلِيعَةً، فَخُذُوا ذَاتَ الْيَمِينِ] ''خالد بن ولید قریش کے گھڑ سوار دستے کے ہمراہ (قریش کے) جاسوس کے طور پر آرہا ہے جو غمیم (جحفہ اور رابغ کے درمیان کی جگہ) میں پہنچ چکا ہے، لہٰذا تم دائیں طرف کے راستے کی طرف ہو جاؤ۔'' اللہ کی قسم! خالد کو ان کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکا حتی کہ اچانک جب اس نے لشکر کا گردو غبار دیکھا تو خالد نے قریش کو اس خطرے سے ڈرانے کے لیے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، نبیٔ اکرم ﷺ آگے ہی کی طرف رواں دواں رہے، حتی کہ آپ جب اس وادی میں پہنچے جس سے ان کے پاس آیا جاتا تھا تو آپ کی سواری بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: ہش ہش مگر اس نے بیٹھے رہنے پر اصرار کیا، لوگوں نے کہا کہ قصوا نافرمان ہو گئی ہے، قصوا نافرمان ہو گئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ] ''قصوا نہ نافرمان ہوئی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے اس ذات گرامی نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی کو روک دیا تھا۔''

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُونَنِي خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا] ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ مجھ سے جو بھی مانگیں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس (حرم) میں تعظیم کریں گے تو میں ضرور انھیں وہ عطا کر دوں گا۔'' پھر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی، آپ یہاں سے ہٹ کر حدیبیہ کے آخری کنارے پر فروکش ہو گئے جہاں تھوڑا سا پانی تھا اور لوگ اسے وہاں سے تھوڑا تھوڑا لے کر حاصل کر رہے تھے حتی کہ لوگوں نے تھوڑی ہی دیر میں سارا پانی نکال لیا، پانی ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پیاس کی شکایت کی گئی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسے پانی کی جگہ ڈال دیں، واللہ! یہ پانی ان کے لیے جوش مارتا رہا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو کر واپس آئے۔

اسی اثنا میں بُدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے خاص ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ بُدیل نے کہا کہ میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑا ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے پانیوں پر ڈیرے ڈال لیے ہیں، ان کے ساتھ نئے نئے بچوں سمیت دودھ دینے والی اونٹنیاں (یا عورتیں اپنے بچوں سمیت) ہیں اور وہ آپ سے لڑائی کریں گے اور بیت اللہ جانے سے روکیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ، وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهَكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاءُوا مَادَدْتُّهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرْ، فَإِنْ شَاءُوا أَنْ يَّدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا، وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي

① مسند أحمد: 328/4 وصحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة......: 216/11-227، حديث: 4872. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4178، 4179

نَفْسِي بِيَدِهِ! لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى أَمْرِي هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهُ] ''ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، جنگ نے قریش کو کھوکھلا کر رکھا اور اسے بہت نقصان پہنچایا ہے، لہٰذا اگر وہ چاہیں تو ایک مدت تک ہم انھیں مہلت دے سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں، پھر اگر میں غالب آ جاؤں تو اگر وہ چاہیں تو اسی گروہ میں شامل ہو جائیں جس میں اور لوگ شامل ہوئے ہیں ورنہ انھیں کچھ مدت تک آرام کا موقع تو مل ہی جائے گا لیکن اگر جنگ کے سوا انھیں کوئی اور صورت قبول ہی نہیں تو اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنے اس دین کے معاملے میں ان سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو غالب فرما دے۔'' بدیل نے کہا کہ میں آپ کی بات قریش تک پہنچا دوں گا۔

بدیل قریش کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ ہم اس شخص کے پاس سے آئے ہیں اور ہم نے اس کی بات کو سنا ہے اگر تم چاہو تو ہم ان کی بات تمھیں بھی بتا دیتے ہیں، ان کے بے وقوف لوگوں نے کہا کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ آپ ہمیں ان کی بات بتائیں، البتہ ان میں سے اصحاب رائے نے کہا کہ تم نے جو سنا ہے اسے بیان کرو، اس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے جو سنا تھا سب بیان کر دیا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود کھڑے ہو کر کہنے لگے: قوم کے لوگو! کیا تم والد کی طرح نہیں ہو؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا میں تمھارا بیٹا نہیں ہوں! لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا تم مجھ پر کوئی الزام لگاتے ہو! انھوں نے جواب دیا: نہیں، اس نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ سے نکلنے کے لیے کہا تھا اور جب انھوں نے انکار کیا تو میں اپنے اہل و عیال اور اطاعت گزاروں کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا کہ اس شخص نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، لہٰذا تم اسے قبول کر لو اور مجھے ان سے مل لینے دو، پس وہ آیا اور اس نے نبیٔ اکرم ﷺ سے گفتگو شروع کر دی۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو فرمائی جس طرح آپ نے بُدیل بن ورقاء سے گفتگو فرمائی تھی، عروہ نے دوران گفتگو کہا کہ محمد (ﷺ!) دیکھو اگر تم اپنی قوم کو تباہ کر دو تو کیا تم نے سنا ہے کہ کبھی کسی عرب نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو؟ اور اگر کوئی دوسری صورت حال ہے تو واللہ! میں کچھ چہروں کو دیکھ رہا ہوں، میں ان مختلف قسم کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو خود بھاگ جائیں گے اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسے جواب دیا: جا! لات کا ٹنا چوس، کیا ہم بھاگ جائیں گے اور انھیں چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوبکر ہیں، کہنے لگا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلہ نہیں چکایا تو میں تمھاری اس بات کا ضرور جواب دیتا، عروہ نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کی اور وہ جب بات کرتا تو نبی ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑ لیتا تھا، اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم ﷺ کے سر کے پاس کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا، عروہ جب بھی اپنا ہاتھ نبیٔ اکرم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ

کی ڈاڑھی مبارک سے پیچھے ہٹاؤ، عروہ نے سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہے، عروہ نے کہا: غدار! کیا میں تمھاری غداری کے سلسلے میں (ابھی تک) سعی نہیں کر رہا ہوں؟ زمانہ جاہلیت میں مغیرہ بن شعبہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے اور انھوں نے انھیں قتل کر کے ان کے مال کو لوٹ لیا تھا اور پھر وہ آ کر مسلمان ہو گئے تھے، نبیٔ اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: [أَمَّا الْإِسْلَامَ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ] ''(تمھارا) اسلام قبول ہے مگر اس مال سے میرا قطعًا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

عروہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے صحابہ کرام کا بھی کن انکھیوں سے جائزہ لے رہا تھا، اس نے بیان کیا کہ واللہ! صحابہ کا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اگر تھوکتے تو کوئی نہ کوئی اس کو اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا، آپ کوئی حکم فرماتے تو ہر شخص تعمیل کے لیے لپکتا، آپ وضو فرماتے تو وضو کے پانی پر شمع رسالت کے پروانے اس طرح ٹوٹتے کہ لڑائی کا خدشہ ہونے لگتا اور آپ جب گفتگو فرماتے تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے اور فرط تعظیم و ادب کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں نے کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے درباروں کے جلوے بھی دیکھے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح کہ محمد ﷺ کے ساتھی محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بجا لاتے ہیں، واللہ! اگر وہ تھوک پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی اس کو اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے، آپ کوئی حکم فرماتے ہیں تو ہر کوئی تعمیل کے لیے لپکتا ہے، آپ وضو فرماتے ہیں تو جاں نثار وضو کے پانی پر اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ لڑائی کا خدشہ ہونے لگتا ہے، آپ گفتگو فرماتے ہیں تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اور فرط تعظیم و ادب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے، انھوں نے تمھارے سامنے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، اسے مان لو۔

پھر بنو کنانہ کے ایک شخص نے کہا کہ مجھے اجازت دو، میں آپ کے پاس جاتا ہوں، لوگوں نے کہا تمھیں جانے کی اجازت ہے، جب وہ نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [هٰذَا فُلَانٌ وَّهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُّعَظِّمُونَ الْبُدْنَ، فَابْعَثُوهَا لَهٗ] ''یہ فلاں شخص ہے اور اس کا ایک ایسی قوم سے تعلق ہے، جو ہدی کے اونٹوں کی تعظیم کرتی ہے، لہٰذا تم اس کے لیے قربانیاں کھڑی کر دو۔'' چنانچہ اس کے لیے قربانیاں کھڑی کر دی گئیں، اور لوگ لبیک کہتے ہوئے اس کے سامنے آئے، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو پکار اٹھا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے نہیں روکنا چاہیے۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اونٹوں کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا گیا ہے، لہٰذا میری رائے ہے کہ انھیں بیت اللہ سے نہ روکا جائے، پھر ان میں سے مِکرز بن حفص نامی ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھے جانے کی اجازت دو، لوگوں نے کہا کہ ہاں تم بھی جاؤ، جب وہ آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [هٰذَا مِكْرَزٌ وَّهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ] ''یہ مِکرز ہے جو ایک فاجر شخص ہے۔'' اس نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کر دی کہ اسی اثناء میں سُہیل بن عمرو آ گیا۔ معمر نے کہا کہ مجھ سے ایوب نے اور انھوں نے

عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ جب سُہَیل بن عمرو آیا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ] ''یقیناً تمھارے لیے تمھارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔''

امام زہری نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا کہ آئیے ہم آپس میں ایک تحریر لکھ لیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا لکھو: [بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ] سہیل نے کہا کہ واللہ! میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے، لہٰذا یہ لکھو: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! مسلمانوں نے کہا: نہیں واللہ! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم [بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ!] ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ'' ہی لکھ دو، پھر آپ نے فرمایا: یہ لکھو: [هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ] ''یہ وہ ہے جس کا محمد رسول اللہ نے معاہدہ کیا۔'' یہ سن کر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی کرتے، لہٰذا محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھو، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! إِنِّي لَرَسُولُ اللّٰهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي، اُكْتُبْ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ] ''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم لوگ میری تکذیب کرو (اور حضرت علی سے فرمایا:) تم محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھ دو۔''

امام زہری کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: [لَا يَسْأَلُونَنِي خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا] ''یہ مجھ سے جو بھی ایسی بات کا مطالبہ کریں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس حرم میں تعظیم کریں تو میں انھیں عطا کر دوں گا۔'' نبی ﷺ نے لکھوایا: [عَلٰى أَنْ تُخَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوفَ بِهٖ] ''اس (شرط) پر کہ تم لوگ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان رستہ چھوڑ دو تاکہ ہم اس کا طواف کریں۔'' سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم مغلوب ہو گئے تھے، البتہ آئندہ سال آپ طواف کر سکتے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بھی لکھ دیا، پھر سہیل نے کہا کہ یہ بھی لازم ہوگا کہ اگر ہمارے یہاں سے کوئی شخص آپ کے پاس چلا جائے، خواہ وہ آپ ہی کے مذہب پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔'' مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! اگر کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کو مشرکوں کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں؟

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ابوجندل بن سہیل بن عمرو بیڑیوں میں گرتے پڑتے پہنچے وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے آئے تھے اور اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے آگے آکر گرا دیا تھا، سہیل نے کہا: اے محمد (ﷺ!) یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ] ''ابھی تو ہم نے تحریر مکمل ہی نہیں کی۔'' اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی بات پر آپ سے صلح کرنے پر تیار نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: [فَأَجِزْهُ لِي] ''تو یہ مجھے دے دو۔'' اس نے کہا کہ نہیں میں اسے دینے والا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: [بَلٰى ! فَافْعَلْ] ''کیوں نہیں! ایسا کرو۔'' اس نے کہا کہ نہیں، میں یہ نہیں کر سکتا، البتہ مکرز نے کہا کہ کیوں نہیں! ہم یہ آپ کو دیتے ہیں (یا کیوں نہیں! ہم آپ کو اس کی حفاظت کا

وعدہ دیتے ہیں۔) ابوجندل نے کہا: مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آ گیا ہوں اور مجھے پھر مشرکوں کے پاس واپس بھیجا جا رہا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انھیں اللہ تعالیٰ کے رستے میں بہت سخت تکلیفیں دی گئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي] ''بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میرا مددگار ہے۔'' میں نے عرض کی: آپ بیان فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [بَلٰى! فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ؟] ''کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے؟'' میں نے عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ] ''تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص! یہ اللہ کے رسول ہیں، آپ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا، لہٰذا آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، اللہ کی قسم! آپ حق پر ہیں، میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ بیان نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، لیکن کیا آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ اسی سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ضرور بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی اس گفتگو کی وجہ سے بہت سے نیک اعمال کیے تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [قُومُوا فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا] ''کھڑے ہو جاؤ، قربانی کرو اور سر کے بال منڈوا دو۔'' لیکن اللہ کی قسم! ایک شخص بھی کھڑا نہ ہوا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس لوگوں کے اس طرز عمل کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ اسے پسند فرماتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں، کسی سے کوئی بات نہ کریں، اپنے اونٹ کو قربان کر دیں، پھر حجام کو بلا کر سر منڈا دیں، رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ آپ باہر تشریف لے گئے، کسی سے کوئی بات نہیں کی، اپنے اونٹ کو نحر کر دیا اور حجام کو بلا کر بال منڈا دیے۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے، انھوں نے اپنے اونٹ قربان کر دیے اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈ دیے مگر شدت غم کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل

کر دیں گے۔

پھر آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ ﴾ سے لے کر ﴿ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ (الممتحنة 10:60) تک آیت کریمہ نازل فرما دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن اپنی دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی اور ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

پھر نبی ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے تو آپ کے پاس ابوبصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک قریشی آئے جو مسلمان تھے، قریش نے اسے طلب کرنے کے لیے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا اور انھوں نے کہا کہ آپ اس عہد کو وفا کریں جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، آپ نے ابوبصیر کو ان دونوں کے سپرد کر دیا، وہ اسے لے کر روانہ ہو گئے اور جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو انھوں نے وہاں بیٹھ کر کھجوریں کھانا شروع کر دیں، ابوبصیر نے ان میں سے ایک سے کہا: اے شخص! تمھاری یہ تلوار بہت اچھی ہے، اس نے اسے سونت لیا اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت اچھی ہے میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے، ابوبصیر نے کہا کہ ذرا مجھے بھی تو یہ تلوار دکھائیں، اس نے تلوار دے دی تو ابوبصیر نے اسے ایسی ضرب کاری لگائی کہ اس کا کام تمام کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ چلا گیا حتی کہ دوڑتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: [لَقَدْ رَاٰى هٰذَا ذُعْرًا] ''اس نے کوئی خوفناک منظر دیکھا ہے۔'' اس نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اللہ کی قسم! میرے ساتھی کو تو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا، تھوڑی دیر بعد ابوبصیر بھی آ گئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا فرما دیا، آپ نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرما دی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَيْلُ اُمِّهٖ! مِسْعَرَ حَرْبٍ لَّوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ] ''اس پر تعجب! (یہ تو) جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، کاش! اس کے ساتھ کوئی ہو (جو اس کی نصرت وحمایت کرے۔)''

ابوبصیر نے آپ کا جب یہ فرمان سنا تو اسے معلوم ہو گیا کہ آپ دوبارہ پھر اسے ان کی طرف واپس لوٹا دیں گے تو وہ مدینہ سے روانہ ہو کر ساحل سمندر پر چلے گئے، ابوجندل بن سہیل بھی مکہ سے بھاگ کر آ گئے اور ابوبصیر کے ساتھ مل گئے اور پھر قریش میں سے جو بھی مسلمان ہوتا وہ ابوبصیر کے پاس آ جاتا حتی کہ اس طرح ایک جماعت بن گئی اور جب بھی انھیں شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی قافلے کا علم ہوتا تو یہ اس کا رستہ روک لیتے، قافلے والوں کو قتل کر کے ان کے مال لے لیتے، اس سے قریش اس قدر تنگ آ گئے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیج کر اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیں اور ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ گیا وہ امن میں ہو گا، نبی ﷺ نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلا لیا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾ سے ﴿ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ قریش کی ضد یہ تھی کہ انھوں نے اس بات کا اقرار نہ کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں انھوں نے تحریر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی اجازت نہ دی،

پھر وہ مسلمانوں کے رستے میں حائل ہو گئے اور انھوں نے بیت اللہ جانے اور طواف کرنے کی اجازت نہ دی۔ ① اس طرح بخاری نے اسے ذکر کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے الجامع الصحیح کی کتاب التفسیر، ② عمرة الحدیبیہ، ③ حج ④ اور کئی دیگر مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ ⑤ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ.

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حبیب بن ابوثابت سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابووائل سے جا کر (خوارج کے بارے میں) پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم صفین (جہاں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی) میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: تمھارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے جو (صلح کے لیے) کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں (پھر آپ کیا کریں گے؟) علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں ٹھیک ہے (میں اس پر عمل کے لیے تیار ہوں لیکن خوارج نے، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس کے خلاف آواز اٹھائی) تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے آپ کو متہم سمجھو، ہم نے تو حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین میں صلح ہوتے ہوئے بھی دیکھی ہے، اگر ہم چاہتے تو لڑائی بھی کر سکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں دکھائیں کہ واپس چلے جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ابھی تک فیصلہ ہی نہیں فرمایا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: [يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُّضَيِّعَنِي اللّٰهُ أَبَدًا] ”ابن خطاب! بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ افسردگی کے عالم میں واپس آ گئے، ان سے صبر نہ ہو سکا حتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بھی کہنے لگے: ابوبکر! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابن خطاب! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل فرما دی۔ ⑥ امام بخاری نے اس حدیث کو الجامع الصحیح کے کئی دیگر مقامات پر بھی روایت کیا ہے، نیز اسے امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے کئی دیگر سندوں کے ساتھ ابووائل سفیان بن سلمہ کے واسطے سے سہل بن حنیف سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ⑦ بعض روایات

① صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد......، حديث: 2732,2731. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح 18:48)، حديث: 4844. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4181,4180. ④ صحيح البخاري، الحج، باب من أشعر وقلد بذي الحليفة......، حديث: 1695,1694. ⑤ صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب: 18، حديث: 3182. ⑥ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح 18:48)، حديث: 4844. ⑦ صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب: 18، حديث: 3182 والمغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4189 والاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7308 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1785 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب ﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الفتح 4:48) 463/6، حديث: 11504.

میں یہ الفاظ ہیں: لوگو! اپنی رائے کا جائزہ لو، میں نے تو ابو جندل کے دن کو بھی دیکھا تھا، اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کی مخالفت کی استطاعت ہوتی تو میں ابو جندل سے متعلق آپ کے فرمان کی مخالفت کرتا۔[1] اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سورۂ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں یہ سورۂ مبارکہ پڑھ کر سنائی۔[2]

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے صلح کر لی، قریش کے وفد میں سہیل بن عمرو بھی تھے، نبی ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [اُكْتُبْ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ] ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔'' تو سہیل نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا ہے، لہٰذا [بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ!] لکھو جسے ہم جانتے ہیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [اُكْتُبْ: مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ] ''لکھو کہ (یہ معاہدہ) محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔'' تو سہیل نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے، لہٰذا اس تحریر پر اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [اُكْتُبْ: مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ] ''یہ لکھ دو کہ (یہ معاہدہ) محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔'' قریش نے نبی ﷺ سے یہ شرط بھی بیان کی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آیا تو ہم اسے تمھاری طرف نہیں لوٹائیں گے، البتہ ہمارا جو شخص تمھارے پاس آیا تو تم اسے لوٹانے کے پابند ہو گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ لکھا جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ] ''ہاں، ہم میں سے جو شخص ان کے پاس چلا جائے گا، پس اسے اللہ تعالیٰ نے دور فرما دیا۔''[3] اسے مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[4]

امام احمد ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب فرقہ حروریہ کے لوگوں نے خروج شروع کیا تو وہ الگ ہو گئے، میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو حدیبیہ کے دن مشرکین سے صلح کر لی اور حضرت علی سے فرمایا تھا: [اُكْتُبْ يَاعَلِيُّ! هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ] ''علی! لکھو کہ یہ ہے وہ (معاہدہ) جس کے مطابق محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔'' قریش نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے لڑائی ہی نہ کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُمْحُ يَاعَلِيُّ! اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُكَ، اُمْحُ يَاعَلِيُّ! وَاكْتُبْ: هٰذَا مَاصَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ] ''علی! (ان الفاظ کو) مٹا دو، اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ یقیناً میں تیرا رسول ہوں، علی! مٹا دو اور یہ لکھو کہ یہ ہے وہ معاہدہ جس کے مطابق محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے۔'' اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ علی سے بہتر تھے آپ نے اپنے نام کے الفاظ مٹا دیے اور ان الفاظ کے مٹانے کے یہ معنی تو نہیں تھے کہ آپ نے اپنے اسم گرامی کو نبوت سے مٹا دیا، کیا میں تمھارے اعتراض سے نکل چکا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔[5] اسی طرح اسے ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔[6]

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث:4189 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: (95)1785. ② صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب: 18، حديث:3182. ③ مسند أحمد: 268/3. ④ صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1784. ⑤ مسند أحمد: 342/1.
⑥ سنن أبي داود، اللباس، باب لباس الغليظ، حديث: 4037 مختصرًا جدًا.

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم اپنے سر منڈاتے اور بال کترواتے ہوئے امن کی حالت میں

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ

مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے، تم (کسی سے) نہ ڈرتے ہوگے، چنانچہ اللہ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے، لہٰذا اس نے اس سے

ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿27﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى

پہلے ایک فتح جلد ہی عطا کردی ﴿27﴾ اور وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سب

الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿28﴾

ادیان پر غالب کردے، اور اللہ بطور گواہ کافی ہے ﴿28﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ نحر فرمائے جن میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا، جب اسے بھی بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا گیا تو اس نے اس طرح اشتیاق کا اظہار کیا جس طرح وہ اپنے بچوں سے ملاقات کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔ (1)

تفسیر آیات :28,27

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی صداقت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں تشریف لے گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کیا ہے، آپ نے مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے اس خواب کے بارے میں بتایا اور جب صحابہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے تو کسی کو بھی اس خواب کی اس سال تعبیر واقع ہونے میں شک نہیں تھا لیکن جب صلح کا واقعہ پیش آیا اور اس سال صحابہ واپس آگئے اور اگلے سال عمرہ کا پروگرام بنا تو اس سے بعض صحابہ کرام کے دل میں کئی خیالات پیدا ہوئے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات بھی پوچھے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ نے تو فرمایا تھا: ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف بھی کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَلٰى، (أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ) الْعَامَ؟] ''ہاں! لیکن کیا میں نے تمھیں یہ بھی بتایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ] ''تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعینہ یہی جواب دیا تھا۔ (2) اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ البتہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے، اگر اللہ نے چاہا۔'' ان شاء اللہ کے الفاظ خبر کی تحقیق وتاکید کے لیے ہیں، استثنا سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

---

(1) مسند أحمد: 315,314/1 اس کی سند محمد بن عبدالرحمن بن ابولیلی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (2) صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد......، حدیث: 2732,2731 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 4/328-332 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ ومروان بن الحكم میں ہیں۔

﴿ اٰمِنِيْنَ ﴾ ''امن وامان سے۔'' یعنی مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت تم امن وامان کی حالت میں ہو گے، ﴿ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ﴾ ''اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر۔'' جیسا کہ بعض صحابہ نے سر منڈوا دیے تھے اور بعض نے بال کتروا دیے تھے اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ] قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ] قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ] قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ، يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [وَالْمُقَصِّرِينَ] ''اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔'' صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔'' صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔'' صحابہ نے پھر عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بال کتروانے والوں پر بھی (اللہ رحم فرمائے۔)''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تَخَافُوْنَ ﴾ ''تم (کسی طرح کا) خوف نہ کرو گے۔'' اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مکہ میں داخلے کے وقت امن ثابت کر دیا اور شہر میں قیام کے وقت خوف دور کر دیا کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے، یہ عمرہ قضا کے وقت کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے جو ذوالقعدہ 7 ہجری میں ادا کیا گیا تھا۔ نبی ﷺ جب ذوالقعدہ میں حدیبیہ سے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تو ذوالحجہ اور محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے، صفر میں آپ خیبر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بعض حصے پر لڑائی سے اور بعض پر صلح کے ساتھ فتح عطا فرما دی، خیبر بہت بڑا علاقہ تھا، یہاں کھجوروں کے باغات اور کھیت کثرت سے تھے۔ نبی ﷺ نے باغات اور کھیتوں کو اس شرط پر یہودیوں ہی کے پاس رہنے دیا کہ وہ پیداوار کا نصف مسلمانوں کو دیں گے۔[2] جبکہ آپ نے خیبر کی تمام اراضی صرف اہل حدیبیہ ہی میں تقسیم فرما دی اور اہل حدیبیہ کے علاوہ اور کوئی اس غزوے میں شریک نہیں تھا، سوائے جعفر بن ابو طالب اور ان کے رفقاء کے جو حبشہ سے تشریف لائے تھے اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء کے (جو یمن سے تشریف لائے تھے) اور اہل حدیبیہ میں سے کوئی بھی اس غزوے سے غائب نہیں رہا۔[3] البتہ ابن زید کے بقول ابو دجانہ سماک بن خرشہ غائب تھے۔[4] جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے۔ ذوالقعدہ 7ھ میں رسول اللہ ﷺ اور اہل حدیبیہ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لیے، ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ساٹھ اونٹ تھی، آپ نے تلبیہ کہا اور صحابہ کرام بھی تلبیہ پڑھتے ہوئے چلنے لگے اور جب مَرّ الظہران[5]

---

[1] صحيح البخاري، الحج، باب الحلق و التقصير عند الإحلال، حديث: 1727 و صحيح مسلم، الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير و جواز التقصير، حديث: (318)-1301 واللفظ له عن ابن عمر ﷺ. [2] دیکھیے صحيح البخاري، المغازي، باب معاملة النبي ﷺ أهل خيبر، حديث: 4248 عن عبدالله بن مسعود ﷺ. [3] دیکھیے صحيح البخاري، فرض الخمس، باب: ومن الدليل على أن الخمس......، حديث: 3136 عن أبي موسى ﷺ. [4] تفسير الطبري: 140/26.
[5] مَرُّالظَّهران مکہ اور عُسفان کے درمیان ایک وادی کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب بستی کا نام مَرّ ہے، النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 167/3، مادة: ظهر.

کے قریب پہنچے تو آپ نے گھڑ سوار دستے اور اسلحے کے ساتھ محمد بن مسلمہ کو اپنے آگے روانہ فرما دیا، مشرکین نے جب دیکھا تو شدید مرعوب ہو گئے اور انھوں نے سمجھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ ان پر حملہ آور ہوں گے اور آپ نے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا عہد توڑ دیا ہے، انھوں نے اہل مکہ کو اس کی خبر دی مگر رسول اللہ ﷺ نے مرّالظہران پر پڑاؤ ڈال دیا تھا جہاں سے حرم کے نشانات نظر آرہے تھے، آپ نے کمانیں، نیزے، تیر اور دیگر اسلحہ بَطْنِ یَأْجِج ① بھیج دیا اور آپ مکہ مکرمہ کی طرف تلواروں کو میانوں میں ڈالے ہوئے روانہ ہوئے جیسا کہ قریش کے ساتھ شرائط معاہدہ میں طے ہوا تھا، ابھی آپ رستے ہی میں تھے کہ قریش نے مِکرز بن حفص کو بھیجا اور اس نے کہا: اے محمد! ہم نے تو کبھی آپ کو عہد شکنی کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ آپ اسلحے، کمانوں اور تیروں کے ساتھ آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اسلحہ ہمارے پاس نہیں ہے، اسے ہم نے ''یاجج'' بھیج دیا ہے، اس نے کہا یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو نیکی اور وفا ہی کے ساتھ جانتے ہیں۔

سرداران قریش رات کو غصے اور کینے کی وجہ سے مکہ سے باہر نکل گئے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو نہ دیکھ سکیں اور اہل مکہ سے دیگر مرد، عورتیں اور بچے رستوں اور گھروں کی چھتوں پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے لگے، رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ کے آگے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلبیہ پڑھ رہے تھے، قربانی کے جانوروں کو ذی طوی ② کی طرف بھیج دیا گیا، آپ اپنی اسی اونٹنی قصوا پر سوار تھے جس کو حدیبیہ کے سال سواری کا شرف بخشا تھا۔ ③ عبداللہ بن رواحہ انصاری، رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بِاسْمِ الَّذِی لَا دِینَ إِلَّا دِینَہٗ   بِاسْمِ الَّذِی مُحَمَّدٌ رَّسُولُہٗ

''اس ذات پاک کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین نہیں اور اس ذات اقدس کے نام سے، حضرت محمد ﷺ جس کے رسول ہیں۔''

خَلُّوا بَنِی الْكُفَّارِ عَنْ سَبِیلِہٖ   اَلْیَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰی تَأْوِیلِہٖ

''اے کافروں کے بیٹو! آپ کے رستے کو چھوڑ دو آج آپ کے حکم کے مطابق ہم تمھیں ماریں گے۔''

كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلٰی تَنْزِیلِہٖ   ضَرْبًا یُّزِیلُ الْهَامَ عَنْ مَّقِیلِہٖ

---

① یَأْجِج مکہ مکرمہ سے تین میل کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے اور یہ جگہ عبداللہ بن زبیر کی منازل میں سے ایک تھی۔ دیکھیے النهاية فی غريب الحديث والأثر لابن الأثير :291/5 ، مادة: يأجج. ② ذی طوی باب مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لیے یہاں غسل کرنا مستحب ہے۔ النهاية فی غريب الحديث والأثر لابن الأثير : 147/3 مادة:طوا (مترجم) جیسا کہ صحيح البخاری، الحج، باب الاغتسال عند دخول مكة، حديث: 1573 میں نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان فرماتے ہیں: جب ابن عمر رضی اللہ عنہما قریب ترین حرم میں داخل ہو جاتے تو تلبیہ پڑھنا بند کر دیتے، پھر ذوطویٰ مقام میں رات گزار کر صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ③ كتاب المغازی للواقدی، غزوة القضية : 188,187/2 و دلائل النبوة للبيهقی، باب ماجری فی أمر الهدايا والأسلحة ......: 315,314/4 و321 و السيرة النبوية لابن هشام، عمرة القضاء: 13,12/4 و فتح الباری: 500,499/7، تحت الحديث : 4252.

''جیسا کہ اس کے قرآن کے مطابق ہم تمھیں ایسی کاری ضرب لگائیں گے جس سے سرتن سے جدا ہو جائیں گے۔''

قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِي تَنْزِيلِهٖ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهٖ

''ایسی ضرب جو دوست سے دوست کو بھلا دے گی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں یہ نازل فرمایا ہے۔''

بِأَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهٖ فِي صُحُفٍ تُتْلٰى عَلٰى رَسُولِهٖ

''(یعنی) ایسے صحیفوں میں جو اس کے رسول پر پڑھے جاتے ہیں کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو۔''

يَارَبِّ! إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهٖ

''اے میرے رب! میں اسی کے فرمان پر ایمان رکھتا ہوں۔'' یہ اشعار مختلف روایات کا مجموعہ ہیں۔ ①

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مکہ میں تشریف لائے تو یثرب کے بخار کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور وہاں انھیں خراب آب و ہوا کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس لیے مشرکین نے کہا کہ تمھارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور وہاں انھیں برے حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے، مشرکین حجر کی جانب بیٹھ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دے دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر تیز رفتاری کے ساتھ کندھے ہلا ہلا کر لگائیں تاکہ مشرکین ان کی طاقت و قوت کا مشاہدہ کر لیں، صحابہ کرام نے تعمیل ارشاد میں تین چکر اسی انداز سے لگائے، آپ نے انھیں حکم دیا تھا کہ دونوں رکنوں کے درمیان عام چال چلیں کیونکہ وہاں انھیں مشرکین دیکھ نہیں سکتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام چکروں میں رمل کا حکم ان پر شفقت کی وجہ سے نہیں دیا۔ مشرکین نے جب صحابہ کرام کو اس انداز سے طواف کرتے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ان لوگوں کے بارے میں تم یہ کہتے ہو کہ انھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، حالانکہ یہ تو فلاں فلاں چیزوں سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ ② اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ③

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم چار ذوالقعدہ کی صبح کو مکہ میں تشریف لائے، مشرکین نے کہا کہ تمھارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر رمل کے ساتھ لگائیں اور ان پر شفقت و مہربانی کی وجہ سے آپ نے طواف کے تمام چکروں میں

① جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی إنشادالشعر، حدیث: 2847 و سنن النسائی، مناسك الحج، باب إنشاد الشعر فی الحرم..... حدیث:2876 و صحیح ابن حبان، السیر، ذکر الإباحة للإمام إذا رکب......: 380,379/10، حدیث:4521 و مجمع الزوائد، المغازی والسیر، باب الحدیبیة وعمرة القضاء: 147,146/6، حدیث:10189 ودلائل النبوة للبیهقی، باب کیف کان قدومه بمکة وطوافه بالبیت......: 325-322/4، ان دیے گئے حوالوں میں اشعار کی ترتیب حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ترتیب سے کچھ مختلف ہے۔ ② مسند أحمد: 295,294/1. ③ صحیح البخاری، المغازی، باب عمرة القضاء، حدیث: 4256 وصحیح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الرکنین الیمانیین......، حدیث: 1266.

رمل کے اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب سال امن میں تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا: [اُرْمُلُوا، لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ] ''رمل کروتا کہ مشرکین ان کی قوت کا مشاہدہ کر سکیں۔'' مشرکین اس وقت قُعَیقِعان کی طرف بیٹھے تھے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی اس لیے کی تھی تا کہ مشرکین آپ کی قوت کا مشاہدہ کر لیں۔[3] اور امام بخاری ہی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرے کے لیے روانہ ہوئے مگر کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، اسی لیے آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نحر کر دیا اور حدیبیہ میں سر منڈا دیا اور ان سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آپ آئندہ سال عمرہ ادا فرمائیں گے، پس آپ آئندہ سال مکہ مکرمہ میں اس طرح داخل ہوئے جیسا کہ معاہدۂ صلح میں طے ہوا تھا کہ آپ تلواروں کے سوا دیگر ہتھیار اٹھائے ہوئے نہیں ہوں گے اور قیام بھی اس قدر کریں گے جتنا کفار قریش چاہیں گے، پس آپ نے آئندہ سال عمرہ ادا فرمایا اور مکہ میں اس طرح تشریف لائے جیسا کہ معاہدۂ صلح میں طے ہوا تھا، جب آپ نے تین دن قیام فرما لیا تو مشرکین نے مطالبہ کیا کہ اب آپ تشریف لے جائیں تو آپ تشریف لے گئے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ ''جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی۔'' یعنی تمھارے مکہ مکرمہ سے واپس چلے جانے اور پھر آئندہ سال آنے میں جو خیر و بھلائی اور مصلحت تھی وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھی مگر تم اسے نہیں جانتے تھے۔ ﴿ فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ ﴾ ''سو اس نے اس سے پہلے ہی کرا دی۔'' یعنی نبی ﷺ کے خواب میں تم سے جس فتح کا وعدہ کیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی عطا فرما دی اور اس سے مراد وہ صلح ہے جو تمھارے اور تمھارے دشمن مشرکین کے مابین ہوگئی تھی۔

دنیا پر مسلمانوں کے غلبے کی بشارت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو بشارت دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں اور باقی اہل زمین پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا۔'' یعنی علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ کہ ساری شریعت دو ہی چیزوں پر مشتمل ہے، یعنی علم و عمل پر۔ اور علم شرعی ہی صحیح علم اور عمل شرعی ہی مقبول عمل ہے، اس کی خبریں حق اور اس کے اوامر و نواہی کے احکام مبنی بر عدل ہیں، ﴿ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ ''تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔'' یعنی روئے زمین کے عرب و عجم، تمام مشرکین اور دیگر تمام ادیان کے ماننے والوں پر اس دین کو غالب کر دے، ﴿ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ ''اور اللہ بطور گواہ کافی ہے۔'' اس بات پر کہ وہ اس کے رسول ہیں اور اللہ ہی رسول ﷺ کا مددگار ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

[1] صحيح البخاري، الحج، باب كيف كان بدء الرمل؟ حديث: 1602 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين......، حديث: 1266. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4257 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين......، حديث: (241)-1266. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4257 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين......، حديث: (241)-1266.
[4] صحيح البخاري، الصلح، باب الصلح مع المشركين، حديث: 2701.

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت مہربان ہیں، آپ انھیں رکوع و سجود کرتے

سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

دیکھیں گے، وہ اللہ کا فضل اور (اس کی) رضامندی تلاش کرتے ہیں، ان کی خصوصی پہچان ان کے چہروں پر سجدوں کا نشان ہے، ان کی یہ صفت تورات

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ

میں ہے، اور انجیل میں ان کی صفت اس کھیتی کے مانند ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ (پودا) موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

کھڑا ہو گیا، کسانوں کو خوش کرتا ہے، (اللہ نے یہ اس لیے کیا) تاکہ ان (صحابۂ کرام) کی وجہ سے کفار کو خوب غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۧ ﴿29﴾ ع 4/3/12

ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے ﴿29﴾

تفسیر آیت: 29

مومنین کی صفات: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ بلا شک وشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔'' یہ مبتدا اور خبر ہے اور یہ ہر وصف جمیل پر مشتمل ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ﴾ ''اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں (اور) آپس میں رحمدل۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ؗ ﴾ (المآئدة 5:54) ''تو اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ لوگ اس سے محبت کریں گے اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے ہوں گے اور کافروں سے سختی سے پیش آنے والے۔'' یہ مومنوں کی صفت ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور درشت ہوتے ہیں اور اخیار کے مقابلے میں رحمدل اور نیکوکار، کافر کے لیے نہایت غضبناک اور ترش رو جبکہ اپنے مومن بھائی کے لیے نہایت ہنس مکھ، ہشاش بشاش جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ ﴾ (التوبة 9:123) ''اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو اور وہ تم میں سختی (اور قوت جنگ) معلوم کریں۔'' اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِینَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ (کَمَثَلِ) الْجَسَدِ (الْوَاحِدِ)، إِذَا اشْتَکٰی مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی] ''مومنوں کی باہمی محبت و رحمدلی کی مثال ایک جسم کی مثال کی طرح ہے کہ اگر اس کا ایک عضو شکایت محسوس کرے تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔''[1] اور فرمایا:

[1] پہلی قوسین والا لفظ صحیح البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث: 6011، دوسری قوسین والا لفظ آداب الصحبة لأبي عبدالرحمٰن السلمي، حديث: 2 اور باقی حدیث صحيح مسلم، البروالصلة......، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم......، حديث: 2586 عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

[اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا] ’’مومن مومن کے لیے ایک دیوار کے مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔‘‘ یہ بات بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے دکھایا۔[1] یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾ ’’(اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوش نودی طلب کر رہے ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کے کثرت عمل اور کثرت نماز کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے اور نماز ہی بہترین عمل ہے اور پھر ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نماز سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس سے بے پایاں اجر وثواب کا حصول ہوتا ہے جو جنت کی صورت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل، وسعت رزق اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی پر مشتمل ہے اور رضائے الٰہی کا حصول دیگر تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (التوبة 72:9) ’’اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر (نعمت) ہے۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴾ ’’(کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔‘‘ علی ابن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے چہروں کی نشانی ان کی اچھی سیرت ہے۔[2] مجاہد اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ ان کی نشانی خشوع اور تواضع ہے۔[3] بعض نے کہا ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور، چہرے میں ضیاء، رزق میں کشادگی اور لوگوں کے دلوں میں محبت ہو جاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان جو بات بھی چھپائے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے خدوخال اور اس کی نوکِ زبان سے نمایاں فرما دیتا ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالِاقْتِصَادَ، جُزْءٌ مِّنْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ] ’’بلاشبہ صالح طرز زندگی، نیک سیرت اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔‘‘[4] اسے ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔[5] حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتیں خالص اور اعمال صالح تھے، جو بھی انھیں دیکھتا تو ان کی سیرت و کردار سے بہت خوش ہوتا، امام مالک، اللہ ان سے راضی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نصاریٰ جب شام فتح کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتے تو کہتے: اللہ کی قسم! ہمارے علم کے مطابق یہ لوگ حواریوں سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات درست تھی کیونکہ اس امت کی عظمت کو سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی بیان کیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے عظیم ترین اور افضل انسان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ آسمانی کتابوں اور اخبار متداولہ میں ان کے ذکر کو دوام بخش دیا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں بھی بیان فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ﴾ ’’ان

[1] صحيح البخاري، المظالم، باب نصر المظلوم، حديث: 2446 و صحيح مسلم، البر والصلة...... باب تراحم المؤمنين......، حديث: 2585 عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه. [2] تفسير الطبري: 143/26. [3] تفسير الطبري: 143/26.
[4] مسند أحمد: 296/1. [5] سنن أبي داود، الأدب، باب في الوقار، حديث: 4776.

کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ﴾ ''اور انجیل میں ان کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی۔''یعنی کھیتی نے اپنی شاخیں نکالیں، انھیں مضبوط کیا، چنانچہ وہ پلی بڑھیں اور کھیتی لہلہانے لگی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تائید وحمایت اور نصرت میں کوئی کمی نہ آنے دی، ابتدا میں ان کی حالت ایسی تھی جیسے کھیتی کی ابتدائی کونپلوں کی ہوتی ہے۔ ﴿ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ﴾ ''تاکہ وہ ان سے کافروں کو غضبناک کرے۔''

اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے استدلال فرمایا ہے کہ روافض کافر ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ کے مطابق صحابہ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے بھی اس استدلال میں امام مالک رحمہ اللہ سے اتفاق کیا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کی شان میں گستاخی کی ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں، بہرحال ان کی عظمت شان کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی اور ان سے اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ ﴾ ''جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے بے پایاں اجر و ثواب اور پاکیزہ رزق کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ بالکل حق اور سچ ہے کہ ان میں کوئی کمی بیشی اور تبدیلی نہیں ہوسکتی اور جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی انھی کے حکم میں ہے، البتہ انھیں وہ فضیلت، سبقت اور کمال حاصل ہے کہ امت میں سے اور کوئی ان کے مقام و مرتبے کو نہیں پا سکتا۔

امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْأَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَّا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ] ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو، میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف مد کے اجر و ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''[1]

سورۂ فتح کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب، حديث: 3673 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب تحريم سَبِّ الصحابة ﷺ، حديث:2540 و اللفظ له.

تفسیر
سُوْرَۃُ حُجُرٰت

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور تم اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے

عَلِيْمٌ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا

والا ہے ① اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسے

لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمھارے عمل برباد نہ ہو جائیں، اور تمھیں خبر تک نہ ہو ②

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ

بلاشبہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔

لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے ③

تفسیر آیات: 1-3

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے معاملہ کرتے ہوئے وہ آپ کی عزت و احترام اور شان و عظمت کو ملحوظ رکھیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ''مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔'' یعنی آپ ﷺ سے پیش قدمی نہ کیا کرو بلکہ تمام امور و معاملات میں آپ کے پیچھے پیچھے چلو۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔[1] امام قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہا کرتے تھے کہ اے کاش! فلاں فلاں چیز کے بارے میں وحی نازل ہو، اے کاش! یہ بات اس طرح صحیح ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا۔[2]

① تفسير الطبري: 150/26. ② تفسير الطبري: 151/26.

﴿ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرو'' ان امور میں جن کا اس نے تم کو حکم دیا ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ ﴾ ''بے شک اللہ بڑا سنتا ہے'' تمھارے اقوال کو، ﴿ عَلِیْمٌ ① ﴾ ''خوب جانتا ہے۔'' تمھاری نیتوں کو۔

آیت کا سبب نزول اور تعظیم نبی ﷺ : ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﴾ ''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔'' یہ دوسرا ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کریں، روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ شیخین حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ قریب تھا کہ دو نیک آدمی ہلاک ہو جاتے، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کہ ان کی آوازیں اس وقت نبی ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی تھیں جب بنی تمیم کا وفد آیا تھا، ان میں سے ایک نے کہا کہ بنو مجاشع کے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے جبکہ دوسرے نے کسی اور شخص کا نام پیش کیا۔ نافع نے کہا کہ مجھے ان کا نام یاد نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا ارادہ تو میری مخالفت ہے، انھوں نے کہا کہ نہیں میرا ارادہ آپ کی مخالفت نہیں، پس اسی اثنا میں غیر شعوری طور پر ان کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② ﴾ ''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ تم ان سے اونچی آواز میں بات کرو، اپنے ایک دوسرے سے آواز بلند کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' ابن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر پست آواز میں بات کرتے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے: عمر! کیا کہہ رہے ہو؟ جبکہ ابن زبیر نے اپنے نانا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا ذکر نہیں کیا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔ ② صحیح بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ بنو تمیم کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ قعقاع بن معبد کو ان کا امیر مقرر کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیں...... یہ روایت بھی صرف صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔ ③

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کو محسوس فرمایا تو ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں آپ کو خبر لا دیتا ہوں، وہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں، انھوں نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بہت بری بات ہے کہ ان کی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے ان کے عمل رائیگاں ہوگئے اور وہ جہنمی ہیں، اس شخص نے نبی ﷺ کی

---

① الدر المنثور: 85/6 ملخصًا. ② صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﴾ (الحجرات 49:2)، حدیث: 4845. ③ صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ ﴾ (الحجرات 49:4)، حدیث: 4847.

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ثابت نے یہ یہ باتیں کی ہیں، موسیٰ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ ثابت کے پاس ایک عظیم بشارت دے کر بھیجا اور فرمایا: [اِذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ] ''ان کے پاس جاؤ، پس ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔'' اس حدیث کو بھی صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے، امام مسلم نے نہیں۔ ①

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ سے لے کر ﴿ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ تک نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس، جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، کہنے لگے کہ میری آواز بھی رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند تھی، لہٰذا میں جہنمی ہوں کیونکہ میرے سارے اعمال رائیگاں ہو گئے ہیں، پھر وہ غمزدہ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی غیر حاضری کو محسوس فرمایا تو کچھ لوگوں نے انھیں جا کر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھاری غیر حاضری کو محسوس فرمایا ہے، تمھیں کیا ہوا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند تھی، میں بہت زور سے بات کیا کرتا تھا، میرے عمل رائیگاں ہو گئے اور میں جہنمی ہو گیا ہوں، لوگوں نے نبی ﷺ کو جا کر ثابت کی یہ باتیں بتائیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا، بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ] ''نہیں وہ جہنمی نہیں بلکہ وہ تو جنتی ہیں۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انھیں اپنے درمیان میں چلتے ہوئے دیکھتے تو ہم جانتے تھے کہ یہ شخص جنتی ہے، اس سلسلے میں جنگ یمامہ میں یہ انکشاف ہوا کہ ثابت بن قیس بن شماس اس شان سے میدان میں آئے کہ حنوط لگا رکھا تھا اور کفن پہن رکھا تھا اور کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو برا عادی بنا دیا ہے، پھر انھوں نے ان سے لڑائی کی حتی کہ جام شہادت نوش فرما گئے۔ ②

تعظیم نبی ﷺ کا ایک اور پہلو: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اس طرح دور سے آپ ﷺ کے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا ہے جس طرح انسان اپنے کسی دوسرے مخاطب سے بات کرتا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ سے سکون، وقار اور تعظیم کے ساتھ بات کی جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ﴾ ''اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔'' جیسا کہ دوسری جگہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾ (النور 63:24) ''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

تعظیم نبی ﷺ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ ''ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' یعنی ہم نے تمھیں ان کے پاس آواز بلند کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ وہ اس سے ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ ان کے ناراض ہونے سے اللہ بھی ناراض ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے اعمال برباد کر دیتا ہے جو اسے ناراض کرے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح حدیث میں

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ﴾ (الحجرات 2:49)، حديث: 4846. ② مسند أحمد: 137/3.

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا

بلاشبہ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں④ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے،

حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

حتی کہ آپ (خود ہی) ان کی طرف نکلتے، تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے⑤

ہے: [إِنَّ (الرَّجُلَ) لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا (فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ) وَإِنَّ (الرَّجُلَ) لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي (النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)] ''آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی ایک بات کہہ دیتا ہے اور وہ اس پر غور بھی نہیں کرتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے اور ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی ایک بات کہتا ہے اور وہ اس پر غور بھی نہیں کرتا لیکن وہ اس ایک بات کی وجہ سے آگ میں اس سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے جتنا کہ آسمان اور زمین میں فاصلہ ہے۔''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آواز پست رکھنے کی تلقین فرمائی، اس کی ترغیب دی اور اس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے لیے آزمایا ہے۔'' یعنی ان دلوں کو اس نے تقوے کے لیے خالص کر لیا اور تقوے کا اہل و محل قرار دے دیا ہے، ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ ﴾ ''ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔'' امام احمد نے کتاب الزھد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا: اے امیر المومنین! یہ فرمائیں کہ ایک شخص معصیت چاہتا ہی نہیں اور نہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے، وہ افضل ہے یا وہ جو معصیت کو چاہتا ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ جو لوگ معصیت کو چاہتے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، وہ اس آیت کریمہ کے مصداق ہیں: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے لیے آزمایا ہے، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔''[2]

تفسیر آیات: 5,4

نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دینے والوں کی مذمت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے تھے، حُجُرات سے مراد ازواج مطہرات کے گھر ہیں اور یہ باہر سے آواز دینے

---

① پہلی اور تیسری قوسین والا لفظ مسند أحمد: 469/3 اور دوسری قوسین والا جملہ جامع الترمذي، الزھد، باب ماجاء في قلة الکلام، حدیث: 2319 عن بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جبکہ چوتھی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الزھد، باب حفظ اللسان، حدیث: (50)2988 میں ہیں، البتہ اس میں [اَلسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] کے بجائے [اَلْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ] ہے اور باقی حدیث صحیح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث: 6478 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

اے ایمان والو! اگر کوئی نافرمان تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو (تاکہ) تم کسی قوم کو نادانی سے تکلیف (نہ) پہنچاؤ

فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ

کہ پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے پھرو⑥ اور جان لو! بلاشبہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمھاری اطاعت کریں

كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ

(تو) یقیناً تم مشقت میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے ایمان کو تمھارا محبوب بنا دیا ہے، اور اس نے اسے تمھارے دلوں میں آراستہ پیراستہ کر دیا ہے،

اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ⑦ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

اور اس نے تمھارے لیے کفر و فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنا دیا ہے (اور) یہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں ⑦ اللہ کے فضل اور احسان سے،

وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑧

اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے⑧

والے غیر مہذب بدو تھے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ ﴾ ''ان میں اکثر بے عقل ہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر وہ یقیناً صبر کیے رہتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔'' یعنی اس میں ان کے لیے دنیا و آخرت کی خیر و مصلحت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ و انابت کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ ﴾ ''اور اللہ تو نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔'' ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ کئی ایک ائمہ نے ذکر کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اَقرع بن حابس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے حجروں کے باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ اے محمد! اے محمد![1] اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ کے رسول! کہا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا: اللہ کے رسول! میری تعریف زینت اور میری مذمت بری بات ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ذَاكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ] ''یہ تو اللہ عزوجل کی شان ہے۔''[2]

تفسیر آیات:6-8

بدکردار کی خبر کی تحقیق کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بدکردار شخص کی خبر کی تحقیق کر لی جائے، احتیاط سے کام لیا جائے اور اس کی بات کے مطابق فیصلہ نہ کر لیا جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ حقیقت میں جھوٹا یا خطا کار ہو اور اس کی بات کے مطابق فیصلہ کرنے والا اس کے نقش قدم پر چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے مفسدین کے رستے پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور اسی آیت کریمہ سے

① مسند أحمد: 394,393/6، البتہ یہاں يَا مُحَمَّدُ! ایک مرتبہ ہے جبکہ یہ دو مرتبہ تفسیر الطبری: 159/26 میں ہے۔

② مسند أحمد: 488/3 اور جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجرات، حدیث: 3267 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ اس حدیث کا شاہد ہے۔

استدلال کرتے ہوئے بہت سے علماء نے مجہول الحال راوی کی روایت کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ فی نفسہ وہ فاسق ہو۔

اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے بارے میں بہت سی سندوں سے ایک قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے اور ان میں سے سب سے بہتر سند وہ ہے جسے امام احمد نے مسند میں بروایت مالک بن مُصطَلق بیان کیا ہے اور مالک بن مُصطَلق سے مراد حارث بن ابو ضرار رضی اللہ عنہ ہیں جو ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے والد ہیں، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، میں نے اسے قبول کر لیا اور اسلام کا اقرار کر لیا، آپ نے مجھے زکاۃ ادا کرنے کی دعوت دی میں نے اس کا اقرار کر لیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کے پاس جا رہا ہوں، انھیں اسلام قبول کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی دعوت دوں گا جس نے اس دعوت کو قبول کر لیا، میں اس سے زکاۃ بھی جمع کر لوں گا اور پھر اللہ کے رسول! آپ میری طرف کسی قاصد کو فلاں فلاں وقت میں بھیج دیں جو جمع کی ہوئی زکاۃ کو لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ جب حارث نے اسلام قبول کرنے والوں سے زکاۃ کو جمع کر لیا اور جب وہ وقت آ گیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اس کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا، قاصد رک گیا اور وہ اس کے پاس نہ پہنچا تو حارث نے سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں، اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مقرر وقت پر میرے پاس قاصد بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا تا کہ وہ مجھ سے جمع کردہ زکاۃ وصول کر لے، رسول اللہ ﷺ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے، لہٰذا میرا خیال ہے کہ آپ نے کسی ناراضی کی وجہ سے قاصد کو اب تک نہیں بھیجا، لہٰذا آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو حارث سے جمع کردہ زکاۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرما دیا تھا، ولید جب رستے میں تھا تو اسے ڈر محسوس ہوا اور وہ واپس آ کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! حارث نے مجھے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض ہوئے اور آپ نے حارث کو طلب فرمایا، حارث اپنے ساتھیوں سمیت آیا، ادھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجا ہوا دستہ جب مدینہ سے روانہ ہو کر حارث کی طرف جا رہا تھا تو اس کی حارث سے ملاقات ہو گئی، لوگ کہنے لگے کہ حارث تو یہ آ رہا ہے، جب حارث کی ان سے ملاقات ہوئی تو حارث نے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے کہا: تیری طرف، پوچھا کیوں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو تیرے پاس بھیجا تھا اور اس نے کہا ہے کہ تو نے اسے زکاۃ دینے سے انکار کیا اور اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ حارث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے تو اسے بالکل دیکھا ہی نہیں اور نہ وہ میرے پاس ہی آیا ہے۔ حارث جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: [مَنَعْتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتَّ قَتْلَ رَسُولِي] ”تم نے زکاۃ دینے سے انکار اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔“ حارث نے

عرض کی: نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں اور نہ وہ میرے پاس ہی آیا ہے اور میں تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں کیونکہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں، اسی موقع پر سورۂ حجرات کی یہ آیت کریمہ: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ⑦ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑧ ﴾ نازل ہوئی۔[1] اسے ابن ابو حاتم اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

نبی ﷺ کا حکم ہی سب سے زیادہ بہتر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''اور جان لو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں۔'' یعنی جان لو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر موجود ہیں، لہٰذا ان کی تعظیم و توقیر بجا لاؤ، ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ اور ان کے حکم کے آگے سر اطاعت خم کر دو، وہ تمھاری مصلحتوں کو خوب جانتے اور تم پر تم سے بھی زیادہ شفیق ہیں اور تمھارے بارے میں تمھاری اپنی رائے سے، ان کی تمھارے بارے میں رائے زیادہ موزوں ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (الأحزاب 6:33) ''پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔'' پھر فرمایا کہ ان کی مصلحتوں کے حوالے سے ان کی اپنی رائے بہت کمزور ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ ﴾ ''اگر بہت سی باتوں میں وہ تمھارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔'' یعنی اگر تمام باتوں میں وہ تمھارا کہا مان لیں تو اس سے تم مشکل اور حرج میں مبتلا ہو جاؤ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاۗءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 71:23) ''اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو آسمانوں اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) لے آئے ہیں، پھر وہ اپنی (کتاب) نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ ''اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس کو تمھارے دلوں میں سجا دیا۔'' یعنی اسے تمھارے نفسوں میں محبوب اور تمھارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ ﴾ ''اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسند فرمایا ہے۔'' یعنی کفر اور فسق سے اس نے تم کو بیزار کر دیا ہے، فسوق سے مراد کبیرہ گناہ اور نافرمانی کے کام ہیں اور اس طرح تمام گناہ ہی اس میں آ جاتے ہیں اور یہ بھی کمال نصیحت ہی کی بات ہے کہ ایمان کو

① مسند أحمد: 279/4 حارث بن ضرار کے مسلمان ہونے کے واقعے کے علاوہ یہ حدیث شواہد کے ساتھ حسن ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 406,405/30. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3303/10 والمعجم الكبير للطبراني، ترجمة الحارث بن سرار الخزاعی: 275,274/3، حدیث: 3395.

پسندیدہ اور کفر و عصیان کو اہل ایمان کے دلوں میں ناپسندیدہ ٹھہرا دیا: ﴿ أُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ ۝٧ ﴾ ”یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔“ یعنی جو اس صفت سے متصف ہیں وہی راہِ ہدایت پر ہیں اور انھی کو اللہ تعالیٰ نے رشد و بھلائی سے سرفراز فرمایا ہے۔
امام احمد نے ابن رِفاعہ زُرَقی کی ان کے والد سے روایت کو بیان کیا ہے کہ جب غزوۂ احد کے دن مشرکین کو شکست ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [اِسْتَوُوا حَتّٰى أُثْنِيَ عَلٰى رَبِّي] ”سیدھے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں۔“ صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعائیں مانگیں:

[اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، اَللّٰهُمَّ! لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَنْ أَضْلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ. اَللّٰهُمَّ! اُبْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ الْمُقِيمَ الَّذِي لَا يَحُولُ وَلَا يَزُولُ. اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ، وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ. اَللّٰهُمَّ! إِنِّي عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا. اَللّٰهُمَّ! حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ. اَللّٰهُمَّ! تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ وَأَحْيِنَا مُسْلِمِينَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُونِينَ، اَللّٰهُمَّ! قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ، اَللّٰهُمَّ! قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ، إِلٰهَ الْحَقِّ!]

”اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، اے اللہ! جسے تو کشادہ کر دے اسے کوئی تنگ کرنے والا نہیں اور جسے تو تنگ کر دے اسے کوئی کشادہ کرنے والا نہیں ہے، جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، جسے تو محروم کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور جسے تو عطا فرما دے اسے کوئی محروم کرنے والا نہیں، جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اے اللہ! تو ہم پر اپنی برکتوں، اپنی رحمت، اپنے فضل اور اپنے رزق کو فراوانی کے ساتھ نازل فرما، اے اللہ! میں تجھ سے اس ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی نہ ختم ہو اور نہ زائل ہو، اے اللہ! میں تجھ سے تنگ دستی کے دن نعمت اور خوف کے دن امن کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو نے ہمیں جو عطا فرمایا ہے اس کی برائی سے اور جو عطا نہیں فرمایا اس کی بھی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنا دے اور اسے ہمارے دلوں میں سجا دے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو ہمارے لیے ناپسندیدہ بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان فوت کرنا اور مسلمان زندہ رکھنا اور نیک لوگوں کے ساتھ اس طرح شامل کر دینا کہ ہم نہ رسوا ہوں اور نہ کسی فتنے میں مبتلا، اے اللہ! ان کافروں کو قتل کر دے جو تیرے پیغمبروں کی تکذیب کرتے اور تیرے رستے سے روکتے ہیں، ان پر اپنا عذاب نازل فرما، اے اللہ! ان کافروں کو قتل کر دے جنھیں کتاب دی گئی تھی، اے معبود برحق (ہماری دعا قبول فرما!)“[1] اسے امام نسائی نے عمل

---

① مسند أحمد: 424/3 اس حدیث کی سند متکلم فیہ ہے۔

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىهُمَا

اوراگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر (ان) دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے، تو تم

عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا

اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو تم ان دونوں کے درمیان عدل (حق) کے

بَیۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ⑨ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ

ساتھ صلح کرادو، اور تم انصاف کرو، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ⑨ مومن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں،

ع 1 10 13 الثلثة فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ⑩ ع

لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور تم اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ⑩

الیوم واللیلۃ میں ذکر کیا ہے۔ ①

پھر فرمایا: ﴿ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعۡمَةً ؕ ﴾ ''اللہ کے فضل اور احسان سے۔'' یعنی یہ عطیہ جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی تم پر نعمت ہے، ﴿ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ⑧ ﴾ ''اور اللہ خوب جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون۔ اور وہ اپنے تمام اقوال، افعال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیات: 10,9

لڑنے والے مومنوں میں صلح کرا دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والی جماعتوں میں صلح کرا دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا ۚ ﴾ ''اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کی آپس میں صلح کرادو۔'' لڑائی کے باوجود ان لڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مومن قرار دیا ہے، اس آیت کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ معصیت خواہ کتنی بڑی ہو اس سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا جیسا کہ خوارج اور ان کی اتباع کرنے والے معتزلہ مرتکب معصیت کو دائرہ ایمان سے خارج بتاتے ہیں۔ ② صحیح بخاری ہی میں حسن کی ابوبکرہ سے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ کے ساتھ منبر پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے، آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور پھر فرمایا: [إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ (تَعَالٰى) أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ] ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے۔'' ③ آپ ﷺ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی، طویل

① السنن الكبرٰى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الاستنصار عند اللقاء: 156/6، حديث: 10445. ② صحيح البخاري، الإيمان، باب: ﴿ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ ، قبل الحديث: 31. ③ صحيح البخاري، الصلح، باب قول النبي ﷺ للحسن بن علي رضي الله عنهما......، حديث: 2704.

جنگوں اور ہولناک واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل شام اور اہل عراق میں صلح کرا دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ”پس اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹ آئے، حق کو سن کر مان لے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا] ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مظلوم کی تو مدد کروں گا لیکن ظالم کی مدد کس طرح کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ (فَذَاكَ نَصْرُكَ إِيَّاهُ)] ”اسے ظلم سے روکو تو یہ تمھارا اس کی مدد کرنا ہی ہوگا۔“② سعید بن جبیر نے ذکر کیا ہے کہ اوس و خزرج میں ڈنڈوں اور جوتوں کے ساتھ لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر انھیں صلح کرنے کا حکم دیا ہے۔③ سدی کہتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھا، اس کی بیوی کا نام ام زید تھا، عورت نے اپنے میکے جانا چاہا تو اس نے اسے منع کر دیا اور بالا خانے میں بند کر دیا تاکہ اس کے میکے میں سے اس کے پاس کوئی نہ آسکے، عورت نے اپنے خاندان والوں کو پیغام بھیج کر بلایا، وہ آئے اور انھوں نے اسے بالا خانے سے نیچے اتارا تاکہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں، آدمی نے باہر نکل کر اپنے خاندان کے لوگوں کو بلایا تو اس کے چچازاد بھائی آگئے تاکہ وہ عورت کے خاندان والوں کو اسے نہ لے جانے دیں، اس طرح لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا اور جوتے چلنے لگے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلایا، ان میں صلح کرا دی اور یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ ﴾ ”پس جب وہ (فریق) لوٹ آئے تو دونوں فریقوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ یعنی بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہو تو ان میں عدل و انصاف کر دیا کرو کیونکہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ ﴾ ”بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ امام ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الْمُقْسِطِينَ فِي الدُّنْيَا، عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ لُؤْلُؤٍ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ بِمَا أَقْسَطُوا فِي الدُّنْيَا] ”یقیناً دنیا میں عدل و انصاف کرنے والے، دنیا میں اس انصاف کی وجہ سے رحمان عزوجل کے سامنے موتیوں سے بنے ہوئے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔“⑤ اسے امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔⑥

① اس صلح کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے صحیح البخاري، الصلح، باب قول النبي ﷺ للحسن بن علي ﷺ: [إن ابني ......]، حديث: 2704 . ② صحيح البخاري، الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه: أنه أخوه ......، حديث: 6952 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذي، الفتن، باب: [انصر أخاك ......]، حديث: 2255 میں ہیں۔ ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3304/10 وتفسير الطبري: 166/26. ④ تفسير الطبري: 166/26. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3304/10 . ⑥ السنن الكبرٰى للنسائي، القضاء، باب ذكر الاختلاف على الزهري في هذا الحديث: 460/3، حديث: 5917 مزید دیکھیے مسند أحمد: 159/2.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

اے ایمان والو! مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ

نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

عورتیں دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ہوسکتا ہے کہ وہ (عورتیں) ان سے بہتر ہوں، اور تم آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ،

بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ

اور تم ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، ایمان (لانے) کے بعد فاسقانہ نام (سے پکارنا) برا ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی، تو وہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

(لوگ) ظالم ہیں ⑪

اخوت اس کو کہتے ہیں...... ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ ''بے شک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' یعنی تمام مومن آپس میں دینی بھائی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ] ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ ظلم کے لیے اسے کسی کے سپرد کرے۔''① اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ] ''اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے، جب بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔''② یہ بھی صحیح حدیث میں ہے کہ [إِذَا دَعَا (الْمُسْلِمُ) لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ (قَالَ الْمَلَكُ:) آمِينَ! وَلَكَ بِمِثْلٍ] ''جب کوئی مسلمان غائبانہ طور پر اپنے بھائی کے لیے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: آمین! اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح عطا فرمائے۔''③ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَ(تَوَاصُلِهِمْ)، (كَمَثَلِ) الْجَسَدِ (الْوَاحِدِ) إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى] ''باہمی محبت، رحم دلی اور میل جول کے اعتبار سے مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار کی وجہ سے بے قرار ہو جاتا ہے۔''④ اسی طرح یہ بھی صحیح حدیث میں ہے: [اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ

① صحیح البخاري، المظالم، باب:لا يظلم المسلم المسلم......، حديث : 2442 و صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث : 2580 عن ابن عمر ﷺ. ② صحیح مسلم، الذكر والدعاء......، باب فضل الاجتماع على تلاوة ......، حديث: 2699 عن أبي هريرة ﷺ. ③ سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، حديث: 1534 اس میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [اَلرَّجُلُ] ہے جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الذكر والدعاء...... ، باب فضل الدعاء للمسلمين......، حديث: (87)-2732 عن أبي الدرداء ﷺ میں ہیں۔ ④ صحیح البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم ، حديث : 6011 دوسری قوسین والا لفظ بھی اسی میں ہے، پہلی قوسین والا لفظ شعب الإيمان للبيهقي، باب في التعاون على البر والتقوى : 102/6، حديث: 7609 میں جبکہ تیسری قوسین والا لفظ آداب الصحبة لأبي عبدالرحمٰن السلمي، حديث: 2 میں ہے اور باقی حدیث صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تراحم المؤمنين......، حديث : 2586 عن النعمان بن بشير ﷺ کے مطابق ہے۔

یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا] ''مومن، مومن کے لیے دیوار کے مانند ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔'' آپ نے یہ بات سمجھانے کے لیے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھایا۔① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ ''تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔'' یعنی لڑنے والی دونوں جماعتوں میں صلح کرا دیا کرو۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو۔'' اپنے تمام امور میں، ﴿ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ ''شاید تم پر رحم کیا جائے۔'' اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اسے یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

تفسیر آیت:11

تمسخر کرنے اور حقیر جاننے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تمسخر کرنے، انھیں حقیر جاننے اور ان کا استہزاء کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [......لٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ] ''......لیکن جس نے حق کو ٹھکرایا اور لوگوں کو حقیر جانا اس نے تکبر کیا۔''② اور [......غَمْطُ النَّاسِ] ''......لوگوں کو حقیر سمجھنا'' بھی روایت کیا گیا ہے۔③ مراد یہ ہے کہ لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنا حرام ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو حقیر گردانا جا رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بڑی قدر و منزلت حاصل ہو اور اسی لیے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ﴾ ''مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔'' پہلے مردوں کو اسی سے واضح طور پر منع فرمایا اور پھر اسی پر عطف کے ذریعے سے عورتوں کو بھی اس سے منع فرما دیا۔

﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''اور آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ۔'' یعنی لوگوں کو عیب نہ لگاؤ، طعنہ زنی کرنے والے اور عیب لگانے والے لوگ مذموم اور ملعون ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ﴾ (الھمزۃ 1:104) ''ہر طعنہ زن، عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔'' ھمز کا تعلق فعل سے اور لمز کا قول سے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴾ (القلم 11:68) ''طعنہ زنی کرنے والا، چغلیاں لیے پھرنے والا۔'' یعنی لوگوں کو حقیر جانتا، ان پر طعن کرتا، ان پر سرکشی کرتا ہے اور ان میں چغلیاں لیے پھرتا ہے۔ چغل خوری کا تعلق قول سے ہوتا ہے اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''اور آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ (النسآء 29:4) ''اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔'' یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ ﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ

① صحیح البخاری، المظالم، باب نصر المظلوم، حدیث: 2446 وصحیح مسلم، البر والصلة......، باب تراحم المؤمنین ......، حدیث: 2585 عن أبی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ. ② جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی الکبر، حدیث: 1999 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ومسند أحمد: 170,169/2 عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ وصحیح ابن حبان، الزینة والتطیب، ذکر الأخبار عن جواز تحسین المرء......: 281/12، حدیث: 5467 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه، حدیث: 91 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اور تم ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، اور نہ تم میں سے

تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو (ظاہر ہے کہ) تم اسے ناپسند

فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑫

ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو۔ ①

برے نام رکھنے اور پکارنے کی ممانعت: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ ﴾ ”اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔“ یعنی ایک دوسرے کو ایسے برے القاب سے نہ پکارو جن کا سننا کسی شخص کو برا لگتا ہو۔ امام احمد نے ابو جبیرہ بن ضحاک سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہم بنوسلمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو اس وقت ہم میں سے ہر شخص کے دو دو یا تین تین نام تھے، آپ ان میں سے کسی کو جب ان میں سے کسی نام سے پکارتے تو لوگ بتاتے کہ اللہ کے رسول وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے تو اس وقت یہ حکم نازل ہوا: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ ﴾ ”اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔“② اسے امام ابو داود نے بھی بیان کیا ہے۔③ ﴿ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ ﴾ ”ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔“ یعنی بری صفت اور برا نام رکھنا گناہ ہے اور جب تم دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہو اور تم نے دین اسلام کو خوب سمجھ لیا ہے تو پھر زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی طرح ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ ﴾ ”اور جس نے توبہ نہ کی“ اس برے نام رکھنے سے، ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ ﴾ ”تو یہی ظالم ہیں۔“

تفسیر آیت:12

بدگمانی کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بہت گمان کرنے سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اہل واقارب اور لوگوں پر ناجائز تہمت لگائی جائے کیونکہ اس طرح کی بعض بدگمانیاں اور تہمتیں محض گناہ ہوتی ہیں، لہٰذا از راہِ احتیاط اس سے بہت اجتناب کرنا چاہیے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے مومن بھائی کی بات کو اچھائی پر محمول کرو۔④ امام احمد نے اس قول کو کتاب الزھد میں ذکر فرمایا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُم وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا] ”گمان سے احتراز

① تفسير الطبري : 170/26 وتفسير القرطبي : 327/16. ② مسند أحمد : 69/4 و260. ③ سنن أبي داود، الأدب، باب في الألقاب، حديث : 4962. ④ الدر المنثور : 99/6.

کرو کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہوتی ہے، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے میں رغبت نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی پشت پیچھے بات نہ کیا کرو اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔''① اسے امام بخاری، مسلم اور ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔②

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَّلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ (ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)] ''ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ عرصے تک قطع تعلق کرے۔'' اس حدیث کو امام مسلم اور ترمذی نے بیان کیا اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔③

﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾ ''اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔'' تجسس کا لفظ اکثر و بیشتر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جاسوس کا لفظ بھی اسی سے ہے اور تحسس کا لفظ اکثر و بیشتر اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ﴾ (یوسف 12:87) ''میرے بیٹو! (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ پس یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔'' البتہ یہ دونوں لفظ برے مفہوم میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا] ''ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو اور تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔''④ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ تجسس کسی چیز کی تلاش کو کہتے ہیں جبکہ تحسس ایسے لوگوں کی بات سننے کی کوشش کرنا جو اسے ناپسند کرتے ہوں یا لوگوں کے دروازوں پر جا کر ان کی باتوں کو سننے کی کوشش کرنا اور تدابر کے معنی اعراض کرنے کے ہیں۔ امام اوزاعی کے اس قول کو ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔⑤

---

① الموطأ للإمام مالك، حسن الخلق، باب ماجاء في المهاجرة: 364/2، حديث: 1730. ② صحيح البخاري، الأدب، باب: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا...... ﴾، حديث: 6066 و صحيح مسلم، البروالصلة......، باب تحريم الظن......، حديث: 2563 وسنن أبي داود، الأدب، باب في الظن، حديث: 4917. ③ صحيح مسلم، البروالصلة ......، باب تحريم الظن......، حديث: 2563 وجامع الترمذي، البروالصلة، باب ماجاء في الحسد، حديث: 1935 واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، حديث: 6065 میں ہیں۔ ④ صحيح البخاري، الفرائض، باب تعليم الفرائض، حديث: 6724 وصحيح مسلم، البروالصلة......، باب تحريم الظن......، حديث: (30)-2563 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3305/10.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ ''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔'' اس ارشاد میں غیبت سے منع فرمادیا گیا ہے اور شارع نے اس کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام ابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَايَكْرَهُ] ''تمھارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔'' عرض کی گئی کہ میرے بھائی میں واقعی وہ خرابی موجود ہو جو میں نے بیان کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ] ''اگر اس میں وہ خرابی موجود ہے جو تم نے بیان کی تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔''[1] امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2]

غیبت کے بارے میں سخت سرزنش آئی ہے، اسی وجہ سے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو۔)'' یعنی جس طرح طبعی طور پر اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے ہو، اسی طرح شرعی طور پر اس کی غیبت سے بھی نفرت کرو کیونکہ اس کی سزا اس سے بھی زیادہ شدید ہے، غیبت سے نفرت دلانے اور اس سے احتراز کرنے کے لیے یہ مثال بیان کی گئی ہے جیسا کہ اپنے ہبہ کو واپس لینے والے کے لیے آنحضرت ﷺ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ [...... كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ (يَرْجِعُ) فِي قَيْئِهِ] ''......وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اسے چاٹ لے۔''[3] اور ساتھ ہی آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ [لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ......] ''ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے......''[4]

صحاح، حسان اور مسانید میں کئی طرق سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: [فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا] ''بے شک تمھارے خون اور تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں، قابل احترام ہے۔''[5] امام ابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث: 4874. [2] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الغيبة، حديث: 1934. [3] صحيح البخاري، الهبة وفضلها......، باب هبة الرجل لامرأته ......، حديث: 2589 و صحيح مسلم، الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة......، حديث: 1622 جبکہ قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الصدقات، باب الرجوع في الصدقة، حديث: 2391 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [4] صحيح البخاري، الهبة وفضلها......، باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبة وصدقة، حديث: 2622 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. [5] صحيح البخاري، الحج، باب الخطبة أيام منى، حديث: 1739 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3087 عن عمرو بن الأحوص رضی اللہ عنہ و مسند أحمد: 230/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

نے فرمایا:[كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: مَالُهُ وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ] ''مسلمان سارے کا سارا، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، آدمی کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔''① امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن غریب قرار دیا ہے۔②

حافظ ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سے روایت کیا ہے کہ ماعز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے زنا کر لیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا حتی کہ اس نے یہ بات چار دفعہ کہی، جب اس نے یہ بات پانچویں دفعہ کہی تو آپ نے فرمایا:[زَنَيْتَ؟] ''تو نے زنا کیا ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا:[وَتَدْرِي مَا الزِّنٰى؟] ''تم جانتے ہو زنا کیا ہوتا ہے؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، آدمی اپنی عورت سے جو کام حلال طریقے سے کرتا ہے میں نے اس کا ارتکاب حرام طریقے سے کیا ہے، آپ نے فرمایا:[مَا تُرِيدُ إِلٰى هٰذَا الْقَوْلِ؟] ''اس بات سے تمھارا کیا ارادہ ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ مجھے پاک کر دیں، راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أَدْخَلْتَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ مِنْهَا كَمَا يَغِيبُ الْمِيلُ فِي الْمُكْحُلَةِ (وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ)؟] ''کیا تم نے اپنے عضو خاص کو اس کے مقام مخصوص میں اس طرح داخل کر دیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں یا ڈول کنویں میں غائب ہو جاتا ہے؟'' اس نے جواب دیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! راوی کہتے ہیں، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا تو اسے رجم کر دیا گیا، نبی اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے یہ کہہ رہا تھا: کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اسے کتے کی طرح رجم نہ کر دیا گیا، پھر نبی ﷺ چلتے رہے حتی کہ آپ کا ایک گدھے کی لاش کے پاس سے گزر ہوا، آپ نے فرمایا: [أَيْنَ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ؟ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ] ''فلاں اور فلاں شخص کہاں ہیں؟ اترو اور تم اس گدھے کی لاش کو کھاؤ۔'' وہ بولے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے، اللہ کے رسول! کیا یہ چیز بھی کھائی جاتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[فَمَا نِلْتُمَا مِنْ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ أَكْلًا مِّنْهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهُ الْآنَ فِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ (يَنْغَمِسُ) فِيهَا] ''تم نے اپنے بھائی کی جو ابھی غیبت کی تھی وہ تو اس کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ تو اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔''③ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام احمد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک بدبودار لاش کی بدبو بلند ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أَتَدْرُونَ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ؟ هٰذِهِ رِيحُ الَّذِينَ يَغْتَابُونَ الْمُؤْمِنِينَ] ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔''④

① سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث: 4882. ② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم، حديث: 1927. ③ مسند أبي يعلى الموصلي 525,524/10، حديث: 6140 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن أبي داود، الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، حديث: 4428 میں ہیں۔ ④ مسند أحمد 351/3.

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ

اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو،

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے ⑬

غیبت اور چغلی کرنے والے کی توبہ کا طریقہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرو۔'' یعنی اس نے تمھیں جو حکم دیا ہے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اس کی پابندی کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ﴾ ''بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کے حضور توبہ کرے اور اس پر رحم فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے اور اس کی ذات پاک پر بھروسا کرے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ لوگوں کی غیبت کرنے والے کی توبہ کا طریقہ ہے کہ وہ اس سے باز آجائے، پختہ ارادہ کرے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ پہلے جو کوتاہی ہوئی کیا اس پر ندامت بھی شرط ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو کیا اس سے معاف کرانا بھی شرط ہے یا نہیں۔ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس سے معاف کرانا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ جب اسے بتائے گا کہ اس نے اس کی غیبت کی ہے تو ہوسکتا ہے کہ علم ہونے کی صورت میں اسے علم نہ ہونے کی صورت سے زیادہ تکلیف پہنچے، لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان مجالس میں اس کی تعریف کرے جن میں اس نے اس کی مذمت کی تھی اور حسب مقدور غیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے تاکہ یہ اس کا بدلہ ہو جائے۔

تفسیر آیت:13

تمام انسان آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان سب کو ایک شخص سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا، اس سے مراد آدم وحوا علیہما السلام ہیں، پھر انھیں مختلف قومیں بنا دیا، شعوب کا لفظ قبائل کی نسبت زیادہ عام ہے اور قبائل کے بعد بھی کئی مراتب ہیں، مثلاً: فصائل، عشائر، عمائر اور افخاذ وغیرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شعوب سے مراد قبائل عجم اور قبائل سے مراد قبائل عرب ہیں جیسا کہ اسباط قبائل بنی اسرائیل کو کہا جاتا ہے، ان تمام اشیاء کو میں نے ایک مستقل مقدمے میں بیان کیا ہے جسے ابوعمر بن عبدالبر کی کتاب الأشیاء اور کتاب القصد والأمم فی معرفة أنساب العرب والعجم سے استفادہ کر کے مرتب کیا ہے۔ تمام انسان، آدم وحوا علیہما السلام کی طرف خاک کی نسبت کی بنا پر شرف و عزت میں برابر ہیں، البتہ دینی امور کے اعتبار سے انھیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ دینی امور سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیبت اور ایک دوسرے کو حقیر جاننے کی ممانعت کے بعد لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بشریت کے اعتبار سے وہ سب برابر ہیں: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ ﴾ ''لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔'' تاکہ باہمی طور پر تعارف حاصل ہو جائے کیونکہ ہر شخص

اپنے قبیلے ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ امام مجاہد نے ﴿ لِتَعَارَفُوْا ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں کا تعلق فلاں قبیلے سے ہے۔[1] سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حِمْیَر اپنی اقوام کی طرف اور عرب حجاز اپنے قبائل کی طرف نسبت کرتے تھے۔

اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیز گار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھیں فضیلت تقوے کی بنیاد پر حاصل ہے، حسب ونسب کی بنیاد پر نہیں جیسا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں۔ امام بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ آپ نے فرمایا: [أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاهُمْ] ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔'' صحابہ نے عرض کی: ہمارا آپ سے اس بارے میں سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: [فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ] ''لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والے یوسف ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں اور ان کے دادا اللہ کے نبی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔'' صحابہ نے عرض کی: ہمارا آپ سے اس بارے میں بھی سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: [فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟] ''پھر تم مجھ سے قبائل عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟'' صحابہ نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: [فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا] ''تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں۔''[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بخاری کے کئی ایک مقامات پر بیان فرمایا ہے۔[3] امام نسائی نے اسے تفسیر میں روایت کیا ہے۔[4]

ایک اور حدیث: امام مسلم رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ''بے شک اللہ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔''[5] اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

ایک اور حدیث: امام ابن ابو حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی ناقہ قصوا پر طواف کیا، ارکان کو آپ نے اس چھڑی کے ساتھ چھوا جو آپ کے دست مبارک میں تھی، آپ نے مسجد میں اونٹنی

---

[1] تفسير الطبرى: 181/26. [2] صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ...... ﴾ (يوسف 7:12)، حديث: 4689. [3] صحيح البخارى، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ (النسآء 125:4)، حديث: 3353و3374و3383. [4] السنن الكبرى للنسائى، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ...... ﴾ (يوسف 7:12)، 367/6، حديث: 11249. [5] صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم ظلم المسلم......، حديث: (34)-2564. [6] سنن ابن ماجه، الزهد، باب القناعة، حديث: 4143.

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجیے: تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا، اور ابھی تک ایمان

الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ

تمھارے دلوں میں داخل (راسخ) نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمھارے اعمال (کی جزا) میں سے کچھ بھی کم

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ

نہیں کرے گا، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑭ بس (سچے) مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے،

يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮

پھر انھوں نے شک نہ کیا، اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے (مومن) ہیں⑮

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے⑯ وہ (دیہاتی) آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے، کہہ دیجیے: تم مجھ پر اپنے اسلام

اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰ اِنَّ

(لانے) کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر یہ احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو ⑰ بلاشبہ

اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ ع 2 8 14

اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی باتیں جانتا ہے، اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو تم عمل کرتے ہو⑱

کو بٹھانے کے لیے کوئی جگہ نہ پائی حتی کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں پر اس سے اترے اور ناقہ کو بطن مسیل کی طرف لے جا کر بٹھا دیا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی وہ حمد وثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنكُمْ (عُبِّيَّةَ) الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللّٰهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬﴾ ثُمَّ قَالَ: أَقُولُ قَوْلِي هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِي وَلَكُمْ] ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت اور اپنے آباء پر فخر وغرور کو دور دور کر دیا ہے، پس لوگ دو قسم کے ہیں: (1) (ایک) نیکوکار، پرہیزگار، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور (2) (دوسرے) گناہ گار، بدبخت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بے قدر، بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، سب سے خبردار ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بس میں

تم سے اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔‘‘[1] اسی طرح اسے عبد بن حمید نے بھی ذکر کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ ’’بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔‘‘ یعنی وہ تمھیں جانتا اور تمھارے امور سے باخبر ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے فضیلت عطا فرما دیتا ہے۔ وہ ان تمام امور و معاملات میں حکیم، علیم اور خبیر ہے۔

اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو نکاح میں کفو ہونے کو شرط قرار نہیں دیتے اور ان کے نزدیک دین کے سوا اور کوئی شرط نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ ’’اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔‘‘

تفسیر آیات:14-18

مومن اور مسلم میں فرق: اللہ تعالیٰ نے ان اعرابیوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے لیے مقام ایمان کا دعویٰ کر دیا تھا اور ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں پیوست نہیں ہوا تھا: ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ ﴾ ’’دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔‘‘ اس آیت کریمہ سے استفادہ کیا گیا ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور اس کی دلیل حدیث جبریل علیہ السلام بھی ہے کہ جب انھوں نے اسلام، ایمان پھر احسان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے عام سے خاص اور خاص سے اخص کی طرف ترقی کی تھی۔ امام احمد نے سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تو دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو کچھ بھی نہ دیا تو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے فلاں فلاں آدمی کو تو دیا ہے اور فلاں کو کچھ بھی نہیں دیا، حالانکہ وہ مومن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَوْ مُسْلِمٌ] ’’یا وہ مسلم ہے۔‘‘ حتی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی بات کو تین بار دوہرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تین بار فرمایا: [أَوْ مُسْلِمٌ] ’’یا وہ مسلم ہے۔‘‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّي لَأُعْطِي رِجَالًا وَّأَدَعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ ، فَلَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَّخَافَةَ أَنْ يُّكَبُّوا فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ] ’’یقیناً میں کچھ لوگوں کو تو ضرور دے دیتا ہوں اور اسے چھوڑ دیتا ہوں جو مجھے ان سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے اور اسے کچھ نہیں

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:3306/10 قوسین والا لفظ سنن أبی داود، الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب، حدیث:5116 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ میں ہے جبکہ ابن ابو حاتم میں حَمِیَّۃً کا لفظ ہے۔ ② مسند عبد بن حمید :253/1 ، حدیث:795(C.D) ومخطوطة عبد بن حمید، مسند عبداللّٰه بن عمر، ص:106 مزید دیکھیے سنن أبی داود، الأدب، باب فی التفاخر......، حدیث:5116 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجرات، حدیث:3270 ومسند أحمد:361/2.

دیتا (اوران لوگوں کو اس خوف کی وجہ سے دیتا ہوں کہ) کہیں وہ اپنے چہروں کے بل جہنم میں (نہ) گرا دیے جائیں۔''[1] اسے بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے مومن اور مسلم میں فرق فرمایا تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے۔ ہم نے اس مسئلے کو دلائل کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب الإیمان کی شرح کے آغاز میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور یہ دیہاتی لوگ منافق نہیں تھے بلکہ مسلمان تھے لیکن اسلام ابھی ان کے دلوں میں مستحکم نہیں ہوا تھا، وہ جس مقام تک پہنچے تھے انھوں نے اپنے لیے اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کا دعویٰ کر دیا تھا، اس لیے اس بارے میں انھیں ادب سکھایا گیا اور یہی معنی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی اور امام قتادہ رحمہ اللہ کے اس قول کے جسے ابن جریر نے بھی اختیار کیا ہے کہ ان سے یہ بات ادب سکھانے کے لیے کہی گئی تھی۔[3] ﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ﴾ ''کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔'' یعنی تم ابھی تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچے ہو۔

پھر فرمایا: ﴿وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ۭ﴾ ''اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمھارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔'' یعنی تمھارے اجر کو کم نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ﴾ (الطور 52:21) ''اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی اس کے لیے جو اس کے سامنے توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے، ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بس مومن تو وہ ہیں'' یعنی کامل مومن۔ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا﴾ ''جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے۔'' یعنی نہ شک میں پڑے نہ ڈگمگائے بلکہ ایک ہی حالت پر ثابت قدم رہے اور وہ ہے خالص تصدیق کی حالت، ﴿وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ﴾ ''اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔'' یعنی انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے نفیس مالوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و خوشنودی میں خرچ کر دیا، ﴿اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔'' یعنی اپنی اس بات میں وہ سچے ہیں جب یہ کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں جبکہ یہ بعض اعرابی جنھوں نے ابھی تک صرف ظاہری حکم ہی پڑھا ہے یہ مومن نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ﴾ ''ان سے کہیں کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلاتے ہو۔'' یعنی اسے بتلاتے ہو کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے، ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ﴾ ''اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے۔'' اس سے آسمانوں اور زمین کی ذرہ بھر یا اس سے بڑی چھوٹی کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ ہر چیز کے متعلق خوب جاننے والا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ

[1] مسند أحمد: 176/1. [2] صحیح البخاری، الإیمان، باب: إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقة......، حدیث: 27 وصحیح مسلم، الإیمان، باب تألف قلب من یخاف......، حدیث: 150. [3] تفسیر الطبری: 184/26.

نے فرمایا: ﴿ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ ﴾ ''یہ لوگ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو۔'' یعنی یہ اعرابی جنھوں نے اپنے اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع و نصرت کی وجہ سے احسان جتلایا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو۔'' کیونکہ اس کا فائدہ تو تمھیں ہی حاصل ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے ﴿ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝١٧ ﴾ ''بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کا رستہ دکھایا، بشرطیکہ تم سچے ہو۔'' یعنی اپنے اس دعوے میں جیسا کہ نبی ﷺ نے حنین کے دن انصار سے فرمایا تھا: [يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ عَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟] ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے تمھیں میرے ساتھ ہدایت بخشی؟ اور تم الگ الگ تھے، پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت پیدا فرمادی اور تم فقیر تھے تو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم کو غنی کر دیا۔'' آپ جب بھی کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ احسان مند ہیں۔[1]

حافظ ابوبکر بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اسلام لے آئے ہیں جبکہ عربوں نے آپ سے لڑائی کی مگر ہم نے آپ سے لڑائی نہیں کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ (فِقْهَهُمْ) قَلِيلٌ وَّإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْطِقُ عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ] ''بے شک ان میں سمجھ بوجھ بہت کم ہے اور بلاشبہ شیطان ان کی زبانوں میں بولتا ہے۔'' اور اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝١٧ ﴾ ''یہ لوگ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں! کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کا رستہ دکھایا، بشرطیکہ تم سچے ہو۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس بات کا ذکر فرمایا کہ وہ تمام کائنات کے بارے میں علم رکھتا ہے اور تمام مخلوقات کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝١٨ ﴾ ''بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔''[2]

سورۂ حجرات کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الطائف في شوال......، حديث: 4330 عن عبدالله بن زيد بن عاصم رضي الله عنه.

[2] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ ﴾: 467/6، حديث: 11519 جبکہ قوسین والا لفظ المعجم الأوسط للطبراني: 127/8، حديث: 7252 میں ہے، البتہ مسند البزار میں یہ روایت نہیں ملی۔

تفسیر سورۂ ق

یہ سورت مکی ہے

مفصل سورتوں کا آغاز: یہ سورۂ مبارکہ صحیح قول کے مطابق حزب مفصل میں سے پہلی سورت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفصل سورتوں کا آغاز سورۂ حجرات سے ہوتا ہے۔ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اس کا آغاز ﴿ عَمَّ ﴾ یعنی سورۂ نبا سے ہوتا ہے تو یہ بالکل بے اصل ہے، ہمارے علم کے مطابق قابل اعتبار علمائے کرام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔

سورۂ ''ق'' کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز میں کیا پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﴿ قٓ ﴾ اور ﴿ اِقْتَرَبَتِ ﴾ (القمر 1:54) پڑھا کرتے تھے۔ [1] اس حدیث کو امام مسلم اور اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

ایک اور حدیث: امام احمد نے ام ہشام بنت حارثہ سے روایت کیا ہے کہ دو سال یا ایک سال اور کچھ عرصہ تک ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا اور میں نے سورۂ ''ق'' کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی سن کر یاد کر لیا تھا، آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ہر جمعے منبر پر اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [3] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [4] امام ابوداود نے حارث بن نعمان کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ میں نے سورۂ ق کو رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر یاد کیا تھا، آپ ہر جمعے کے خطبے میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔ [5] اسی طرح اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [6] مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید اور جمعہ جیسے بڑے اجتماعات میں اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ ابتدائے آفرینش، بعث بعد الموت، آخرت، میدان حشر میں قیام، حساب، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

[1] مسند أحمد: 218,217/5. [2] صحيح مسلم، صلاة العيدين، باب مايقرأ في صلاة العيدين، حديث: 891 و سنن أبي داود، الصلاة، باب مايقرأ في الأضحى والفطر، حديث: 1154 و جامع الترمذي، أبواب العيدين، باب ماجاء في القراءة في العيدين، حديث: 534 و سنن النسائي، صلاة العيدين، باب القراءة في العيدين……، حديث: 1568 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القراءة في صلاة العيدين، حديث: 1282. [3] مسند أحمد: 436,435/6. [4] صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: (52)-873. [5] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يخطب على قوس، حديث: 1100. [6] صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: 873 و السنن الكبرى للنسائي، القراءة في الخطبة: 532/1، حديث: 1720.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

قٓ! قسم ہے قرآنِ مجید کی ① بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، پھر کافروں نے کہا: یہ تو عجیب بات ہے ② کیا

هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا

جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟) یہ واپسی تو (عقل سے) بہت بعید ہے ③ یقیناً ہمیں علم ہے جو کچھ

مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

زمین ان میں سے کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس ایک کتاب (ہر چیز کی) حفاظت کرنے والی ہے ④ بلکہ انھوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤

آیا، چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں ⑤

تفسیر آیات: 1-5

﴿قٓ ۚ﴾ بعض سورتوں کے آغاز میں مذکور حروف تہجی میں سے ایک حرف ہے جیسا کہ ﴿صٓ﴾، ﴿نٓ﴾، ﴿الٓمّٓ ۚ﴾، ﴿حٰمٓ ۚ﴾ اور ﴿طٰسٓ﴾ وغیرہ حروف ہیں، یہ امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے، ان کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں گفتگو ہو چکی ہے۔[1] لہٰذا اس کی اب ضرورت نہیں ہے۔

کفار کا رسالت و آخرت پر تعجب اور ان کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ①﴾ ''قرآن مجید کی قسم!'' یعنی اس قرآن کی قسم جو کریم وعظیم ہے اور ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) بڑے دانا، نہایت تعریف کیے ہوئے کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔'' جواب قسم، قسم کے بعد مضمون کلام ہے اور وہ ہے اثبات نبوت، اثبات آخرت اور اس کا یقینی طور پر وقوع پذیر ہونا، گو قسم یہاں لفظی طور پر مذکور نہیں ہے، قرآن مجید کی قسموں میں یہ اسلوب بکثرت استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝﴾ (صٓ 2,1:38) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔[2] اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ②﴾ ''ق، قرآن مجید کی قسم! (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں) لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انھی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے: یہ بات تو بڑی عجیب وغریب ہے۔'' یعنی انھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ایک بشر ہی کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا گیا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

[1] دیکھیے البقرة، آیت: 1 کے تحت عنوان: ''حروف مقطعات کے متعلق بحث'' [2] دیکھیے صٓ، آیات: 2,1 کے ذیل میں۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ وَ الْاَرْضَ

کیا پھر انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسا بنایا اور ہم نے اسے آراستہ کیا، اور اس میں کوئی شگاف نہیں⑥ اور ہم نے

مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ⑦ تَبْصِرَةً

زمین پھیلائی، اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے، اور ہم نے اس میں ہر طرح کی خوش نما نباتات اگائی⑦ (حق کی طرف) رجوع کرنے والے

وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ⑧ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ

ہر بندے کی بصیرت اور نصیحت کے لیے⑧ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے باغات اور اناج کی کاٹی

الْحَصِیْدِ ⑨ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ⑩ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً

جانے والی فصل اگائی⑨ اور کھجور کے بلند و بالا درخت (پیدا کیے) جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں⑩ بندوں کی روزی کے لیے، اور ہم نے اس (پانی) کے

مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (مرنے کے بعد قبروں سے) نکلنا ہے⑪

﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ ﴾ (یونس 10:2) ''کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ۔'' یعنی یہ بات کوئی باعث تعجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرمالیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

پھر اللہ عزوجل نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے آخرت سے بھی تعجب کیا اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہا: ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ③ ﴾ ''بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہوں گے؟) یہ لوٹنا (زندہ ہونا عقل سے) بعید ہے۔'' یعنی یہ لوگ ازراہِ تعجب کہتے ہیں: جب ہم مر گئے، بوسیدہ ہو گئے، ہمارے جوڑ ٹوٹ گئے اور ہم خاک میں مل گئے تو پھر دوبارہ سے اس انسانی ڈھانچے اور جسم کا وجود میں آنا کیونکر ممکن ہو گا؟ ﴿ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ③ ﴾ یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا تو بہت بعید از قیاس ہے، معنی یہ ہیں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دوبارہ زندہ ہونا محال اور ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ ﴾ ''بلاشبہ ان (کے جسموں) سے زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے، ہم کو معلوم ہے۔'' یعنی زمین ان کے جسموں کو کھا کر جس قدر بوسیدہ اور کم کرتی ہے، ہمیں معلوم ہے اور ہم سے یہ بات ذرّہ بھر مخفی نہیں کہ ان کے جسم کس قدر منتشر ہو گئے، کہاں چلے گئے اور کس حالت میں ہو گئے ہیں، ﴿ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ④ ﴾ ''اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔'' جو ان سب باتوں کو محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین ان کے گوشت، جسموں، ہڈیوں اور بالوں کو کھا رہی ہے۔[1] مجاہد، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2] اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے کفر، سرکشی اور جو بات بعید از عقل نہیں ہے، اسے بعید سمجھنے کا سبب بیان

① تفسیر الطبری: 192/26 . ② تفسیر الطبری: 192/26 .

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤ ﴾ ''بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس دین حق آپہنچا تو انھوں نے اس کو جھوٹ سمجھا، سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں (پڑ رہے) ہیں۔'' اور یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو حق سے دور ہو جائے اور اس کے بعد وہ جو بھی کہے وہ باطل ہے۔ ﴿ مَّرِيْجٍ ⑤ ﴾ کے معنی مختلف، مضطرب، ملتبس اور منکر کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۭ ﴾ (الذّٰریٰت 9,8:51) ''(اے اہل مکہ!) بلاشبہ تم ایک متناقض بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔''

تفسیر آیات: 6-11

اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان جو آخرت سے بھی بڑی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اپنی اس عظیم الشان قدرت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑی چیز کو ظاہر کیا جس کے وقوع پذیر ہونے کو انھوں نے بعید سمجھتے ہوئے اظہار تعجب کیا ہے ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَاۗءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا ﴾ ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اور اسے (کیونکر) سجایا ہے'' یعنی چراغوں کے ساتھ۔ ﴿ وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ ﴾ ''اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ فروج کے معنی شگاف کے ہیں۔[1] دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی دراڑ کے ہیں۔[2] کچھ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی پھٹن کے ہیں۔[3] اور تمام کا مفہوم ایک ہی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ ﴾ (الملك 4,3:67) ''جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (اے دیکھنے والے!) کیا تو (اللہ) رحمان کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ! بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر! تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک ہار کر لوٹ آئے گی۔'' یعنی نظر دیکھتے دیکھتے تھک جائے گی مگر آسمان میں کوئی عیب یا نقص نہ دیکھ سکے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا ﴾ ''اور زمین کو (دیکھو اسے) ہم نے پھیلایا'' یعنی وسعت دے کر ہم نے اسے بچھا دیا ہے، ﴿ وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ﴾ ''اور اس میں ہم نے پہاڑ رکھ دیے۔'' رواسی کے معنی پہاڑ کے ہیں اور یہ اس لیے رکھے ہیں تاکہ زمین میں حرکت و اضطراب نہ ہو۔ ﴿ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦ ﴾ ''اور اس میں ہم نے ہر طرح کی خوش نما چیزیں اگائیں۔'' یعنی تمام انواع و اقسام کی فصلیں، پھل اور نباتات۔ ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 49:51) ''اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔'' بھیج کے معنی خوش نما اور خوش منظر کے ہیں۔ ﴿ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧ ﴾ ''ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے (اسے) ہدایت اور نصیحت (بنایا۔)'' یعنی آسمانوں

---

[1] تفسیر الطبری: 194/26. [2] تفسیر الطبری: 194/26 وتفسیر القرطبی: 6/17. [3] تفسیر الطبری: 194/26.

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ⑬

ان سے پہلے قوم نوح نے، اوراصحاب الرس نے اور ثمود نے جھٹلایا ⑫ اور عاد اور فرعون اور برادران لوط نے ⑬ اور ایکہ (بستی)

وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ⑭ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ

والوں اور قوم تُبّع نے، (ان) سب نے رسولوں کو جھٹلایا، لہٰذا (ان پر) میری وعید ثابت ہوگئی ⑭ کیا پھر ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟

ع 1 15 15 بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮

(نہیں!) بلکہ وہ از سر نو تخلیق کے متعلق شک میں ہیں ⑮

اور زمین کی آفرینش کا مشاہدہ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں جو عظیم الشان نشانیاں پیدا فرما دی ہیں یہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ہدایت، دلیل اور نصیحت ہیں، یعنی ہر اس بندے کے لیے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھنے والا اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔'' یعنی جو بہت ہی نفع بخش ہے۔ ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ⑨ ﴾ ''پھر ہم نے اس سے باغ و بستان اگائے اور کھیتی کا اناج۔'' اس سے مراد وہ فصلیں ہیں جن کے دانے حاصل کر کے جمع کیے جاتے ہیں۔ ﴿ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ ﴾ ''اور لمبی لمبی کھجوریں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ائمہ کا قول ہے کہ باسقات کے معنی ہیں لمبی لمبی۔ [1] ﴿ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩ ﴾ ''جن کا گابھا تہ بہ تہ ہوتا ہے۔'' نضید کے معنی ہیں تہ بہ تہ۔ ﴿ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ﴾ ''(یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لیے (ہے۔)'' بندوں سے یہاں تمام مخلوقات مراد ہیں۔ ﴿ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ ﴾ ''اور اس (پانی) سے ہم نے شہر مردہ (زمین افتادہ) کو زندہ کیا۔'' یعنی اس زمین کو جو بنجر اور مردہ ہو چکی تھی اور پھر جب اس پر بارش کا پانی برستا ہے تو یہ شاداب ہو جاتی، لہلہانے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگانے لگتی ہے، پھل اور پھول وغیرہ جو دیکھنے میں بہت خوش نما معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ پہلے اس میں کوئی نبات نہ تھی مگر بارش برسنے کے بعد یہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگی، موت و ہلاکت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی یہی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یہ عظیم الشان شاہکار جو دیکھے اور محسوس کیے جا رہے ہیں، ان سے کہیں بڑھ کر ہیں جن کا بعثت کے منکر انکار کر رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 40:57) ''البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے۔'' اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ﴾ (الأحقاف 46:33) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے

① تفسیر الطبری: 26/196، 197.

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں (ہاں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:39) ''اور (اے بندے یہ) اسی (کی قدرت) کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو بنجر (خشک) دیکھتا ہے جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھلنے پھولنے لگتی ہے تو جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

تفسیر آیات:12-15

سابقہ امتوں کی ہلاکت اور قریش کو نصیحت: کفار قریش کی طرح پہلے تکذیب کرنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو عذاب نازل فرمائے، مثلاً: قوم نوح پر عذاب نازل کر کے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا گیا، اسی طرح کنویں والوں پر عذاب نازل کر کے انھیں تباہ و برباد کر دیا گیا جیسا کہ ان کا واقعہ سورۂ فرقان میں گزر چکا ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے ان تمام واقعات کی طرف اشارہ فرما کر کفار قریش کو سرزنش کی ہے۔ ﴿ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴾ ''اور ثمود (جھٹلا چکے ہیں) اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی۔'' لوط کے بھائیوں سے مراد ان کی امت کے لوگ اور وہ اہل سَدُوم ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان پر پتھروں کی بارش برسائی، انھیں زمین میں دھنسا دیا، ان کی زمین کو ان کے کفر و سرکشی اور ان کی مخالفت حق کی وجہ سے بحر مردار میں تبدیل کر دیا۔ کیونکہ ان کی زمینوں کے پانی گہرے ہو گئے تھے۔ ﴿ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ﴾ ''اور ایکہ والے۔'' ان سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں۔ ﴿ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ ﴾ ''اور تبع کی قوم'' کے لوگ جو یمن کے رہنے والے تھے ان کا واقعہ ہم نے سورۂ دخان میں ذکر کیا ہے۔[2] لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ.

﴿ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ ﴾ ''سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔'' یعنی ان تمام امتوں اور ان تمام صدیوں کے لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور جو کسی ایک پیغمبر کی بھی تکذیب کرے اس نے گویا تمام پیغمبروں کی تکذیب کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:105) ''قوم نوح نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔'' حالانکہ ان کے پاس ایک ہی پیغمبر آئے تھے، اگر ان کے پاس تمام پیغمبر بھی آتے تو وہ ان سب کو جھٹلا دیتے، اس لیے فرمایا کہ قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، ﴿ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ ﴾ ''تو میری وعید ثابت ہو کر رہی۔'' یعنی تکذیب کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جس عذاب سے انھیں ڈرایا تھا وہ پورا ہو کر رہا، اس لیے قرآن مجید کے مخاطب لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ وہ بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آ جائیں جس طرح پہلے لوگ مبتلا ہوئے تھے کیونکہ یہ بھی اپنے پیغمبر کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں جس طرح ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔

---

[1] دیکھیے الفرقان، آیت:38 کے ذیل میں۔ [2] دیکھیے الدخان، آیات:34-37 کے ذیل میں عنوان: ''منکرین قیامت کی تردید''

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ

اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا، اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں کو بھی ہم جانتے ہیں، اور ہم (اس کی) شہ رگ سے بھی زیادہ

مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰

اس کے قریب ہیں⑯ جب اخذ کرتے (لکھتے) ہیں دو اخذ کرنے (لکھنے) والے (فرشتے)، اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے⑰

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط

(انسان) جو بات بھی (منہ سے) نکالتا ہے (وہ لکھنے کو) اس کے پاس ایک نگران (فرشتہ) تیار ہوتا ہے⑱ اور موت کی سختی حق الیقین

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ وَجَآءَتْ

(موت) کو لے آتی ہے۔ (کہا جاتا ہے:) یہی ہے وہ (موت) جس سے تو بھاگتا تھا⑲ اور صور میں پھونکا جائے گا، یہ وعید (وعدۂ عذاب) کا

كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ㉑ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

دن ہے⑳ اور ہر نفس آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک شہادت دینے والا ہوگا㉑ البتہ تحقیق تو اس سے غفلت میں تھا، تو ہم نے تجھ

عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒

سے تیرا پردہ ہٹا دیا، چنانچہ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے㉒

دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط ﴾ ''تو کیا ہم پہلی پیدائش سے تھک گئے ہیں؟'' یعنی کیا پہلی دفعہ پیدا کرنے نے ہمیں عاجز و درماندہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں یہ لوگ شک میں مبتلا ہیں؟ ﴿ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮ ﴾ ''نہیں بلکہ یہ از سرِ نو پیدا کرنے میں شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' معنی یہ ہیں کہ پہلی دفعہ پیدا کرنے نے ہمیں عاجز و درماندہ نہیں کیا جبکہ دوبارہ پیدا کرنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط ﴾ (الروم 30:27) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کو بہت آسان ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (یٰس 36:78,79) ''اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو اُن کو کون زندہ کرے گا، کہہ دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا، وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔'' یہ صحیح حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے[1]: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يُؤْذِيْنِي) ابْنُ آدَمَ...... فَقَوْلُهُ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے...... پھر اس کا یہ کہنا کہ جس طرح اس نے مجھے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا، (صحیح نہیں) حالانکہ

① دیکھیے مریم، آیات :66,67 کے ذیل میں، عنوان: ''انسان کا حیات بعد الممات پر تعجب'' مزید دیکھیے الروم، آیت: 27 کے ذیل میں، عنوان: ''مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے''

میرے لیے پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹانے (دوسری دفعہ پیدا کرنے) سے زیادہ آسان تو نہیں ہے۔‘‘①

تفسیر آیات:16-22

انسان کے پاس جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے: اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی قدرت کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور وہ اس کے تمام امور کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہے حتیٰ کہ وہ تو انسانوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اچھے یا برے خیالات سے بھی آگاہ ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْتَتَكَلَّمْ بِهِ] ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف فرما دیا ہے، جب تک انھیں زبان سے کہہ نہیں دیا جاتا یا ان کے مطابق عمل نہیں کر لیا جاتا۔‘‘②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾ ’’اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ جس نے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہم علم کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہیں تو یہ اس لیے تاکہ حلول یا اتحاد لازم نہ آئے، حالانکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حلول واتحاد سے پاک ہے اور پھر الفاظ بھی اس مفہوم کا تقاضا نہیں کرتے کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے یہ نہیں فرمایا کہ أَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ’’میں اس کی رگ جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہوں۔‘‘ بلکہ یہ فرمایا ہے: ﴿ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾ ’’اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔‘‘ جیسا کہ اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کی موت کا وقت آ گیا ہو: ﴿ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴾ (الواقعة 85:56) ’’اور ہم اس مرنے والے سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور لیکن تم دیکھتے نہیں۔‘‘ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فرشتے مراد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر 9:15) ’’بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔‘‘ فرشتے ہی اس کتاب نصیحت، یعنی قرآن مجید کو لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوئے تھے، اسی طرح فرشتے ہی انسان سے اس کی رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اس بات کی اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں قدرت عطا فرمائی ہوتی ہے۔ فرشتہ انسان کے دل میں خیال ڈالتا ہے جیسا کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے: [فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ] ’’پس بلاشبہ

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب :1، حديث:4974 عن أبي هريرة ﷛ البتہ مذکورہ حوالے میں قوسین والے لفظ کے بجائے [كَذَّبَنِي] ہے جبکہ [يُؤْذِينِي] اس سیاق میں نہیں ملا، بلکہ یہ لفظ صحيح البخاري، حديث:7491 و صحيح مسلم، حديث: (2)-2246 میں [يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ......] عن أبي هريرة ﷛ کے سیاق میں ہے۔ ② صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب: إذا حنث ناسيا في الأيمان، حديث :6664 و صحيح مسلم، الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس......، حديث:(202)-127 واللفظ له عن أبي هريرة ﷛ .

شیطان تو آدم کے بیٹے کے جسم میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون کی گردش ہوتی ہے۔‘‘[1] جیسا کہ صادق و مصدوق ﷺ نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ ﴾ ’’جب دو اخذ کرنے (لکھنے والے اخذ کرتے ہیں۔‘‘یعنی وہ دو فرشتے جو انسان کے عمل کو لکھتے ہیں، ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ ﴾ ’’جو دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں۔‘‘ گھات لگائے ہوئے ﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ ﴾ ’’کوئی بات (اس کی زبان سے) نہیں نکلتی۔‘‘یعنی ابن آدم کوئی لفظ نہیں بولتا ﴿ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ ﴾ ’’مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔‘‘یعنی ایک نگہبان مستعد اور تیار رہتا ہے اور وہ اسے فوراً لکھ لیتا ہے، وہ نہ انسان کی زبان سے ادا ہونے والے کسی لفظ کو چھوڑتا ہے اور نہ اس کی کسی حرکت کو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ ﴾ (الانفطار 82:10-12) ’’اور بلاشبہ تم پر نگہبان مقرر ہیں، عالی قدر (تمھاری باتوں کے) لکھنے والے، جو تم کرتے ہو، وہ اسے جانتے ہیں۔‘‘فرشتہ انسان کی ہر بات کو لکھ لیتا ہے، قتادہ اور حسن کا یہی قول ہے۔[2] اس آیت کریمہ سے بظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَايَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ، يَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ إِلٰى يَوْمِ (يَلْقَاهُ)، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، يَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطَهٗ إِلٰى يَوْمِ (يَلْقَاهُ)] ’’انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک وہ پہنچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اس کے لیے اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ یہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک وہ پہنچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اس کے لیے اپنی ناراضی لکھ دیتا ہے۔‘‘علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ کتنی ہی ایسی باتیں ہیں جن سے مجھے حدیث بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا۔[3] اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[4] اور صحیح میں اس کا شاہد بھی ہے۔[5]

سکرات موت، نفخ صور اور حشر کے ساتھ نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ

---

[1] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب: هل يخرج المعتكف لحوائجه......، حديث: 2035 عن علي بن حسين رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة......، حديث: 2174 عن أنس رضی اللہ عنہ . [2] تفسير الطبري: 205/26. [3] مسند أحمد: 469/3 دونوں قوسوں والا لفظ جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في قلة الكلام، حديث: 2319 میں ہے جبکہ مسند احمد میں القيامه کا لفظ ہے۔ [4] جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في قلة الكلام، حديث: 2319 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث: 3969، ملحوظہ: نسائی شریف میں یہ حدیث نہیں ملی۔
[5] صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث: 6478 وصحيح مسلم، الزهد، باب حفظ اللسان، حديث: 2988 مختصرًا.

مِنۡهُ تَحِیۡدُ ﴿۱۹﴾ ’’اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی (اے انسان!) یہی وہ (حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔‘‘ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ اے انسان! موت کی بے ہوشی حقیقت واضح کرنے کے لیے طاری ہوگئی ہے، یعنی اس نے تیرے سامنے اس یقین کو واضح کر دیا ہے جس کے بارے میں تو شک میں مبتلا تھا، ﴿ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِیۡدُ ﴿۱۹﴾﴾ ’’یہی وہ (حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔‘‘ اس سے بھاگتا تھا مگر اب جبکہ یہ تیرے پاس آ گئی ہے تو اب اسے کسی طرح بھی نہ روکا جاسکتا ہے نہ ٹالا جاسکتا ہے نہ موخر کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے خلاصی حاصل کی جاسکتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کو موت (کی سختی) ڈھانپنے لگی تو آپ نے چہرہ اقدس سے پسینہ پونچھنا شروع فرمادیا اور ساتھ ساتھ ارشاد فرمارہے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلۡمَوۡتِ سَكَرَاتٍ] ’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں۔‘‘[1]

﴿ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِیۡدُ ﴿۱۹﴾﴾ میں ما کے بارے میں دو قول ہیں: (1) یہ ’’ما‘‘ موصولہ ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ جس سے تو دور ہوتا، بھاگتا اور راہِ فرار اختیار کرتا تھا، وہ چیز تیرے پاس آ پہنچی اور تیرے گھر میں اتر چکی ہے۔ (2) یہ ’’ما‘‘ نافیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ ہے وہ حالت جس سے بھاگنے اور فرار ہونے کی تجھ میں قدرت نہیں ہے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ الَّذِی يَفِرُّ مِنَ الۡمَوۡتِ كَمَثَلِ الثَّعۡلَبِ تَطۡلُبُهُ الۡأَرۡضُ بِدَيۡنٍ، فَجَعَلَ يَسۡعٰى حَتّٰى إِذَا أَعۡيٰ وَانۡتَهَرَ دَخَلَ جُحۡرَهٗ فَقَالَتۡ لَهُ الۡأَرۡضُ: يَا ثَعۡلَبُ! دَيۡنِی، فَخَرَجَ وَلَهٗ حُصَاصٌ، فَلَمۡ يَزَلۡ كَذٰلِكَ حَتّٰى تَقَطَّعَتۡ عُنُقُهٗ فَمَاتَ] ’’موت سے بھاگنے والے کی مثال اس لومڑ کی سی ہے جس سے زمین اپنے قرض کا مطالبہ کرتی ہو، تو وہ دوڑنے لگا حتی کہ تھک ہار کر اور بیدار رہنے کے بعد وہ اپنے بل میں داخل ہوگیا تو پھر بھی زمین نے اس سے کہا: لومڑ! میرا قرض ادا کر، وہ نکلا تو اس کی ہوا خارج ہو رہی تھی، پس اسی حالت میں اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔‘‘[2] اس مثال کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح لومڑ کے لیے زمین کے سوا چارہ کار نہیں، اسی طرح انسان بھی موت سے بچ نہیں سکتا۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡوَعِيۡدِ ﴿۲۰﴾﴾ ’’اور صور میں پھونکا جائے گا۔ یہی (عذاب کی) وعید کا دن ہے۔‘‘ نفخ صور، گھبراہٹ، بے ہوشی اور دوبارہ جی اٹھنے سے متعلق حدیث کے بارے میں گفتگو قبل ازیں کی جاچکی ہے۔[4] اور یہ سب کچھ روز قیامت رونما ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَيۡفَ أَنۡعَمُ وَصَاحِبُ الۡقَرۡنِ قَدِ الۡتَقَمَ الۡقَرۡنَ، وَحَنٰى جَبۡهَتَهٗ، يَسۡمَعُ مَتٰى يُؤۡمَرُ فَيَنۡفُخُ! فَقَالَ أَصۡحَابُ مُحَمَّدٍ: (فَكَيۡفَ نَقُولُ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟) قَالَ: قُولُوا: حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيلُ(فَقَالَ الۡمُسۡلِمُونَ: حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيلُ)]

---

[1] صحيح البخاری، المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حديث: 4449 عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [2] المعجم الكبير للطبرانی: 222/7، حديث: 6922 یہ حدیث ضعیف ہے۔ [3] الضعفاء الكبير للعقيلی: 201/4، حديث: 1781. [4] دیکھیے الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں عنوان: ’’صور میں پھونکنے کا بیان‘‘ والنمل، آیت: 87 کے ذیل میں عنوان: ’’قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ‘‘، یٰسٓ، آیت: 49 کے تحت عنوان: ’’کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا‘‘ اور الزمر، آیت: 68 کے تحت عنوان: ’’صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان‘‘

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿23﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿24﴾

اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ ہے وہ (روداد) جو میرے پاس تیار ہے﴿23﴾ (حکم ہوگا:) تم دونوں ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈال دو﴿24﴾

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿25﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ

بھلائی سے منع کرنے والے کو، حد سے نکلنے والے (اور دین میں) شک کرنے والے کو﴿25﴾ وہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا، لہٰذا تم

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿26﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ

دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو﴿26﴾ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا اور لیکن وہ (خود ہی)

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿27﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿28﴾

پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا رہا﴿27﴾ اللہ فرمائے گا: تم میرے پاس جھگڑا نہ کرو، حالانکہ میں پہلے ہی تمھاری طرف (عذاب کی) وعید بھیج چکا تھا﴿28﴾

ع 2/14/16 مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿29﴾

میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور میں بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں﴿29﴾

''میں کیسے پرسکون ہو جاؤں جبکہ سینگ والے (فرشتے) نے سینگ منہ میں لے لیا ہے، اپنی پیشانی کو جھکا دیا ہے اور کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے حکم دیا جائے، پھر وہ (صور میں) پھونک دے! آپ کے ساتھیوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کیسے کہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہو ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔'' صحابہ نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔[1]

﴿ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿21﴾ ﴾ ''اور ہر شخص (ہمارے سامنے) آئے گا ایک فرشتہ اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا اور ایک (اس کے عملوں کی) گواہی دینے والا۔'' یعنی ایک فرشتہ اسے محشر کی طرف لے جائے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دے گا۔ آیت کریمہ کا بظاہر یہی مفہوم معلوم ہو رہا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[2] پھر انھوں نے ثقیف کے مولیٰ یحییٰ بن رافع سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿21﴾ ﴾ انھوں نے فرمایا کہ ایک چلانے والا اسے اللہ کی طرف چلا کر لے جائے گا اور دوسرا اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دے گا۔[3]

﴿ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿22﴾ ﴾ ''البتہ تحقیق یہ وہ (دن) ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا۔ تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھا دیا، پس آج تیری نگاہ بہت تیز (اور قوی) ہے۔'' یہ ہر انسان سے بحیثیت انسان خطاب ہے اور دن سے مراد روز قیامت ہے اور نگاہ تیز اس لیے ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک حتی کہ کفار بھی دیکھ رہے

[1] پہلی قوسین والا جملہ جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث: 3243 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ، دوسری قوسین والے الفاظ معجم شيوخ أبي بكر الإسماعيلي: 428/1، رقم: 87 میں اور باقی حدیث مسند أحمد: 326/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے۔ [2] تفسير الطبري: 207/26. [3] تفسير الطبري: 207/26.

ہوں گے اور اس دن وہ بھی استقامت پر ہوں گے لیکن اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ﴾ (مریم 19:38) ”وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (السجدة 32:12) ”اور کاش! آپ (اس وقت) دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں۔ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“

تفسیر آیات: 23-29

فرشتے کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کا کافر کو جہنم میں گرانے کا حکم: ابن آدم کے عمل کے ساتھ مقرر کیے ہوئے فرشتے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے کہے گا: ﴿ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ؕ ﴾ ”یہ (اعمال نامہ) میرے پاس تیار ہے۔“ اور کسی کمی بیشی کے بغیر حاضر ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے فرمائے گا: ﴿ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ ﴾ ”(حکم ہوگا کہ) تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔“ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ چلانے والے اور گواہی دینے والے فرشتوں سے خطاب ہے، چلانے والا اسے میدان حشر میں چلا کر لائے گا اور گواہی دے گا تو اللہ تعالیٰ انھیں حکم دیں گے کہ اسے دوزخ میں ڈال دو، جو بدترین ٹھکانا ہے ﴿ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ ﴾ یعنی حق کا بہت زیادہ انکار اور تکذیب کرنے والا، حق کا دشمن اور علم کے باوجود باطل کے ساتھ حق کا مقابلہ کرنے والا، ﴿ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ﴾ ”خیر و بھلائی کو روکنے والا۔“ مال سے متعلق حقوق ادا نہ کرنے والا اور نہ مال کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور صدقہ کرنے والا، ﴿ مُعْتَدٍ ﴾ ”حد سے بڑھنے والا۔“ اور جن کاموں میں خرچ کرتا ہے تو حد سے بڑھ جاتا ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو گفتگو، چال ڈھال اور اپنے حکم میں حد سے بڑھ جائے۔[1] ﴿ مُّرِيْبٍ ۙ ﴾ ”شکی (تھا)“ اپنے معاملے میں شک میں مبتلا تھا، نیز جو اس کے معاملے کا جائزہ لیتا اسے یہ شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ”جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر کر رکھے تھے۔“ یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور غیر اللہ کی پوجا کی تھی ﴿ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝ ﴾ ”تو تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ، يَتَكَلَّمُ، يَقُولُ: وُكِّلْتُ الْيَوْمَ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ(عَنِيدٍ)، وَّبِمَنْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِمَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَنْطَوِي عَلَيْهِمْ فَيَقْذِفُهُمْ فِي غَمَرَاتِ جَهَنَّمَ] ”آگ سے ایک گردن نکلے گی جو گفتگو کر رہی ہوگی اور کہے گی کہ مجھے تین آدمیوں پر مسلط کر دیا گیا ہے: (1) ہر جابر سرکش پر (2) ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور (بندگان الٰہی) کی عبادت

[1] تفسیر الطبری: 214/26.

کرے اور (3) جو ناحق کسی انسان کو قتل کرے۔ یہ آگ ان کو سمیٹ کر جہنم کی ہولناکیوں میں گرا دے گی۔"①

اللہ تعالیٰ کے پاس انسان اور شیطان کا جھگڑا: ﴿ قَالَ قَرِيْنُهٗ ﴾ "اس کا ساتھی کہے گا" ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا۔② ﴿ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ ﴾ "اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا۔" یعنی وہ اس انسان کے بارے میں کہے گا جسے وہ قیامت کے دن کافر پائے گا اور اس سے وہ براءت کا اظہار کر دے گا اور کہے گا کہ میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا ﴿ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿27﴾ ﴾ "بلکہ یہ آپ ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔" بلکہ یہ خود ہی گمراہ، باطل کا قائل اور حق کا دشمن تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾ (إبراهيم 14: 22) "جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا تھا اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا تو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں، میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک جو ظالم ہیں، ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔" ﴿ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ ﴾ "اللہ کہے گا کہ میرے حضور میں ردو کد نہ کرو۔" یہ اللہ عزوجل انسان اور اس کے ساتھی جن سے فرمائے گا، اس لیے کہ وہ دونوں حق تعالیٰ جل شانہٗ کے سامنے جھگڑا کریں گے۔ انسان کہے گا کہ اے میرے رب! نصیحت آنے کے بعد اس نے مجھے گمراہ کر دیا تھا اور شیطان کہے گا: ﴿ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿27﴾ ﴾ "اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ آپ ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔" اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: ﴿ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ ﴾ "میرے حضور میں ردو کد نہ کرو۔" یعنی میرے پاس، ﴿ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿28﴾ ﴾ "حالانکہ ہم تمھارے پاس پہلے ہی (عذاب کی) وعید بھیج چکے تھے۔" یعنی ہم نے رسولوں کی زبانی تمھارے حیلے بہانے ختم کر دیے تھے، ہم نے تمھاری طرف اپنی کتابیں نازل کیں اور تمھارے خلاف دلائل و براہین ثابت ہو چکے ہیں۔ ﴿ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ﴾ "میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی۔" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یعنی میں نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر دیا ہے۔③ ﴿ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿29﴾ ﴾ "اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔" یعنی میں کسی کو کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے سزا نہیں دیا کرتا بلکہ ہر شخص کو اتمام حجت کے بعد اس کے گناہ ہی کی وجہ سے عذاب دیا کرتا ہوں۔

---

① مسند أحمد : 40/3 جبکہ قوسین والا لفظ جامع الترمذی، أبواب صفة جهنم، باب ماجاء في صفة النار، حديث: 2574 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ② تفسير الطبري : 215/26 . ③ تفسير الطبري : 217,216/26 .

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿30﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

(یاد کرو!) جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ مزید ہے؟﴿30﴾ اور جنت متقین کے قریب کی جائے گی، (وہ) دور

لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿31﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿32﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ

نہیں ہوگی﴿31﴾ (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوب رجوع کرنے والے، (امر الٰہی کی) حفاظت کرنے والے ہر شخص

بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿33﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿34﴾

سے﴿32﴾ جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا تھا اور وہ رجوع کرنے والا دل لیے آیا ہے﴿33﴾ (کہا جائے گا:) تم اس (جنت) میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ، یہی

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿35﴾

ہمیشہ رہنے کا دن ہے﴿34﴾ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ہوگا، اور ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے﴿35﴾

تفسیر آیات:30-35

جنت و جہنم کے حالات: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روزِ قیامت دوزخ سے پوچھے گا: کیا تو بھر گیا ہے؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ روزِ قیامت اسے جنوں اور انسانوں سے بھرے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جن لوگوں کے لیے جہنم رسید ہونے کا حکم دے گا، انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم کہے گا: کیا اور بھی ہے؟ یعنی کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے جو تو مجھے دے گا؟ آیت کریمہ کے سیاق سے بظاہر یہی معنی معلوم ہو رہے ہیں اور پھر احادیث بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيهَا وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ؟ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ وَّتَقُولُ: قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ، وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا (آخَرَ فَيُسْكِنَهُمْ فِي فُضُولِ الْجَنَّةِ)] ''جہنم میں لوگوں کو مسلسل ڈالا جائے گا اور وہ کہے گا: کیا کچھ اور بھی ہے؟ حتی کہ رب العزت اپنے قدم مبارک کو اس میں رکھ دے تو اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے اور جہنم کہے گا: بس بس، تیری عزت و کرم کی قسم! البتہ جنت میں جگہ باقی بچی رہے گی جس کے لیے اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا فرمائے گا، پھر انھیں جنت کے باقی ماندہ مقامات میں بسا دے گا۔''[1] اور اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

دوسری حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے مرفوع روایت کیا ہے جبکہ ابو سفیان اسے اکثر موقوف روایت کیا کرتے تھے: يُقَالُ لِجَهَنَّمَ: هَلِ امْتَلَأْتِ؟ وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ؟ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهُ عَلَيْهَا، فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ ''جہنم سے کہا جائے گا: کیا تو بھر گیا ہے؟ وہ کہے گا: کیا کچھ اور بھی ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اس

① مسند أحمد: 234/3 جبکہ قوسین والے الفاظ بھی مسند أحمد: 134/3 و 141 میں ہیں۔② صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب النار یدخلها الجبارون......، حدیث: (38)-2848.

پر اپنا قدم مبارک رکھ دیں گے تو وہ کہے گا: بس بس۔‘‘[1]

ایک اور روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَحاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: مَالِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ؟ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي، وَقَالَ لِلنَّارِ: إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا، فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهُ (فِيهَا) فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، وَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا (آخَرَ)] ’’جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، تو دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبر اور جابر لوگوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، جنت نے کہا: مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں کمزور اور ناتواں لوگ ہی داخل ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر میں چاہوں تیرے ذریعے سے رحمت کروں اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں تیرے ذریعے سے عذاب دوں، البتہ تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا، دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گا جب تک اللہ جل شانہٗ اپنا قدم مبارک اس میں نہ رکھیں گے تو وہ پکار اٹھے گا: بس بس۔ اس وقت دوزخ بھر جائے گا اور اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے اور اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا جبکہ جنت کے لیے اللہ عزوجل اور مخلوق پیدا فرمادے گا۔‘‘[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝٣١ ﴾ ’’اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی (کہ مطلق) دور نہ ہوگی۔‘‘ قتادہ، ابو مالک اور سدی کا قول ہے: ﴿ وَأُزْلِفَتِ ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے پرہیزگاروں کے قریب کردیا جائے گا۔[3] ﴿ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝٣١ ﴾ ’’دور نہ ہوگی۔‘‘ یہ قیامت کا دن ہے اور قیامت دور نہیں ہوگی کیونکہ وہ لامحالہ آنے ہی والی ہے اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہو، قریب ہوتی ہے۔ ﴿ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝٣٢ ﴾ ’’یہی وہ (چیز) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر رجوع کرنے والے، حفاظت کرنے والے سے۔‘‘ ﴿ أَوَّابٍ ﴾ کے معنی رجوع کرنے والا، توبہ کرنے والا اور گناہ سے رک جانے والا اور ﴿ حَفِيظٍ ۝٣٢ ﴾ سے مراد وہ جو عہد کی حفاظت کرے، نہ اسے توڑے اور نہ اس کی خلاف ورزی کرے، ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ﴾ ’’جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا رہا۔‘‘ یعنی وہ خلوت میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی دیکھنے والا نہ تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا روز قیامت عرش الٰہی کے سائے تلے جگہ پانے والے سات قسم کے سعادت مند لوگوں میں سے [وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ] ’’ایک وہ شخص

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴾ (ق 50:30)، حديث: 4849. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴾ (ق 50:30)، حديث: 4850 البتہ پہلی اور تیسری قوسین والے الفاظ صحیح بخاری میں نہیں ملے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں بھی نہیں ہیں جبکہ دوسری قوسین والا لفظ صحیح بخاری میں [يَنْزَوِي] کے بجائے [يُزْوٰى] ہے۔ [3] تفسير الطبري: 220/26.

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ

ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھیں، پھر وہ شہروں میں گشت کرنے لگے، کیا انھیں (ہمارے عذاب سے)

مَّحِيْصٍ ۳۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۳۷

کوئی بچ نکلنے کی جگہ ملی؟ ۳۶ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (آگاہ) دل رکھتا ہے، یا وہ کان لگائے جبکہ وہ (دل و دماغ سے) حاضر ہو ۳۷

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۳۸

اور البتہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں ۳۸

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ۳۹

چنانچہ (اے نبی!) جو وہ کہتے ہیں اب آپ اس پر صبر کریں، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے ۳۹

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۴۰

اور رات کے کچھ حصے میں پھر آپ اس کی تسبیح کریں، اور سجود (نمازوں) کے بعد بھی ۴۰

بھی ہوگا جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔''[1] ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۳۳﴾ ''اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسے دل کے ساتھ ملے گا جو اس کی طرف رجوع کرنے والا، سب سے پاک اور اس کے سامنے جھکنے والا ہوگا۔

﴿ادْخُلُوْهَا﴾ ''اس میں داخل ہو جاؤ۔'' یعنی جنت میں، ﴿بِسَلٰمٍ ؕ﴾ ''سلامتی کے ساتھ۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر سلام بھیجیں گے۔[2] ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۳۴﴾ ''یہ ہمیشگی کا دن ہے۔'' یعنی وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی نہیں مریں گے، نہ وہاں سے کوچ کریں گے اور نہ وہاں سے نقل مکانی کرنا چاہیں گے، ﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا﴾ ''وہاں وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ہوگا۔'' یعنی جس چیز کو پسند کریں گے اپنے سامنے موجود پائیں گے، لذت کے جس قسم کے سامان کو طلب کریں گے، حاضر پائیں گے ﴿وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۳۵﴾ ''اور ہمارے ہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔'' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ﴾ (یونس 26:10) ''جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے مزید برآں اور بھی۔'' صحیح مسلم میں صہیب بن سنان رومی سے روایت ہے کہ ﴿وَزِيَادَةٌ ؕ﴾ سے مراد اللہ کریم کے چہرۂ اقدس کا دیدار ہے۔[3]

تفسیر آیات: 36-40

کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد......، حديث: 660 وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031 عن أبي هريرة ﷺ. [2] تفسير الطبري: 222/26 . [3] صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة......، حديث: (298,297)-181.

﴿ مِنْهُمْ بَطْشًا ﴾ ''اور ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں وہ اُن سے قوت میں کہیں بڑھ کر تھے۔'' یعنی ان تکذیب کرنے والوں سے پہلے جوان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں شدید تھے، انھوں نے زمین میں نشانات بنائے اور ان کی نسبت زمین کو زیادہ آباد کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝36 ﴾ ''تو وہ شہروں میں گشت کرنے لگے، کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے شہروں میں نشانات بنائے۔ [1] قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے شہروں میں گشت کی، رزق اور مال و دولت کو تلاش کیا اور تمھاری نسبت انھوں نے شہروں میں زیادہ سیر و سیاحت کی۔ [2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝36 ﴾ ''کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟'' کیا اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے بھاگنے کی ان کے پاس کوئی صورت تھی۔ انھوں نے جو مال و دولت جمع کیا وہ ان کے کچھ کام آسکا اور نہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے آنے والے عذاب کو ان سے ٹال سکا۔ اسی طرح تمھارے لیے بھی کوئی ملجا و ماوٰی، بھاگنے اور راہ فرار اختیار کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝37 ﴾ ''جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا متوجہ ہو کر سننے کے لیے کان لگاتا ہے، اس کے لیے یقیناً اس میں نصیحت ہے۔'' ذکرٰی کے معنی عبرت اور نصیحت کے ہیں اور قلب سے مراد عقل ہے جیسا کہ امام مجاہد نے کہا ہے۔ [3] ﴿ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝37 ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام کو سنتا، اسے یاد رکھتا اور عقل کے ساتھ اسے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ ﴾ کے معنی ہیں دل کے ساتھ اپنے نفس سے بات نہ کرے ﴿ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝37 ﴾ اور اس کا دل بھی حاضر ہو۔ [4] ضحاک کا قول ہے کہ عرب أَلْقٰى فُلَانٌ سَمْعَهٗ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اپنے دونوں کانوں کے ساتھ غور سے سنے اور وہ دل کے ساتھ حاضر ہو اور غائب نہ ہو۔ [5] ثوری اور کئی ایک ائمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ [6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ڰ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝38 ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان میں ہیں سب کو چھ دن میں بنا دیا اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔'' اس میں گویا آخرت کا اثبات ہے کیونکہ جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور اسے ان کے پیدا کرنے سے کوئی تکان نہیں ہوئی وہ مُردوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا کہنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر ساتویں دن، یعنی ہفتے کے دن آرام کیا اور اسے وہ آرام کے دن سے موسوم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝38 ﴾ ''اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔'' [7] یعنی درماندگی اور نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ تکلیف ہوئی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک دوسری آیت

---

[1] تفسیر القرطبی: 22/17 و تفسیر الطبری: 227/26. [2] تفسیر القرطبی: 22/17 ملخصًا. [3] تفسیر القرطبی: 23/17 اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے، دیکھیے زاد المسیر: 244/7. [4] تفسیر الطبری: 228/26. [5] تفسیر الطبری: 228/26. [6] تفسیر القرطبی: 23/17. [7] تفسیر الطبری: 230/26.

میں فرمایا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ط بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الأحقاف 46:33) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے، کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 40:57) ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ط بَنٰىهَا ﴾ (النّٰزعٰت 79:27) ''بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ''تو جو کچھ یہ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔'' یعنی ان تکذیب کرنے والے کفار کی باتوں پر صبر کریں اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کشی اختیار کریں، ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾ ''اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔'' معراج سے پہلے دو نمازیں فرض تھیں، ایک طلوع آفتاب سے قبل فجر کے وقت اور دوسری غروب آفتاب سے قبل عصر کے وقت، رات کا قیام ایک سال تک نبی ﷺ اور آپ کی امت پر واجب تھا، پھر امت کے حق میں اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا گیا، پھر شب معراج پانچ نمازوں کو فرض قرار دے کر اس سب کچھ کو منسوخ کر دیا گیا، البتہ طلوع وغروب آفتاب سے قبل نماز فجر اور نماز عصر کو باقی رہنے دیا گیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: [أَمَا! إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلٰى رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ، فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِيهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾] ''خبردار! تم اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے تو تم اسے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس دیکھنے میں ازدحام میں مبتلا نہیں ہو گے، پس اگر تمھیں استطاعت ہو کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا کرو، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾ ''اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔''[1] اسے امام بخاری و مسلم اور دیگر جماعت محدثین نے بروایت اسماعیل بیان کیا ہے۔[2]

---

[1] مسند أحمد: 366,365/4 . [2] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث: 554 و صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح……، حديث: 633 وسنن أبي داود، السنة، باب في الرؤية، حديث: 4729 وجامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في رؤية الرب تبارك و تعالى، حديث: 2551 وسنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 177 .

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿41﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ

اور توجہ سے سنیے! جس دن منادی کرنے والا قریب کے مقام سے ندا دے گا﴿41﴾ جس دن وہ اس چیخ (نفخۂ ثانیہ) کو فی الواقع سنیں گے،

بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿42﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿43﴾

یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا﴿42﴾ بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے ہیں، اور ہماری ہی طرف (سب کی) واپسی ہے﴿43﴾

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿44﴾

جس دن ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی (وہ اس میں سے) تیزی سے (نکل رہے ہوں گے) یہ حشر (برپا کرنا) ہم پر نہایت آسان ہے﴿44﴾

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

ہم اسے خوب جانتے ہیں جو وہ (مشرکین) کہتے ہیں، اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں، لہٰذا آپ اس قرآن کے ذریعے سے اس شخص

ع 3 16 17 مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿45﴾ ع

کو نصیحت کرتے رہیں، جو میری وعید سے ڈرتا ہے﴿45﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ ''اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔'' یعنی اس کے لیے نماز پڑھا کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○﴾ (بنیٓ إسرآءيل 17:79) ''اور آپ رات کے بعض حصے میں اس (قرآن) کے ساتھ شب بیداری کیا کریں (اور یہ) آپ کے لیے نفل ہے قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔'' ﴿وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿40﴾﴾ ''اور نمازوں کے بعد (بھی۔)'' ابن ابو نجیح نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نماز کے بعد تسبیح پڑھنا ہے۔[1] اس کی تائید صحیحین کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے کہ فقراء مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! صاحب ثروت لوگوں نے بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو حاصل کر لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَمَا ذَاكَ؟] ''وہ کیسے؟'' انھوں نے عرض کی کہ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزے بھی رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم صدقہ نہیں کر سکتے، وہ گردنیں آزاد کرتے ہیں جبکہ ہم نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوا: بَلٰى، يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتَحْمَدُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ مَرَّةً] ''کیا میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ سکھا دوں کہ جو تم سے آگے ہوں ان کو تم پا لو اور اپنے سے پیچھے والوں کے ہمیشہ آگے رہو اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا سوائے اس کے جو اسی طرح کرے جیسے تم کرو۔ اور وہ یہ کہ تم ہر نماز کے بعد تینتیس (تینتیس) مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو۔'' راوی نے کہا کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی ہے اور انھوں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا ہے جس طرح ہم کرتے

[1] تفسیر الطبری: 234/26

ہیں، آپ نے فرمایا: [ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ] ’’یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔‘‘[1] دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ سے مراد نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ہے۔ یہ حضرت عمر، حضرت علی، آپ کے صاحبزادہ گرامی حضرت حسن، ابن عباس، ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔[2] امام مجاہد، عکرمہ، شعبی، نخعی، حسن اور قتادہ کے علاوہ دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[3]

تفسیر آیات:41-45

روز قیامت کے بعض حقائق کے ساتھ نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْتَمِعْ ﴾ ’’اور سنیے‘‘ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) ﴿ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴾ ’’جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا‘‘ کہ تم فیصلے سننے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ ﴿ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ﴾ ’’جس دن لوگ چیخ و پکار حقیقتاً سن لیں گے۔‘‘ یعنی نفخۂ صور جس سے یقیناً وہ حق سامنے آجائے گا جس کے بارے میں اکثر لوگ شک کرتے تھے، ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴾ ’’وہی نکل پڑنے کا دن ہے۔‘‘ یعنی قبروں سے نکل پڑنے کا۔ ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴾ ’’یقیناً ہم ہی تو زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔‘‘ یعنی وہ اللہ ہی مخلوق کو ابتدا میں پیدا فرماتا اور پھر اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، تمام مخلوقات کو بالآخر اسی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا اور اگر برا ہوا تو بری سزا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ﴾ ’’اس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جھٹ پٹ نکل کھڑے ہوں گے۔‘‘ اللہ عزوجل آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس کے ساتھ قبروں میں تمام مخلوقات کے جسموں کو اس طرح زندہ فرمادے گا جس طرح پانی کے ساتھ مٹی میں دانہ اگتا ہے، جب جسم مکمل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے اور وہ صور میں پھونکیں گے، روحوں کو صور کے سوراخ میں رکھا گیا ہوگا اور جب اسرافیل پھونک ماریں گے تو روحیں چمکتی دمکتی آسمان و زمین کے درمیان نکل آئیں گی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرمائیں گے، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ہر روح اس جسم میں چلی جائے جسے اس نے آباد کیا ہوا تھا تو ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے گی اور وہ جسم میں اس طرح سرایت کر جائے گی جس طرح ڈسے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے، زمین ان سے پھٹ جائے گی اور لوگ جھٹ پٹ حساب کے مقام کی طرف نکل کھڑے ہوں گے ، اللہ عزوجل کے حکم کی طرف جلدی کرتے ہوئے ﴿ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ (القمر 54:8) ’’اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (بنی إسرآء یل

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث: 843 وصحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث: 595 . [2] تفسير الطبري: 26/232-234 . [3] تفسير الطبري: 26/232-234 .

‘‘جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے۔’’ (52:17

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ] ‘‘سب سے پہلا میں ہوں جس سے زمین پھٹے گی۔’’[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴾ ‘‘یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔’’ یعنی یہ دوبارہ پیدا کرنا ہمیں کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ﴾ (القمر 50:54) ‘‘اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔’’ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ (لقمٰن 28:31) ‘‘(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا محض ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔’’

نبی ﷺ کو تسلی: اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ‘‘یہ (لوگ) جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔’’ یعنی مشرک آپ کی تکذیب کرتے ہوئے جو کہتے ہیں، ہمارا علم اس سب کچھ کا احاطہ کیے ہوئے ہے، لہٰذا اس سے دل آزردہ نہ ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ (الحجر 15:97-99) ‘‘اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے (اور اس کی خوبیاں بیان کرتے) رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں رہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔’’ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ﴾ ‘‘اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔’’ یعنی انھیں ہدایت قبول کرنے کے لیے زبردستی آمادہ نہیں کرتے اور نہ ہی یہ بات آپ کے ذمے عائد کی گئی ہے کہ انھیں زبردستی ہدایت یافتہ بنا دیں، پھر فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ ‘‘پس جو میری وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔’’ یعنی آپ اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی وعید سے ڈرتا اور اس کے وعدے کی امید رکھتا ہے وہ ضرور نصیحت حاصل کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ (الرعد 13:40) ‘‘پس آپ کا کام صرف (ہمارے احکام) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔’’ اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۣ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۙ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ ﴾ (الغاشية 88:21,22) ‘‘تو آپ نصیحت کرتے رہیں بس آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔’’ اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ ﴾ (البقرة 2:272) ‘‘(اے محمد ﷺ!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے

---

[1] صحيح البخاري، الخصومات، باب مايذكر في الإشخاص......، حديث: 2412 عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه.
ملحوظہ: صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ البتہ صحیح مسلم میں [أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ] ‘‘سب سے پہلے جس سے قبر پھٹے گی’’ دیکھیے صحيح مسلم، الفضائل، باب تفضيل نبينا ﷺ......، حديث: 2278 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

ہدایت بخشا ہے۔‘‘اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (القصص 28:56)
’’(اے محمد ﷺ!) آپ جس کو پسند کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔‘‘اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے یہاں فرمایا: ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ ‘‘اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں، پس جو میری وعید سے ڈرے اس کو اس قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔‘‘

امام قتادہ یہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَّخَافُ وَعِيدَكَ وَيَرْجُو مَوْعُودَكَ يَا بَارُّ! يَارَحِيمُ!
’’اے اللہ! ہمیں اپنے ان بندوں میں سے بنادے جو تیری وعید سے ڈرتے اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں،[1] اے احسان کرنے والے! اے رحم فرمانے والے!‘‘

سورۂ قٓ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

[1] تفسیر القرطبی: 29/17.

تفسیر سُورۂ ذٰرِیٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿1﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿2﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿3﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو (مٹی وغیرہ کو) اڑا کر بکھیرنے والی ہیں ① پھر ان بادلوں کی (قسم) جو (پانی کا) بوجھ اٹھانے والے ہیں ② پھر ان کشتیوں کی

اَمۡرًا ۙ﴿4﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿5﴾ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿6﴾ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ

(قسم) جو آسانی سے چلنے والی ہیں ③ پھر ان فرشتوں کی (قسم) جو کام تقسیم کرنے والے ہیں ④ بلاشبہ تمھیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور سچا ہے ⑤ اور

الۡحُبُکِ ۙ﴿7﴾ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۙ﴿8﴾ یُّؤۡفَکُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِکَ ؕ﴿9﴾ قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ۙ﴿10﴾

بلاشبہ (اعمال کی) جزا ضرور ملنے والی ہے ⑥ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے ⑦ بلاشبہ تم (باہم) مختلف باتوں میں (پڑے) ہو ⑧ اس سے

الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ ۙ﴿11﴾ یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ ؕ﴿12﴾ یَوۡمَ هُمۡ

پھیرا جاتا ہے جو شخص (بھلائی سے) پھیرا گیا ⑨ اٹکل پچو لگانے والے مارے گئے ⑩ جو لاپروا غفلت میں پڑے ہیں ⑪ وہ پوچھتے ہیں: جزا کا دن کب

عَلَی النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ ﴿13﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَکُمۡ ؕ هٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿14﴾

ہوگا؟ ⑫ جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے ⑬ (کہا جائے گا:) تم اپنا عذاب چکھو، یہ وہ عذاب ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے ⑭

تفسیر آیات: 1-14

آخرت اور حساب کی خبر کی صداقت: امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں منبر پر چڑھے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی جس آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سنت کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھو گے تو میں تمھیں بتا دوں گا، ابن کواء نے کھڑے ہو کر پوچھا: امیر المؤمنین ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ①﴾ کے کیا معنی ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے معنی ہوا کے ہیں، اس نے پوچھا: ﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ②﴾ کے معنی؟ آپ نے فرمایا: بادل، اس نے پوچھا: ﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ③﴾ کے معنی؟ آپ نے جواب دیا: کشتیاں، اس نے سوال کیا: ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④﴾ کے معنی؟ آپ نے فرمایا: فرشتے۔ [1]

① تفسیر الطبری: 26/239-242.

بعض نے کہا ہے: ﴿ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴾ سے ستارے مراد ہیں جو اپنے دائروں میں آسانی کے ساتھ چلتے ہیں تاکہ ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین کی طرف ترقی ہو کیونکہ ہواؤں کے اوپر بادل ہیں، بادلوں کے اوپر ستارے ہیں اور ﴿ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴾ سے مراد فرشتے ہیں جو ستاروں سے اوپر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے شرعی اور کونی احکام لے کر نازل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آخرت کے وقوع پذیر ہونے پر یہ قسمیں کھائی ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴾ ''بلاشبہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔'' یعنی وہ ایک سچی خبر ہے، ﴿ وَّاِنَّ الدِّيْنَ ﴾ یعنی حساب کا دن ﴿ لَوَاقِعٌ ﴾ ''ضرور واقع ہوگا۔'' یعنی وہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴾ ''اور آسمان کی قسم! جس میں رستے ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴾ کے معنی ہیں حسن و جمال، رونق اور مضبوطی والا۔[1] مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو مالک، ابو صالح، سدی، قتادہ، عطیہ عوفی، ربیع بن انس اور دیگر کئی ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] ضحاک اور منہال بن عمرو وغیرہ کا قول ہے کہ ہوا جب پانی، ریت اور کھیتی پر چل کر الگ الگ رستے بنا دیتی ہے، انھیں حبك کہا جاتا ہے۔[3] ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی حسن و جمال کے ہیں کہ یہ اپنے حسن کی وجہ سے بلند، صاف شفاف، مضبوط و مستحکم اور وسیع و عریض ہے جسے ثوابت اور سیاروں کا تاج پہنایا گیا اور شمس و قمر اور روشن ستاروں کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔

مشرکین کی باتوں میں اختلاف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴾ ''بلاشبہ (اے اہل مکہ!) تم ایک متناقض بات میں پڑے ہوئے ہو۔'' یعنی اے مشرکو اور پیغمبروں کی تکذیب کرنے والو! تم ایک ایسی مختلف اور مضطرب بات میں پڑے ہو جو بے جوڑ اور بے سروپا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ایک متناقض بات پر اڑے ہو جس سے قرآن مجید کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور تکذیب بھی۔[4] ﴿ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴾ ''اس سے وہی پھرتا ہے جو (بھلائی سے) پھیرا جائے۔'' یعنی یہ بات اس شخص کے ہاں پذیرائی حاصل کرسکتی ہے جو واقعی گمراہ ہو کیونکہ یہ ایک بالکل باطل بات ہے اسے صرف وہ صحیح مان سکتا اور اسے صحیح ماننے کی وجہ سے گمراہ ہوسکتا ہے جو واقعی سر پھرا، گمراہ اور حد درجہ احمق ہو جو فہم و بصیرت سے بالکل عاری ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۝ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:161-163) ''سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو، اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے مگر اس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کا قول ہے کہ ﴿ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ اس سے وہ بھٹکے گا جو گمراہ ہوگا۔[5] ﴿ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴾ ''اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد کذاب لوگ ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے سورۂ عبس کی یہ آیت: ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴾ (عبس 80:17) ''انسان ہلاک ہو جائے

[1] تفسیر الطبری: 26/244-246. [2] تفسیر القرطبی: 17/31 و تفسیر الطبری: 26/244,245. [3] تفسیر القرطبی: 17/31,32 و تفسیر الطبری: 26/245. [4] تفسیر الطبری: 26/246. [5] فتح القدیر: 5/103 و تفسیر الماوردی: 5/363.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

بلاشبہ متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے⑮ جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا، وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے نیکو کار تھے⑯ وہ

مُحْسِنِيْنَ ⑯ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَفِيْٓ

رات کو بہت ہی تھوڑا سوتے تھے⑰ اور وہ سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے⑱ اور ان کے مالوں میں سوالی اور محروم (نہ مانگنے والے) شخص کا حق

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑲ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ

(حصہ) ہوتا تھا⑲ اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں⑳ اور (خود) تمھارے نفسوں میں بھی، کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟㉑

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ㉒ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

اور آسمان میں تمھارا رزق ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے㉒ پھر قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی! بلاشبہ یہ (مذکورہ امور اسی

ع 1 23 18 لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ㉓

طرح) حق ہیں، جیسے تم بولتے ہو㉓

کیسا ناشکرا ہے!''[1] ﴿ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ آخرت ہی پر یقین رکھتے ہیں۔[2] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ ﴾ کے معنی ہیں کہ شک کرنے والوں پر لعنت ہو۔[3] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خطبے میں کہا کرتے تھے کہ شک کرنے والے ہلاک ہوں۔[4] قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ ﴾ سے فریب اور ظنون میں مبتلا لوگ مراد ہیں۔[5] اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ⑪ ﴾ ''جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کفر اور شک میں مبتلا غافل اور لاپروا ہیں۔[6]

﴿ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ⑫ ﴾ ''پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا۔'' اور یہ بات وہ تکذیب، سرکشی، شک اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھنے کی بنا پر کہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ﴾ ''اس دن (ہوگا) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور کئی ایک ائمہ کا قول ہے کہ ﴿ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔[7] مجاہد کہتے ہیں کہ اس طرح جیسے سونے کو آگ میں گرمایا جاتا ہے۔[8] ائمۂ تفسیر کی ایک دوسری جماعت جس میں عکرمہ، ابراہیم نخعی، زید بن اسلم، سفیان ثوری اور مجاہد رحمہم اللہ بھی شامل ہیں، نے کہا ہے کہ ﴿ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ﴾ کے معنی ہیں کہ انھیں جلایا جائے گا۔[9] ﴿ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ ﴾ ''اپنا عذاب چکھو۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے جلنے کا مزہ چکھو۔[10] دیگر ائمۂ تفسیر نے بھی اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ تم اپنے عذاب کے مزے چکھو۔[11]

① تفسير الطبري: 248/26. ② تفسير الطبري: 248/26 عن مجاهد. ③ تفسير الطبري: 247/26. ④ سنن أبي داود، السنة، باب من دعا إلى السنة، حديث: 4611 و المستدرك للحاكم: 460/4، حديث: 8422. ⑤ تفسير الطبري: 248/26. ⑥ تفسير الطبري: 249,248/26. ⑦ تفسير الطبري: 250,249/26. ⑧ تفسير الطبري: 250/26. ⑨ تفسير الطبري: 250/26. ⑩ تفسير الطبري: 252/26. ⑪ تفسير الطبري: 252/26.

﴿ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭ ﴾ ”یہ وہی ہے جس کے لیے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔“ یہ انھیں سرزنش، زجر و توبیخ، حقیر اور رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:15-23

پرہیز گاروں کی جزا اور ان کی صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیز گار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ آخرت میں باغات اور چشموں میں ہوں گے جبکہ ان کے برعکس بد بخت لوگ عذاب، آتشِ دوزخ اور بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے۔ ﴿ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ﴾ ”اور جو نعمتیں ان کا پروردگار انھیں دیتا ہوگا ان کو لے رہے ہوں گے۔“ ﴿ اٰخِذِيْنَ ﴾ اللہ کے اس فرمان: ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮ ﴾ سے حال ہے، یعنی پرہیز گار جنتوں اور چشموں میں ہونے کی حالت میں وہ سب کچھ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں عطا فرمائے گا، یعنی نعمتیں، خوشیاں اور مسرتیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ ﴾ ”بے شک وہ اس سے پہلے“ یعنی دنیا میں ﴿ مُحْسِنِيْنَ ⑯ ﴾ ”نیکیاں کرتے تھے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ ﴾ (الحاقّة 69:24) ”جو عمل تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حسنِ عمل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ ﴾ ”وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔“ ﴿ مَا ﴾ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ ﴿ مَا ﴾ نافیہ ہے، یعنی رات کا کم حصہ ایسا ہوتا تھا جس میں وہ سوتے نہیں تھے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی رات نہ ہوتی تھی جس میں وہ اللہ کی عبادت نہ کرتے ہوں، خواہ تھوڑے سے وقت ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔ [2] قتادہ نے مُطَرِّف بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ کم راتیں ہی ایسی ہوں گی جن میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نماز نہ پڑھی ہو، خواہ رات کے ابتدائی حصے میں پڑھی ہو یا درمیانی حصے میں۔ [3] مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کم راتیں ایسی ہوں گی جن میں وہ صبح تک سوئے رہتے ہوں اور انھوں نے تہجد نہ پڑھی ہو۔ [4] قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [5] انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ وہ مغرب وعشاء کے مابین نماز پڑھتے تھے۔ [6] دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ﴿ مَا ﴾ مصدریہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ [7] حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے قیام اللیل کو اپنا معمول بنالیا تھا جس کی وجہ سے وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے، ان کا قیام سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک طویل ہو جاتا تھا حتی کہ بوقت سحر وہ استغفار کیا کرتے تھے۔ [8]

عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے آئے تو لوگ کشاں کشاں آپ

---

① تفسیر القرطبی: 36/17 و تفسیر الطبری: 253/26. ② تفسیر الطبری: 254/26. ③ تفسیر الطبری: 254/26.
④ تفسیر الطبری: 254/26. ⑤ تفسیر الطبری: 254/26. ⑥ تفسیر الطبری: 254,253/26. ⑦ تفسیر الطبری: 258/26. ⑧ تفسیر الطبری: 255/26.

کے پاس کھچے چلے آئے، ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا، میں نے جب آپ کا چہرہ اقدس دیکھا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہے، میں نے پہلی بات جو آپ کو فرماتے ہوئے سنی وہ یہ تھی: [(يَا أَيُّهَا النَّاسُ!) أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا (بِاللَّيْلِ) وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ] ''لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''①

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ (غُرَفًا) يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا. فَقَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ: لِمَنْ هِيَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَبَاتَ لِلّٰهِ قَائِمًا وَّالنَّاسُ نِيَامٌ] ''بے شک جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہوں گے جن کے اندر سے باہر کا منظر دیکھا جا سکے گا اور باہر سے اندر کا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) یہ کن کے لیے ہوں گے؟ فرمایا: اس کے لیے جو نرم کلام کرے، کھانا کھلائے اور اللہ کے لیے قیام میں رات بسر کردے جبکہ (دوسرے) لوگ سوئے ہوئے ہوں۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴾ ''اور اوقات سحر میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔'' مجاہد اور دیگر کئی ائمہ نے کہا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز پڑھتے تھے۔③ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ رات کو قیام کیا کرتے اور استغفار کو اوقاتِ سحر تک مؤخر کردیتے تھے۔④ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴾ (ال عمرٰن 3:17) ''اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے ہیں۔'' اور اگر استغفار نماز ہی میں ہو تو وہ اور بھی اچھا ہے۔ کتب صحاح وغیرہ میں بہت سے صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ (الْأَخِيرُ فَيَقُولُ:)]، [هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى سُؤْلَهُ؟ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ؟ هَلْ مِنْ تَائِبٍ (فَأَتُوبَ) عَلَيْهِ؟]، [حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر رات اس وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے (جیسا اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے) جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے تو وہ فرماتا ہے: کوئی ہے سوال کرنے والا کہ اس کے سوال کو پورا کردیا جائے۔ کوئی ہے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کرلوں، یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا

① پہلی قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، صفة القيامة، باب حديث:[أفشوا السلام......]، حديث :2485 اور دوسری قوسین والے الفاظ سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في قيام الليل، حديث : 1334 جبکہ باقی حدیث مسند أحمد: 451/5 میں ہے۔ ② مسند أحمد : 173/2 اور قوسین والا لفظ جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء في قول المعروف، حديث: 1984 عن علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ③ تفسير الطبری : 258/26 . ④ تفسير الطبری : 258/26 عن حسن .

رہتا ہے۔‘‘① بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو یہ فرمایا تھا: ﴿ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ﴾ (یوسف 12:98) ’’میں اپنے پروردگار سے تمھارے لیے بخشش مانگوں گا۔‘‘ تو انھوں نے اسے وقت سحر تک مؤخر کر دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾ ’’اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔‘‘ پہلے ان کی تعریف میں کہا کہ نماز پڑھتے ہیں اور اب ان کی تعریف میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ زکاۃ دیتے اور نیکی اور صلہ رحمی کے کام کرتے ہیں، ﴿ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ ﴾ ’’اور ان کے مالوں میں حق ہوتا ہے۔‘‘ یعنی انھوں نے ان کے لیے ایک طے شدہ حصے کو الگ کر دیا ہوتا ہے، ﴿ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾ ’’مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کے لیے۔‘‘ سائل تو معروف ہے کہ جو خود سوال کرے اسے سائل کہتے ہیں اور اس کا حق ہے اور محروم کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جس کا بیت المال میں حصہ نہ ہو اور نہ اپنی روزی کے لیے کمائی کر سکتا ہو۔② ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محروم سے مراد وہ ہے جس کے لیے کمانا ممکن نہ ہو۔③ امام قتادہ و زہری کا قول ہے کہ محروم سے مراد وہ ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے۔④ امام زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْسَ الْمِسْكِينُ (بِالطَّوَّافِ) الَّذِي تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ] ’’مسکین وہ چکر لگانے والا نہیں ہے جسے ایک لقمہ یا دو لقمے، ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس بے نیاز کر دینے کے لیے کچھ نہ ہو اور نہ ضرورت مند سمجھ کر اس پر صدقہ کیا جائے۔‘‘⑤ اسے شیخین نے ایک دوسری سند سے مرفوع بھی روایت کیا ہے۔⑥

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التهجد، باب الدعاء والصلاة......، حدیث : 1145 جبکہ قوسین والے الفاظ السنن الكبرى للنسائي: 420/4، حدیث: 7768 میں، دوسرا حصہ مسند أبي يعلى الموصلي :342/10، حدیث: 5936 قوسین والا لفظ مسند أحمد :433/2 میں اور تیسرا حصہ سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في أي ساعات الليل أفضل؟ حدیث:1367 عن رفاعة الجهني میں ہے۔ مزید دیکھیے صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب الترغيب في الدعاء......، حدیث: 758 وسنن أبي داود، التطوع، باب أي الليل أفضل؟ حدیث: 1315 وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في نزول الرب تبارك و تعالى......، حدیث: 446. ② تفسير الطبري: 260,259/26. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3312/10. ④ تفسير الطبري: 262,261/26. ⑤ امام طبری نے بایں الفاظ: [لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَالْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ. قَالُوا: فَمَنِ الْمِسْكِينُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى، وَّلَا يُعْلَمُ بِحَاجَتِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، فَذٰلِكَ الْمَحْرُومُ] اسے مرسل بیان کیا ہے۔ تفسير الطبري: 261/26 جبکہ سنن أبي داود، الزكاة، باب من يعطى من الصدقة ؟ حدیث : 1632 میں اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے اور اس میں صرف لفظ المحروم کی زیادت امام زہری کی طرف سے اوثق رواۃ کی مخالفت ہے۔ ⑥ صحيح البخاري، الزكاة، باب قول الله عزوجل: ﴿ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾ (البقرة 2:273)، حدیث: 1479 وصحيح مسلم، الزكاة، باب المسكين الذي لا يجدغني......، حدیث: 1039 جبکہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 469/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿24﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط

(اے نبی!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے گرامی قدر مہمانوں کی خبر آئی ہے؟﴿24﴾ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی کہا:

قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿25﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿26﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ

(تم پر) سلام ہو، (پھر دل میں کہا تم) لوگ تو اجنبی ہو﴿25﴾ پھر وہ اپنے اہل کی طرف بڑھا، اور ایک موٹا تازہ بچھڑا (بھون کر) لے آیا﴿26﴾ پھر وہ انھیں

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿27﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ ط وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿28﴾

پیش کیا (اور) کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟﴿27﴾ تب اس نے (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا: تو نہ ڈر۔ اور انھوں نے اسے بڑے ذی

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿29﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ

علم بیٹے کی بشارت دی﴿28﴾ پس ابراہیم کی عورت چیختی چلاتی سامنے آئی، پھر اس نے (تعجب سے) اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: (میں) بانجھ، بڑھیا

قَالَ رَبُّكِ ط اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿30﴾

(ہوں اولاد کیسے؟)﴿29﴾ انھوں نے کہا: تیرے رب نے اسی طرح کہا ہے، بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے﴿30﴾

زمین اور نفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿20﴾﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی زمین میں ایسی بہت سی نشانیاں ہیں جو اپنے خالق کی عظمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہیں اور وہ یہ کہ اس نے زمین میں انواع واقسام کی نباتات، حیوانات، چٹیل میدان، پہاڑ، صحرا، دریا اور سمندر پیدا فرما دیے ہیں۔ لوگوں کو مختلف زبانیں اور رنگ عطا کیے، انھیں مختلف ارادوں اور قوتوں سے نوازا، عقل وفہم، حرکت وارادہ اور سعادت وشقاوت کے اعتبار سے ان میں تفاوت پیدا فرمایا، ان کے اعضائے جسم میں سے ایک ایک عضو کو وہاں رکھا جہاں اس کی ضرورت تھی، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿21﴾﴾ ''اور خود تمھارے نفوس میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کی تخلیق کے بارے میں غور کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسے عبادت ہی کے لیے پیدا کیا گیا اور اسی مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے جوڑوں کو لچکدار بنایا گیا ہے۔ ①

پھر فرمایا: ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ ''اور تمھارا رزق آسمان میں ہے۔'' یعنی بارش، ﴿وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿22﴾﴾ ''اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' یعنی جنت جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ ② ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿23﴾﴾ ''تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم! یہ اسی طرح قابل یقین ہے جس طرح تم بولتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا کہ اس نے تم سے قیامت، بعث بعد الموت اور جزا کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقینی طور پر پورا ہونے والا ہے۔ وہ وعدہ حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، لہٰذا تم بھی شک نہ کرو جیسا کہ تمھیں اپنے بولنے میں شک نہیں ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کرتے تو اپنے مخاطب سے کہتے: اِنَّ هٰذَا لَحَقٌّ كَمَا

① تفسیر القرطبی: 40/17. ② تفسیر الطبری: 266/26.

أَنَّكَ هٰهُنَا '' یہ بات اسی طرح حق ہے جیسا کہ تمھارا وجود یہاں حق ہے۔''[1]

تفسیر آیات :24-30

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ: یہ قصہ قبل ازیں سورۂ ہود اور حجر میں بھی بیان ہو چکا ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾ ''بھلا تمھارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟'' یعنی جن کے لیے عزت و کرامت کو مقدر کر دیا گیا تھا، ﴿ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ﴾ ''پھر انھوں نے سلام کہا تو (جواب میں) ابراہیم نے بھی سلام کہا۔'' رفع، نصب کی نسبت زیادہ قوی اور ثابت ہے، لہٰذا ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں افضل صورت اختیار فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ ﴾ (النسآء 4:86) ''اور جب تم کو کوئی دعا دے تو جواب میں تم اس سے بہتر کلمے سے اسے دعا دو یا انھی لفظوں سے دعا دو۔'' پس حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار فرمایا۔ ﴿ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴾ ''ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان۔'' کیونکہ فرشتے، یعنی جبریل، میکائیل اور اسرافیل آپ کے پاس ایسے خوبصورت جوانوں کی صورت میں آئے تھے جو بہت بارعب تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے جان پہچان نہیں ہے، ﴿ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴾ ''پھر انھوں نے اپنے اہل خانہ کا رخ کیا تو ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے۔'' یعنی چپکے سے اور جلدی سے گھر چلے گئے اور اپنے مال میں سے پسندیدہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاۗءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴾ (ہود 11:69) ''پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' یعنی جو گرم پتھروں پر بھنا ہوا تھا، ﴿ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ ﴾ ''پھر اس نے اسے (کھانے کے لیے) ان کے نزدیک کر دیا۔'' ﴿ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ ''کہنے لگے: آپ اسے تناول کیوں نہیں کرتے؟'' آپ نے بہت شائستہ انداز میں کھانے کی دعوت دی۔ اس آیت کریمہ سے آدابِ ضیافت بھی معلوم ہوتے ہیں، آپ بہت جلد کھانا لے آئے کہ مہمانوں کو معلوم بھی نہ ہونے دیا، مہمانوں پر احسان جتلاتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمھارے لیے کھانا لاتے ہیں بلکہ چپکے سے جا کر جلدی سے کھانا لے آئے، اس وقت موجود مال میں سے سب سے بہتر مال لے کر آئے اور وہ ایک موٹے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت تھا، کھانا مہمانوں کے قریب کر دیا، یہ نہیں کہ کھانا رکھ کر کہا ہو کہ قریب ہو جاؤ بلکہ کھانا مہمانوں کے آگے رکھ دیا اور پھر مہمانوں کو کھانے کا حکم اس انداز سے نہیں دیا جو سماعت پر گراں گزرتا ہو بلکہ ادب و شائستگی کے ساتھ فرمایا کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے جیسا کہ آج کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اگر آپ مہربانی، احسان اور صدقہ کرنا چاہیں تو ایسا ضرور کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ ﴾ ''پھر اس نے (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔'' جیسا کہ دوسری سورت میں فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ ﴾ (ہود 11: 70,71) ''پھر جب اس نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ کھانے

---

[1] سنن أبي داود، الملاحم، باب في أمارات الملاحم، حديث: 4294 عن معاذ رضی اللہ عنہ. ملحوظہ : یہ الفاظ مرفوع ہیں جبکہ معاذ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نہیں ملے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ . [2] دیکھیے ہود، آیات: 69-73 اور الحجر، آیات: 51-60 کے ذیل میں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿31﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿32﴾ لِنُرْسِلَ

ابراہیم نے کہا: اچھا تو تمھارا مقصد کیا ہے، اے قاصدو! (فرشتو؟)﴿31﴾ انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں﴿32﴾ تاکہ ہم ان پر

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿33﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿34﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا

مٹی کے پتھر (کھنگر) برسائیں﴿33﴾ جو آپ کے رب کے ہاں حد سے گزر جانے والوں کے لیے نامزد ہو چکے ہیں﴿34﴾ پھر وہاں جو بھی مومن تھے،

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿35﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿36﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً

ہم نے انھیں نکال لیا﴿35﴾ اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھرانہ پایا﴿36﴾ اور ہم نے وہاں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑی

لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿37﴾

جو دردناک عذاب سے خوف کھاتے ہیں﴿37﴾

کی طرف نہیں پہنچتے (وہ کھانا نہیں کھاتے اور) ان کو اجنبی سمجھ کر ان سے (دل میں) خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا کہ خوف نہ کیجیے، ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم کی عورت جو (پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی۔'' یعنی وہ قوم کی ہلاکت کی خبر سن کر خوش ہوئی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی تھی۔ اس کے ساتھ فرشتوں نے انھیں اسحاق کی اور ان کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی تو ﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 11: 73,72) ''اس نے کہا: اے ہے! میں (بچہ) جنوں گی! میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات ہے! انھوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، وہ سزاوار تعریف، نہایت بزرگوار ہے۔''

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿28﴾ ﴾ ''اور انھوں نے اس کو ایک دانش مند لڑکے کی بشارت بھی سنائی۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بشارت حضرت سارہ کے لیے بھی بشارت تھی کیونکہ بیٹے نے دونوں سے جنم لینا تھا، لہٰذا بشارت دونوں کے لیے تھی۔ ﴿ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ ﴾ ''تو ابراہیم کی عورت (حیرت سے) چیختی ہوئی آئی۔'' یعنی اس نے بہت شور کیا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابوصالح، ضحاک، زید بن اسلم، ثوری اور سدی رحمہم اللہ نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔[1] اور انھوں نے شور مچاتے ہوئے کہا: ﴿ يٰوَيْلَتٰٓى ﴾ (ھود 11:72) ''اے ہے!'' ﴿ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا ﴾ ''پھر اپنا چہرا پیٹ کر کہنے لگی:'' یعنی اس نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا جیسا کہ مجاہد اور ابن سابط نے کہا ہے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس نے ازراہِ تعجب اپنے چہرے پر طمانچہ مارا جیسا کہ عورتیں عجیب وغریب بات سن کر اپنے منہ پر طمانچہ مار لیتی ہیں۔[3] ﴿ وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿29﴾ ﴾ ''اور اس نے کہا: (اے ہے! ایک تو) بڑھیا اور (دوسری) بانجھ۔'' یعنی میرے ہاں بچہ

① تفسیر الطبری: 271,270/26 وتفسیر القرطبی: 46/17. ② تفسیر الطبری: 271/26. ③ تفسیر القرطبی: 47/17 عن سفیان رحمہ اللہ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ، مختصرًا.

کیسے ہوگا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور پھر بچپن ہی سے بانجھ بھی ہوں کہ مجھے حمل قرار نہیں پاتا۔ ﴿ قَالُوۡا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ۝۳۰ ﴾ ''انھوں نے کہا: (ہاں) تیرے پروردگار نے یوں ہی فرمایا ہے، بے شک وہ بڑا صاحب حکمت، خوب خبردار ہے۔'' یعنی تم جس عزت و کرامت کے مستحق ہو اسے وہ جانتا ہے اور اپنے اقوال و افعال میں بڑا پر حکمت ہے۔

تفسیر آیات: 31-37

قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتوں کی آمد: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنۡ اِبۡرٰهِيۡمَ الرَّوۡعُ وَجَآءَتۡهُ الۡبُشۡرٰى يُجَادِلُنَا فِىۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ۝ يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمۡ اٰتِيۡهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُوۡدٍ ۝ ﴾ (ھود 11:74-76) ''پس جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوش خبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے، بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو، تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی ٹلنے والا نہیں۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ اَيُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝۳۱ ﴾ ''اس (ابراہیم) نے کہا کہ فرشتو! تمھارا مدعا کیا ہے؟'' یعنی تمھاری آمد کا مقصد کیا ہے اور تم کس لیے آئے ہو؟ ﴿ قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمٍ مُّجۡرِمِيۡنَ ۝۳۲ ﴾ ''انھوں نے کہا کہ ہم گناہ گاروں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔'' یعنی قوم لوط کی طرف، ﴿ لِنُرۡسِلَ عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ طِيۡنٍ ۝۳۳ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝۳۴ ﴾ ''تاکہ ان پر کھنگر برسائیں جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان کر دیے گئے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان پتھروں پر ان کے نام اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا ہے جسے لگ کر وہ تباہ کر دے گا۔ سورۂ عنکبوت میں ہے: ﴿ قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۫ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 29: 32) ''اس (ابراہیم) نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔'' اور یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاَخۡرَجۡنَا مَنۡ كَانَ فِيۡهَا مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۳۵ ﴾ ''پھر وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا۔'' مومنوں سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی کے سوا دیگر اہل خانہ ہیں، ﴿ فَمَا وَجَدۡنَا فِيۡهَا غَيۡرَ بَيۡتٍ مِّنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝۳۶ ﴾ ''تو وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔'' ﴿ وَتَرَكۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ۝۳۷ ﴾ ''اور جو لوگ عذاب الیم سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ہم نے وہاں نشانی چھوڑ دی۔'' یعنی ہم نے ان پر جس عذاب، سزا اور پتھروں کو نازل کیا، اسے باعثِ عبرت بنا دیا اور ان کے مقام کو خبیث بحرِ مردار بنا دیا، بلاشبہ اس میں مومنوں کے لیے عبرت ہے ﴿ لِّلَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ۝۳۷ ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔''

وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ

اور موسیٰ (کے قصے) میں (عظیم نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک کھلے معجزے کے ساتھ بھیجا﴿38﴾ تو وہ اپنی قوت کے بل پر (حق سے)

اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿39﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿40﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا

پھرا اور کہا: (موسیٰ) جادوگر یا دیوانہ ہے﴿39﴾ پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور انھیں سمندر میں پھینک دیا جبکہ وہ قابل ملامت (کام کرتا) تھا﴿40﴾

عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿41﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿42﴾ وَفِيْ

اور عاد (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر بے خیر و برکت ہوا بھیجی﴿41﴾ وہ جس چیز پر سے بھی گزرتی اسے گلی سڑی ہڈی کے مانند ریزہ ریزہ

ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿43﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

کر ڈالتی تھی﴿42﴾ اور ثمود (کے قصے) میں (نشانی ہے)، جب ان سے کہا گیا: تم ایک وقت (تین دن) تک فائدہ اٹھاؤ﴿43﴾ پھر انھوں نے اپنے رب کے

يَنْظُرُوْنَ ﴿44﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿45﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ

حکم سے سرکشی کی تو انھیں کڑک نے آ پکڑا جبکہ وہ دیکھ رہے تھے﴿44﴾ پھر نہ تو ان میں اٹھنے کی سکت تھی اور نہ وہ بدلہ ہی لینے والے تھے﴿45﴾ اور ان سے پہلے

ع 2 23 1 اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿46﴾

(ہم نے) قوم نوح کو (ہلاک کیا)، بلاشبہ وہ لوگ نافرمان تھے﴿46﴾

تفسیر آیات :38-46

باعث عبرت واقعات :ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ ﴾ ”اور موسیٰ کے حال میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف کھلی کھلی دلیل دے کر بھیجا۔“ یعنی مضبوط دلیل اور ان کے دلائل کو قطع کر دینے والی حجت کے ساتھ، ﴿ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ ﴾ ”تو وہ اپنی قوت کے گھمنڈ پر پھرا۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام جس واضح حق کو لے کر آئے، فرعون نے از راہ تکبر و سرکشی اس سے اعراض کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (الحج 22:9) ”تکبر سے گردن موڑ لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔“ یعنی حق سے اعراض کرنے والا متکبر کر دے۔ ﴿ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿39﴾ ﴾ ”اور کہنے لگا (یہ تو) جادوگر ہے یا دیوانہ۔“ یعنی تم میرے پاس جو چیز لے کر آئے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جادوگر ہو یا مجنون۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿40﴾ ﴾ ”تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ (کام ہی) قابل ملامت (کرتا) تھا۔“ یعنی وہ ملامت زدہ، کافر، منکر، بدکار اور سرکش تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿41﴾ ﴾ ”اور عاد (کی قوم کے حال) میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان پر بے خیر و برکت خشک ہوا چلائی۔“ یعنی اس طرح تباہ و برباد کر دینے والی ہوا کہ جس کے چلنے کے بعد کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا، ضحاک، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] تفسیر الطبری: 8,7/27.

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿47﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿48﴾ وَمِنْ كُلِّ

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بنایا، اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں ﴿47﴾ اور ہم نے زمین کو بچھایا، تو (ہم) کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں! ﴿48﴾ اور ہم

شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿49﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿50﴾

نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿49﴾ لہٰذا تم اللہ کی طرف دوڑو، بلاشبہ میں تمھیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿51﴾

ہوں ﴿50﴾ اور تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، بلاشبہ میں تمھیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ﴿51﴾

﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿42﴾ ﴾ ''جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔'' یعنی اسے تباہ و برباد اور بوسیدہ چیز کی طرح کر دیتی۔ سعید بن مسیّب اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''ریح عقیم'' سے مراد باد جنوب ہے۔ ① صحیح بخاری میں بروایت شعبہ، از حکم، از مجاہد، از ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ] ''میری باد صبا کے ساتھ مدد کی گئی ہے جبکہ قوم عاد کو باد صرصر کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا تھا۔'' ②

﴿ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿43﴾ ﴾ ''اور (قوم) ثمود (کے حال) میں بھی نشانی ہے جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدے اٹھالو۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41: 17) ''اور جو ثمود تھے تو ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا تو ذلت کے عذاب کی کڑک نے انھیں آ پکڑا۔'' اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿43﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿44﴾ ﴾ ''اور (قوم) ثمود کے حال میں بھی نشانی ہے، پھر جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھالو تو انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے۔'' انھوں نے تین دن تک عذاب کا انتظار کیا اور پھر چوتھے دن صبح سویرے عذاب آ گیا، ﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ ﴾ ''پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے۔'' یعنی کھڑے ہو سکے اور نہ بھاگ سکے، ﴿ وَمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿45﴾ ﴾ ''اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے تھے۔'' یعنی اس حالت میں وہ ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ ﴾ ''اور اس سے پہلے (ہم) نوح کی قوم (کو ہلاک کر چکے تھے۔)'' یعنی ان لوگوں سے پہلے ہم نے قوم نوح کو بھی ہلاک کر دیا تھا، ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿46﴾ ﴾ ''بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔'' یہ تمام واقعات قبل ازیں مختلف سورتوں کے بہت سے مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

① تفسیر الطبری: 7/27 . ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وھی الأحزاب، حدیث: 4105 وصحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور، حدیث: 900 .

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿52﴾ اَتَوَاصَوْا

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی رسول آیا تو انھوں نے بس یہی کہا کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ﴿52﴾ کیا وہ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت

بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿53﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿54﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ

کرتے آئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (سب) لوگ سرکش ہیں﴿53﴾ لہٰذا آپ ان سے پھر جائیں تو آپ پر کچھ ملامت نہیں﴿54﴾ اور آپ نصیحت کرتے رہیں، اس

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿55﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿56﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ

لیے کہ بے شک نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے﴿55﴾ اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں﴿56﴾ میں ان سے کوئی رزق

وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿57﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿58﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ

نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں﴿57﴾ بلاشبہ اللہ تو خود رزق دینے والا ہے، بڑی قوت والا، نہایت طاقت ور ہے﴿58﴾ پھر بے شک جن لوگوں نے

ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿59﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ظلم کیا ان کے نصیب میں (عذاب) ہے جیسا ان کے ساتھیوں کے نصیب میں (تھا)، لہٰذا وہ مجھ سے (عذاب) جلدی نہ مانگیں﴿59﴾ چنانچہ کافروں کے لیے

3 ع 14 2 مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿60﴾

ان کے اس دن (کے آنے) سے تباہی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے﴿60﴾

تفسیر آیات :47-51

توحید باری تعالیٰ کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے عالمِ عُلوِی و سُفلِی کی تخلیق کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا ﴾ ''اور آسمانوں کو ہم ہی نے بنایا۔'' یعنی اسے ہم نے ایک محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے ﴿ بِاَيْىدٍ ﴾ ''قوت کے ساتھ۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ثوری اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ اس کے معنی ہیں قوت کے ساتھ۔[1] ﴿ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿47﴾ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم کو سب مقدور ہے۔'' یعنی ہم نے اس کی حدود کو وسیع کر دیا اور اسے ستونوں کے بغیر کھڑا کر دیا ہے حتی کہ یہ اس طرح قائم دائم ہو گیا ہے جیسا کہ نظر آ رہا ہے، ﴿ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا ﴾ ''اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا۔'' یعنی اسے مخلوقات کے لیے بچھونا بنا دیا ہے، ﴿ فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿48﴾ ﴾ ''تو (دیکھو ہم) کیا خوب بچھانے والے ہیں!'' یعنی اسے ہم نے اہل زمین کے لیے بچھا دیا ہے، ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ﴾ ''اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں۔'' یعنی تمام مخلوقات آسمان و زمین، رات دن، سورج چاند، بر و بحر، روشنی اور تاریکی، ایمان و کفر، موت و حیات، شقاوت و سعادت، جنت و جہنم حتی کہ تمام حیوانات و نباتات بھی جوڑے جوڑے بنائے ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿49﴾ ﴾ ''تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' یعنی تاکہ تم یہ خوب جان لو کہ خالق واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ ﴾ ''تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو۔'' اسی کی طرف لپکو اور اپنے تمام امور و معاملات میں صرف اسی کی ذات پاک پر بھروسا رکھو۔ ﴿ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿50﴾ ﴾ ''بلاشبہ میں اس (کی طرف) سے تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ:

[1] تفسیر الطبری : 11/27 .

﴿ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ''اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔'' ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''بلاشبہ میں اس (کی طرف) سے تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

تفسیر آیات:52-60

ہر قوم نے اپنے رسول کی ایک ہی طرح تکذیب کی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو بات یہ مشرکین آپ سے کہتے ہیں، پہلے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں نے بھی اسی طرح کہا تھا: ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ ''اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ﴾ ''کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟'' کیا ان لوگوں نے ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کی ہے؟ ﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴾ ''بلکہ یہ شریر و سرکش لوگ ہیں۔'' یہ سرکش لوگ ہیں، ان کے دل، یعنی سوچ اور فکر کا انداز ایک دوسرے کے مشابہ ہے، ان کے پچھلے بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ان کے اگلوں نے کہی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ ''تو ان سے اعراض کریں۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ان سے اعراض کرو، ﴿ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴾ ''سو آپ کو (ہماری طرف سے) ملامت نہ ہوگی۔'' یعنی اس کی وجہ سے ہم آپ کو ملامت نہیں کریں گے، ﴿ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور نصیحت کرتے رہیں کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔'' یعنی نصیحت سے صرف وہ دل ہی نفع حاصل کر سکتے ہیں جو ایمان سے لبریز ہوں۔

جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے: اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔'' یعنی میں نے انھیں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ انھیں یہ حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں، میں نے انھیں اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میں ان کا محتاج ہوں۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ میری عبادت کا اقرار کریں، خواہ پسندیدگی سے یا اسے ناپسند کرتے ہوئے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ ''میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں، اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور، مضبوط ہے۔'' امام احمد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح پڑھائی تھی: [إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ] ''بلاشبہ میں ہی رزق دینے والا، زور آور، مضبوط ہوں۔''[2] اسے امام ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3] آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس

---

[1] تفسير الطبري: 16/27. [2] مسند أحمد: 418/1. [3] سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب، حديث: 3993 وجامع الترمذي، القراءات، باب ومن سورة الذاريات، حديث: 2940 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب قول الله عزوجل: ﴿ هُوَ الرَّزَّاقُ ﴾: 406/4، حديث: 7707.

لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کریں جو اس کی اطاعت کرے گا، اسے وہ پوری پوری جزا عطا فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا تو اسے وہ شدید ترین عذاب میں مبتلا کردے گا۔ اللہ جل شانہ نے یہاں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے تمام حالات میں اس کی ذات پاک کے محتاج ہیں اور وہ ان کا خالق بھی ہے اور رازق بھی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي، أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى، وَّأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا، وَّلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کرلے، میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا سینہ مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرا فقر بھی دور نہیں کروں گا۔''① اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب قرار دیا ہے۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴾ ''پس کچھ شک نہیں کہ ان ظالموں کے لیے بھی ان کے ساتھیوں کے (عذاب کے) حصے جیسا (عذاب کا) حصہ مقرر ہے، سو وہ جلدی نہ مچائیں۔'' وہ جلدی نہ کریں یہ یقیناً وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴾ ''تو جس دن کا ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس سے ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

سورۂ ذاریات کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① مسند أحمد: 358/2 . ② جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب أحاديث : ابتلينا بالضراء ......، حديث : 2466 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب الهم بالدنيا، حديث : 4107.

تفسیر سُورۂ طور

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ① وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ② فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ③ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ④ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ⑤

قسم ہے طور (پہاڑ) کی ① اور ایک کتاب کی (قسم) جو لکھی ہوئی ہے ② کھلے کاغذ میں ③ اور بیتِ معمور کی (قسم) ④ اور اونچی چھت کی (قسم) ⑤ اور

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ

بھڑکائے ہوئے سمندر کی (قسم) ⑥ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے ⑦ اسے کوئی روکنے والا نہیں ⑧ (وہ واقع ہوگا) جس

مَوْرًا ⑨ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

دن آسمان زور سے حرکت کرنے لگے گا ⑨ اور پہاڑ تیزی سے چلنے لگ جائیں گے ⑩ چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے ⑪ جو

خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ

(تکذیبِ حق کی) سخن سازی میں پڑے کھیل رہے ہیں ⑫ جس دن انھیں نہایت سختی سے دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا ⑬

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ

(کہا جائے گا:) یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ⑭ کیا پھر یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ ⑮ تم اس (دوزخ) میں داخل ہو جاؤ، اب تم

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯

صبر کرو یا صبر نہ کرو تمھارے لیے برابر ہے، تمھیں بس اسی کی سزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے ⑯

وقف لازم

فضیلت: امام مالک رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نماز مغرب میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، میں نے کسی اور کو نہیں سنا جس کی آواز یا قراءت آپ سے زیادہ اچھی ہو۔[1] امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کو بطریق امام مالک رحمہ اللہ بیان فرمایا ہے۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان

① الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة فى المغرب والعشاء: 25/1، حديث: 175 . ② صحيح البخاري، الأذان، باب الجهر فى المغرب، حديث: 765 و3050 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة فى الصبح، حديث: 463. ملحوظہ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ أَوْقِرَاءَةً کے الفاظ اس حدیث کے سیاق میں نہیں ملے جبکہ یہ الفاظ کسی اور حدیث کے سیاق میں ہیں، دیکھیے صحيح البخاري، الأذان، باب القراءة فى العشاء، حديث: 769 و صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة فى العشاء، حديث: (177)-464 عن البراء رضی اللہ عنہ.

کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: [طُوفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ] ''تم لوگوں کے پیچھے پیچھے سواری پر سوار ہو کر طواف کر لو۔'' میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی جس میں آپ نے ﴿ وَالطُّوْرِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔[1]

تفسیر آیات: 1-16

عذاب کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان قدرت پر دلالت کرنے والی اپنی مخلوقات کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس کے دشمنوں پر وہ عذاب واقع ہونے والا ہے جو ان سے کوئی نہیں ٹال سکے گا۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر بہت سے درخت ہوں جیسا کہ وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا اور جس سے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ جس پہاڑ پر درخت نہ ہوں اسے طور نہیں کہا جاتا بلکہ اسے جبل کہا جاتا ہے۔ ﴿ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ ﴾ ''اور لکھی ہوئی کتاب کی۔'' ایک قول کے مطابق اس سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد وہ کتب ہیں جنھیں آسمان سے نازل کیا گیا ہے جنھیں لکھا جاتا ہے اور جنھیں بلند آواز کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا جاتا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ ﴾ ''کشادہ جھلی (کے اوراق) میں اور آباد گھر کی۔'' صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث اسراء میں ساتویں آسمان سے تجاوز کر جانے کے بعد کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: [ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ...... يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ] ''پھر میرے لیے بیت معمور اٹھایا گیا...... اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اس سے نکل گئے تو پھر وہ آخر وقت تک اس میں لوٹ نہیں سکیں گے۔''[2] یعنی فرشتے اسی گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں جیسا کہ اہل زمین کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ایسی مسند عطا کی گئی ہے جس کی پشت بیت معمور کے ساتھ ہے کیونکہ وہ زمینی کعبہ کے بانی ہیں اور جزا عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ بیت معمور کعبۃ اللہ کی سمت پر ہے، اسی طرح ہر آسمان میں بھی اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے جس میں اس آسمان والے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں، آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ کا جو گھر ہے، اس کا نام بیت العزت ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ ﴾ ''اور اونچی چھت کی۔'' سفیان ثوری، شعبہ اور أبوا لأحوص نے سماک سے، انھوں نے خالد بن عرعرہ سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہے۔[3] سفیان نے کہا کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ

---

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب إدخال البعير في المسجد للعلة، حديث: 464 وصحيح مسلم، الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره......، حديث: 1276. [2] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3207 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ......، حديث: (264)-164 واللفظ له عن مالك بن صعصعة رضي الله عنه. [3] تفسير الطبري: 25/27.

عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○﴾ (الأنبیآء32:21) ''اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کر رہے ہیں۔''① مجاہد، قتادہ، سدی، ابن جریج اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴾ ''اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی۔'' جمہور کہتے ہیں کہ بحر مسجور سے مراد یہی سمندر ہے اور مسجور سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اسے آگ لگا دی جائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴾ (التکویر6:81) ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' یعنی جب ان کو بھڑکا دیا جائے گا تو یہ آگ ہو جائیں گے جو شدت کے ساتھ بھڑکے گی اور میدان حشر میں کھڑے لوگوں کو ہر طرف سے گھیر لے گی۔ اسے سعید بن مسیّب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، مجاہد، عبداللہ بن عبید بن عمیر اور دیگر کئی ائمہ رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔④ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿الْمَسْجُوْرِ ﴾ کے معنی بھرے ہوئے کے ہیں۔⑤ امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ آج بھڑک نہیں رہا بلکہ آج تو پانی سے بھرا ہوا ہے۔⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴾ ''بلاشبہ آپ کے پروردگار کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔'' یہ ہے وہ چیز جس کے بارے میں یہ قسمیں کھائی گئی ہیں اور یہ عذاب کافروں کے لیے واقع ہونے والا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴾ ''اس کو کوئی روک نہیں سکے گا۔'' یعنی کوئی نہیں ہوگا جو ان سے اس عذاب کو دور کر سکے، جب اللہ تعالیٰ انھیں مبتلائے عذاب کرنے کا ارادہ فرما لے۔ حافظ ابوبکر بن ابودنیا نے جعفر بن زید عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ میں بھیس بدل کر نکلے، ان کا گزر مسلمانوں کے ایک ایسے گھر کے پاس سے ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے اس کی قراءت کو بغور سننا شروع کیا تو دیکھا کہ وہ پڑھ رہا تھا: ﴿وَالطُّوْرِ ﴾ حتی کہ وہ اس آیت پر پہنچا ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴾ تو انھوں (حضرت عمر) نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم! یہ عذاب برحق ہے، پھر اپنے گدھے سے نیچے اتر آئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور خاصی دیر تک کھڑے رہے، پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور ایک مہینے تک بیمار رہے، لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے مگر جانتے نہیں تھے کہ آپ کا مرض کیا ہے۔⑦

یوم عذاب، یعنی روز قیامت کا حال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴾ ''جس دن آسمان بری طرح لرزنے لگے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس دن آسمان زور زور سے ہلے گا۔⑧ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آسمان کا پھٹنا ہے۔⑨ مجاہد کا قول ہے کہ آسمان زور سے گھومنے لگے گا۔⑩

---

① تفسیر الطبری: 25/27. ② تفسیر الطبری: 25/27. ③ تفسیر الطبری: 26/27 مختصرًا. ④ تفسیر البغوی: 290,289/4 وتفسیر الطبری: 26/27. ⑤ تفسیر الطبری: 26/27. ⑥ تفسیر الطبری: 27,26/27. ⑦ تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمة عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ......: 239/47. ⑧ تفسیر الطبری: 29/27. ⑨ تفسیر الطبری: 29/27. ⑩ تفسیر الطبری: 29/27.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ⑰ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

بلاشبہ متقین باغات اور نعمتوں میں ہوں گے ⑰ درآں حالیکہ وہ ان چیزوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے جو ان کے رب نے انھیں دیں، اور ان کے

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑱ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑲ مُتَّكِـِٕيْنَ

رب نے انھیں جہنم کے عذاب سے بچالیا ⑱ (انھیں کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے ⑲ جبکہ

عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ⑳

وہ باہم برابر بچھے تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے، اور ہم انھیں غزال چشم حوروں سے بیاہ دیں گے ⑳

ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان کا گھومنا اور حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور آسمان کے بعض حصوں کے بعض میں ضم ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔[1] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد گھومتے ہوئے حرکت کرنا ہے۔[2] ﴿ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩ ﴾ ''اور پہاڑ تیز تیز چلنے لگیں گے۔'' یعنی پہاڑ بھی چلنے لگیں گے اور چلتے چلتے غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔ ﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ ﴾ ''تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔'' یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب، اس کی سخت سزاؤں اور مضبوط پکڑ کی وجہ سے ان کے لیے خرابی ہوگی، ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ ﴾ ''وہ لوگ جو (تکذیب حق کے) مشغلے میں پڑے کھیل تماشا کرتے رہے۔'' یعنی دنیا میں یہ باطل میں کھوئے ہوئے تھے اور دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا، ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ ﴾ یعنی اس دن انھیں دھکے دے کر لے جایا جائے گا۔ ﴿ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ ﴾ ''آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر (لے جائے جائیں گے۔)'' مجاہد، شعبی، محمد بن کعب، ضحاک، سدی اور ثوری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں آتش دوزخ میں دھکا دے کر گرا دیا جائے گا۔[3] ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭ ﴾ ''یہی وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔'' یعنی ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے زبانیہ فرشتے ان سے یہ کہیں گے: ﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ اِصْلَوْهَا ﴾ ''تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں داخل ہو جاؤ۔'' اب اس میں داخل ہو جاؤ کہ آتش دوزخ تمھیں ہر طرف سے گھیر لے گی، ﴿ فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ﴾ ''پھر صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے۔'' یہ برابر ہے کہ تم اس سزا اور عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، تمھیں اس سے کوئی نہیں بچا سکے گا، تم اس سے ہرگز خلاصی نہیں پا سکو گے۔ ﴿ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯ ﴾ ''جو کام تم کیا کرتے تھے تمھیں صرف انھی کا بدلہ دیا جائے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات: 17-20

سعادت مندوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ⑰ ﴾ ''بلاشبہ جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔'' یہ صورت حال اس سزا اور عذاب کے برعکس ہے جس میں بدبخت لوگ مبتلا ہوں گے، ﴿ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ﴾ ''جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا اس (کی وجہ)

① تفسیر الطبری :29/27. ② تفسیر الطبری :28/27. ③ تفسیر الطبری :31/27.

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، تو ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان سے ملا دیں گے، اور ہم ان کے

اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿21﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ

عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی ہے ﴿21﴾ اور وہ جو چاہیں گے ان میں سے ہم انھیں (ہر طرح کے)

بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿22﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا

پھل اور گوشت وافر دیں گے ﴿22﴾ وہاں وہ (شراب کے چھلکتے) جام ایک دوسرے سے جھپٹ رہے ہوں گے، اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ

وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿23﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿24﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کا کام ﴿23﴾ اور ان (کی خدمت) کے لیے ان کے آس پاس نوعمر لڑکے پھر رہے ہوں گے (ایسے حسین) جیسے وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں ﴿24﴾ اور وہ

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿25﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿26﴾ فَمَنَّ

(اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم (حال) پوچھیں گے ﴿25﴾ وہ کہیں گے: بلاشبہ ہم (اس سے) پہلے اپنے اہل وعیال میں (اللہ سے)

اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿27﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ

ڈرا کرتے تھے ﴿26﴾ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس نے ہمیں (جھلسا دینے والی) لو کے عذاب سے بچا لیا ﴿27﴾ بلاشبہ ہم پہلے ہی اس (اللہ) کو

الرَّحِيْمُ ﴿28﴾ ع 1 28 3

پکارا کرتے تھے، بے شک وہی خوب احسان کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿28﴾

سے خوش حال ہوں گے۔'' اللہ تعالیٰ انھیں جن انواع واقسام کی لذت بخش نعمتوں، مثلاً: ماکولات، مشروبات، ملبوسات، نفیس رہائش گاہوں اور عمدہ سواریوں سے سرفراز فرمائیں گے، ان سے وہ فیض یاب ہوں گے، ﴿ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿18﴾ ﴾ ''اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں عذاب دوزخ سے نجات عطا فرما رکھی ہوگی، یہ بذات خود مستقل طور پر ایک بہت بڑی نعمت ہوگی لیکن اس پر مستزاد یہ کہ انھیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا جس میں فرحت ومسرت کے ایسے سامان ہوں گے کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿19﴾ ﴾ ''اپنے اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ ﴾ (الحآقة 69:24) ''جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ﴾ ''تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے) ہوں گے۔'' امام ثوری نے حصین سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تخت حَجَلہ عَروسی میں ہوں گے۔ اور ﴿ مَّصْفُوْفَةٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے چہرے ایک دوسرے کی طرف ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ

فرمایا: ﴿عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۝﴾ (الصّٰفّٰت 37:44) ''ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے۔)'' ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۝﴾ ''اور ہم انھیں موٹی موٹی (سفید، سیاہ) آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔'' یعنی ہم نے ان کی ہم نشین صالح اور ان کی بیویاں ایسی خوب صورت حوروں کو بنایا ہوگا جن کی آنکھیں موٹی موٹی ہوں گی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ حوروں کے اوصاف کا تذکرہ قبل ازیں کئی ایک مقامات پر ہو چکا ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔[1]

تفسیر آیات: 21-28

مومن کی اولاد بھی اسی کے ہم مرتبہ ہوگی: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں کی اولاد نے اگر ایمان میں ان کی اتباع کی ہوگی تو وہ انھیں ان کے آباء کے مقام و مرتبہ میں ان کے ساتھ ملا دے گا، خواہ وہ اپنے عمل کے اعتبار سے اس مقام و مرتبہ کے مستحق نہ بھی ہوں تاکہ اپنی اولاد کو اپنے مقام و مرتبہ میں اپنے ساتھ پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اللہ تعالیٰ انھیں احسن انداز میں یکجا فرما دے گا کہ ناقص عمل والے کو کامل عمل والے کے ساتھ سر بلندی عطا فرما دے گا اور وہاں دونوں میں برابری کی وجہ سے اس کے عمل و مرتبہ میں کمی نہیں کرے گا، اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے (درجے کے) ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔'' ثوری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی اس کے درجے میں سر بلند کر دے گا، خواہ وہ عمل میں اس سے کم تر ہو تاکہ اس کی اپنی اولاد کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾[2] ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے بھی حدیث سفیان ثوری کو اسی طرح بیان کیا ہے۔[3] ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مومن کی وہ اولاد ہے جو ایمان کے ساتھ فوت ہو، اگر ان کے آباء کے مراتب ان کے مراتب سے بلند ہوئے تو انھیں بھی اپنے آباء کے مراتب میں پہنچا دیا جائے گا اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔[4]

عبداللہ بن امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بیٹوں کی بابت پوچھا جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [هُمَا فِي النَّارِ] ''وہ دوزخ میں ہیں۔'' پھر آپ نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے تو فرمایا: [لَوْ رَأَيْتِ مَكَانَهُمَا لَأَبْغَضْتِهِمَا] ''اگر تم ان کی جگہ کو دیکھ لو تو انھیں ناپسند کرو۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ سے میرے دو بیٹے فوت ہوئے ہیں، ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: [فِي الْجَنَّةِ] ''وہ جنت میں ہیں۔'' راوی کہتے ہیں

[1] دیکھیے الصّٰفّٰت، آیات: 48، 49 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الثوری: 283/1 (C.D). [3] تفسیر الطبری: 33/27 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3316/10. [4] تفسیر ابن أبي حاتم: 3316/10.

کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَأَوْلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ وَأَوْلَادَهُمْ فِي النَّارِ] ''مومن اوران کی اولاد جنت میں جائے گی اور مشرک اوران کی اولاد جہنم رسید ہوگی۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ ...... ﴾ الآیۃ [1] آباء کے عمل کی برکت سے یہ اللہ تعالیٰ کا ان کی اولاد پر فضل وکرم ہوگا اوراولاد کی دعا کی برکت سے ان کے آباء پر اللہ تعالیٰ کا جو فضل وکرم ہوگا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! أَنّٰى لِي هٰذِهِ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ] ''اللہ تعالیٰ ایک عبد صالح کا جنت میں درجہ بلند فرمادے گا تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تمھارے لیے تمھارے بیٹے کے بخشش طلب کرنے کی وجہ سے۔'' [2] اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیگر ائمہ نے اسے اس طرح بیان نہیں کیا، البتہ صحیح مسلم میں اس کا شاہد موجود ہے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُولَهُ] ''جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو تین (چیزوں) کے سوا اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو اور (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔'' [3]

گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عدل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گرو ہوگا جو اس نے کمایا۔'' اللہ جل شانہ نے پہلے مقامِ فضل کا ذکر فرمایا اور وہ یہ کہ کسی عمل کے تقاضے کے بغیر اولاد کا درجہ ان کے آباء کے درجے تک بلند کردیا جائے گا اور اب مقامِ عدل کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ کسی کے عمل کی وجہ سے کسی دوسرے شخص سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا، پس ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴾ یعنی ہر شخص صرف اپنے عمل کے عوض گروی ہے کسی دوسرے انسان کے گناہ کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا جائے گا، خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ ﴾ (المدثر 74:38-41) ''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گرو ہے، مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ باغہائے بہشت میں (ہوں گے اور) پوچھتے ہوں گے (آگ میں جلنے والے) گناہ گاروں سے۔''

جنت کی شراب اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَأَمْدَدْنَاهُم بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴾ ''اور جس طرح کے پھل اور گوشت وہ چاہیں گے ہم ان کو پے درپے عطا کریں گے۔'' یعنی ہم انھیں انواع واقسام کے پاکیزہ اور پسندیدہ پھلوں اور گوشت سے نوازیں گے، ﴿ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا ﴾ ''وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے۔'' ایک دوسرے سے چھینیں گے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔ ﴿ لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴾

---

[1] مسند أحمد: 135,134/1 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [2] مسند أحمد: 509/2. [3] صحيح مسلم، الوصية، باب مايلحق الإنسان من الثواب......، حديث: 1631.

"جس (کے پینے) سے نہ بیہودہ گوئی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔" وہ بہشتوں میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کریں گے جو لغو یا ہرزہ سرائی پر مبنی ہو یا اس میں گناہ اور فحش ہو جیسا کہ دنیا میں شرابیوں کی گفتگو ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ لَغْوٌ ﴾ سے مراد باطل اور ﴿ تَأْثِيمٌ ﴾ سے مراد جھوٹ ہے۔[1] مجاہد نے کہا ہے کہ وہ گالی گلوچ نہیں دیں گے اور نہ گناہ کا ارتکاب کریں گے۔[2] قتادہ نے کہا کہ ان باتوں کا تعلق دنیا سے تھا جن کا ارتکاب شیطان نے ان سے کرایا لیکن آخرت کی شراب کو اللہ تعالیٰ نے ان گندگیوں اور ایذا رسانیوں سے پاک کر دیا ہے جو دنیا کی شراب کا خاصہ تھیں۔[3] جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی شراب سے اس بات کی نفی کی ہے کہ اس کی وجہ سے سر درد، پیٹ درد ہو یا اس سے عقل زائل ہو،[4] اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آخرت کی شراب انھیں بری، فائدہ سے خالی اور فضول گفتگو و فحش پر مبنی بات پر آمادہ نہ کرے گی، نیز اس نے ہمیں اس کے حسن منظر اور عمدہ ذائقے کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:46,47) "جو چٹی سفید (اور) پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی، نہ اس سے سر درد ہوگا اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں گے۔" اور فرمایا ﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:19) "وہ اس سے نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔" اور یہاں فرمایا: ﴿ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْثِيْمٌ ۝ ﴾ "وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے، جس (کے پینے) سے نہ ہرزہ سرائی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ ﴾ "اور نوجوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی، ان کے آس پاس پھریں گے۔" اللہ تعالیٰ نے جنت کے خدم و حشم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے حسن، رعنائی و زیبائی، نظافت اور خوب صورت لباس کی وجہ سے یوں معلوم ہوں گے گویا تازہ اور چھپے ہوئے موتی ہوں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ ﴾ (الواقعة 56:17,18) "نوجوان خدمت گزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، ان کے آس پاس پھریں گے آفتابے اور آبخورے اور شراب کے جاری چشمے سے لبریز جام لے لے کر۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ ﴾ "اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں (حال) پوچھیں گے۔" یعنی وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں باتیں کریں گے اور دنیا میں ان کے اعمال اور احوال کی بابت پوچھیں گے جیسا کہ شرابی اس وقت ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، جب شراب کا دور چل رہا ہو، ﴿ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ ﴾ "کہیں گے کہ اس سے پہلے یقیناً ہم اپنے اہل و عیال میں (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے۔" یعنی دنیا میں جب ہم اپنے اہل و عیال میں رہتے تھے تو ہم اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کے عذاب و عقاب کا اپنے دلوں میں خوف رکھتے تھے، ﴿ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ ﴾ "تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔" اللہ تعالیٰ نے ہم پر صدقہ کیا اور ہمیں ان تمام چیزوں سے

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 10/3316 وتفسیر الطبري: 27/39. [2] تفسیر الطبري: 27/39. [3] تفسیر الطبري: 27/39 مختصرًا. [4] دیکھیے الصّٰفّٰت 37، آیات: 46,47 کے ذیل میں عنوان: "مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا"

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿29﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

تو (اے نبی!) آپ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے ﴿29﴾ کیا وہ (کافر) کہتے ہیں: (یہ نبی) شاعر ہے

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿30﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿31﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

(اور) ہم اس کے بارے میں حوادثِ زمانہ (موت) کا انتظار کر رہے ہیں؟ ﴿30﴾ کہہ دیجیے: تم انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿32﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿33﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ

میں سے ہوں ﴿31﴾ کیا ان کی عقلیں انھیں یہ سبق دیتی ہیں یا پھر وہ لوگ ہی سرکش ہیں؟ ﴿32﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی یہ (قرآن) گھڑا ہے؟ بلکہ

مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿34﴾

وہ ایمان نہیں لاتے ﴿33﴾ پھر (انھیں) چاہیے کہ اس (قرآن) جیسی ایک بات لے آئیں اگر وہ سچے ہیں ﴿34﴾

بچالیا ہے جن سے ہم ڈرتے تھے، ﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ﴾ ''اس سے پہلے بلا شبہ ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔'' ہم اس کے حضور الحاح وزاری کرتے تھے، اس نے ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا ہے جس کا ہم سوال کیا کرتے تھے، ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿28﴾﴾ ''بے شک وہ بڑا احسان کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

تفسیر آیات: 34-29

مشرکین کی بہتان بازیوں سے رسول اللہ ﷺ کی براءت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بندگانِ الٰہی تک اس کے پیغام کو پہنچا دیں، ان پر جو نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ انھیں نصیحت کریں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل بہتان وفجور کی بہتان طرازیوں کی نفی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿29﴾﴾ ''تو (اے پیغمبر!) آپ نصیحت کرتے رہیں آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔'' آپ بحمد اللہ کاہن نہیں ہیں جیسا کہ جاہل کفارِ قریش کہتے ہیں۔ کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس نظر آنے والا جن وہ بات لے کر آئے جسے اس نے آسمان سے سن لیا ہو اور نہ آپ مجنون ہیں، مجنون وہ ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بابت ان کی بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿30﴾﴾ ''کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔'' یعنی حوادث زمانہ اور منون کے معنی موت کے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم انتظار اور صبر کرتے ہیں حتی کہ یہ فوت ہو جائیں اور ہم اس سے اور اس کے معاملے سے آرام پا جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿31﴾﴾ ''کہہ دیجیے کہ انتظار کیے جاؤ تو بے شک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔'' یعنی تم انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور پھر تم عنقریب یہ جان لو گے کہ دنیا و آخرت میں فتح ونصرت کسے حاصل ہوتی ہے۔

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابو نجیح سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش جب نبی ﷺ کے معاملے میں غور کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں زنجیروں سے

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿35﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

کیاوہ بغیر کسی شے کے پیدا کیے گئے ہیں، یا وہی (خود اپنے) خالق ہیں؟﴿35﴾ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے﴿36﴾ کیا

بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿36﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴿37﴾ اَمْ لَهُمْ

ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ (ان پر) محافظ ونگران ہیں؟﴿37﴾ کیا ان کے لیے کوئی سیڑھی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے (چڑھ

سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ

کر آسمان کی باتیں) سن لیتے ہیں؟ پھر چاہیے کہ ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے آئے﴿38﴾ کیا اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے

الْبَنُوْنَ ﴿39﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿40﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

بیٹے؟﴿39﴾ کیا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں کہ وہ (اس کے) تاوان سے بوجھ تلے دب گئے ہیں؟﴿40﴾ یا ان کے پاس (علم) غیب ہے، تو وہ لکھتے

يَكْتُبُوْنَ ﴿41﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿42﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ

ہیں﴿41﴾ کیا وہ کسی فریب کا ارادہ کرتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی فریب خوردہ ہیں﴿42﴾ کیا ان کے لیے اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہے؟ اللہ پاک

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿43﴾

ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں﴿43﴾

باندھ دو، پھر ان کی موت کا انتظار کرو حتی کہ یہ فوت ہو جائیں جیسا کہ ان سے قبل کے شعراء زُہیر اور نابغہ بھی فوت ہو گئے تھے، کیونکہ یہ بھی تو انھی کی طرح کا ایک شاعر ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿30﴾ ﴾ ''یا وہ (کافر یہ) کہتے ہیں کہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔''[1]

پھر فرمایا: ﴿ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ ﴾ ''کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں؟'' یعنی آپ کے بارے میں جو یہ باطل باتیں کرتے ہیں، ان کی عقلیں ایسا کرنے کا انھیں حکم دیتی ہیں، حالانکہ یہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں، ﴿ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿32﴾ ﴾ ''بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔'' بات یہ ہے کہ یہ سرکش، گمراہ، اور معاند ہیں اور اسی بات نے انھیں آپ کے بارے میں ان بہتان طرازیوں پر آمادہ کیا ہے، ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ ﴾ ''کیا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے یہ (قرآن) از خود بنا لیا ہے۔'' یعنی یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن بنا لیا ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ''بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ (اللہ پر) ایمان نہیں رکھتے۔'' یعنی ان کا کفر انھیں اسی بات پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿34﴾ ﴾ ''اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو لائیں۔'' یعنی اگر یہ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود بنایا ہے تو یہ بھی اسی طرح کا قرآن بنا کر دکھا دیں جس طرح کا قرآن محمد ﷺ لے کر آئے ہیں لیکن اگر یہ سب اور ان کے ساتھ روئے زمین کے تمام جن اور انسان بھی مل جائیں تو اس طرح

[1] تفسير الطبري : 42/27 .

کا قرآن کبھی بھی نہیں لا سکتے بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ اس جیسی ایک سورت بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔

تفسیر آیات:35-43

توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور مشرکین کی حیلہ سازیوں کی نفی کے بارے میں چند سوالات: قرآن مجید کا یہ مقام ربوبیت اور توحید الوہیت کے اثبات کے بارے میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴾ ''کیا یہ کسی چیز (خالق) کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟'' یعنی کیا یہ کسی ایجاد کرنے والے کے بغیر از خود وجود میں آ گئے ہیں؟ یا انھوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ پاک ذات ہے جس نے انھیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے جبکہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک مذکور نہ تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو نماز مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، آپ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ ﴾ ''کیا یہ کسی چیز (خالق) کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ (کہیں کے) داروغے ہیں؟'' تو قریب تھا کہ میرا دل اُڑ جاتا۔[1] یہ حدیث صحیحین میں مختلف طرق سے مروی ہے۔[2] جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے بعد بدر کے قیدیوں کے فدیے کے بارے میں بات چیت کے لیے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت یہ مشرک تھے اور اس سورۂ مبارکہ کی اسی آیت کریمہ کا سننا ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ایک سبب تھا۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ ﴾ ''یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔'' کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی تردید ہے کہ یہ جانتے ہیں کہ وہ وحدہ لاشریک ہی خالق ہے لیکن اس بات پر ان کا عدم یقین انھیں شرک پر آمادہ کرتا ہے، ﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ ﴾ ''کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا وہ داروغے ہیں؟'' یعنی کیا کائنات میں یہ تصرف کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں خزانوں کی چابیاں ہیں یا یہ مخلوقات سے حساب لینے والے ہیں؟ حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ہی مالک، متصرف اور اپنے ارادے کے مطابق کر گزرنے والا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4854. [2] صحیح البخاری، الأذان، باب الجهر في المغرب، حدیث: 765 والجهاد......، باب فداء المشركين، حدیث: 3050 والمغازي، باب: 12، حدیث: 4023 و صحیح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حدیث: 463.

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿44﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى

اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا بھی دیکھیں تو وہ کہیں گے: (یہ) تہ بہ تہ بادل ہے﴿44﴾ لہٰذا (اے نبی!) آپ انھیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیجیے،

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿45﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ

حتی کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے﴿45﴾ اس دن انھیں ان کا فریب کچھ فائدہ نہیں دے گا، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے

يُنْصَرُوْنَ ﴿46﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿47﴾

گی﴿46﴾ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ظلم کیا، ان کے لیے اس (عذاب) کے علاوہ (دنیا میں) بھی ایک عذاب ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے﴿47﴾ اور

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿48﴾ وَمِنَ

(اے نبی!) اپنے رب کے حکم (آنے) تک صبر کیجیے، بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور جب آپ کھڑے ہوں، تو اپنے رب کی حمد کے

2 ع 21 4　الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿49﴾

ساتھ تسبیح کیجیے﴿48﴾ اور (کچھ حصہ) رات میں بھی، پس آپ اس کی تسبیح کیجیے، اور ستارے غروب ہونے کے بعد بھی﴿49﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر آسمان سے باتیں) سن آتے ہیں۔'' کیا ان کے پاس ملاءِ اعلیٰ تک پہنچنے کے لیے کوئی سیڑھی ہے؟ ﴿ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ ﴾ ''ان میں سے جو سن آتا ہے وہ صریح سند لے کر آئے۔'' یعنی جو ان کے لیے ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ کوئی ایسی مضبوط دلیل پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ یہ اپنے قول وفعل میں سچے ہیں لیکن ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں، یہ کسی صحیح بات پر نہیں ہیں، ان کے پاس کوئی رستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کو منسوب کیا، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، اپنے لیے بیٹیوں کے بجائے بیٹوں کو پسند کیا حتی کہ ان میں سے کسی کو جب اس کے ہاں بیٹی کی ولادت کی بشارت سنائی جاتی تو شدتِ غم کی وجہ سے اس کا چہرہ کالا اور وہ انتہائی غمزدہ ہوتا لیکن اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی، ان کی ان سب باتوں کی تردید کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿39﴾ ﴾ ''کیا اس (اللہ) کی تو بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟'' یہ زبردست ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہے۔

﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا ﴾ ''(اے پیغمبر!) کیا آپ ان سے صلہ مانگتے ہیں؟'' آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام جو انھیں پہنچا رہے ہیں کیا ان سے اس کی اجرت مانگتے ہیں؟ حالانکہ آپ تو ان سے اس کی بابت کچھ بھی مطالبہ نہیں کرتے، ﴿ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿40﴾ ﴾ ''تو وہ تاوان کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں'' کہ یہ تاوان ان پر بہت گراں اور شاق گزرتا ہو، ﴿ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿41﴾ ﴾ ''یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ (اسے) لکھ لیتے ہیں؟'' معاملہ اس طرح بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا، ﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ

﴿ اَمۡ یُرِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ؕ فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ﴾ ''یا یہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو کافر تو خود داؤ میں آنا چاہتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا کافر لوگ رسول اور دین کے بارے میں اپنی اس طرح کی بات سے لوگوں کو دھوکا دینا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کے بارے میں مکروفریب سے کام لینا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے مکروفریب کا وبال انھیں پر ہوگا کیونکہ کافر ہی مکروفریب کی زد میں آتے ہیں: ﴿ اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴾ ''کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے، اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔'' یہ مشرکین کے بتوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کی زبردست تردید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کو ان کے شرک اور ان کی افتراء پردازیوں سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴾ ''اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔''

تفسیر آیات: 44-49

مشرکین کے سرکشی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی اور ایک محسوس چیز کو دیکھنے کے بعد بھی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنۡ یَّرَوۡا کِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا ﴾ ''اور اگر یہ آسمان سے (عذاب کا) کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے دیکھیں۔'' یعنی اگر یہ آسمان کے ٹکڑے کو عذاب کے طور پر اپنے اوپر گرتا ہوا دیکھیں تو پھر بھی تصدیق اور یقین نہیں کریں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ تو ایک گھنا بادل ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَیۡهِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِیۡهِ یَعۡرُجُوۡنَ ۙ لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ○ ﴾ (الحجر 15:14,15) ''اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہوگئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔'' ﴿ فَذَرۡهُمۡ ﴾ یعنی اے نبی (ﷺ!) آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے ﴿ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ فِیۡهِ یُصۡعَقُوۡنَ ﴾ ''حتی کہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے۔'' اس سے مراد روز قیامت ہے۔ ﴿ یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُمۡ کَیۡدُهُمۡ شَیۡـًٔا ﴾ ''جس دن ان کا کوئی داؤ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔'' یہ دنیا میں جس مکروفریب سے کام لے رہے ہیں آخرت میں یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا، ﴿ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴾ ''اور نہ ان کو (کہیں سے) مدد ملے گی۔''

پھر فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِکَ ﴾ ''اور بے شک ظالموں کے لیے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے۔'' یعنی آخرت کے عذاب سے قبل دنیا میں بھی ان کے لیے عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَنُذِیۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ الۡاَدۡنٰی دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَکۡبَرِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ○ ﴾ (السجدة 32:21) ''اور ہم ان کو ضرور (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذابِ دنیا (کا) بھی (مزہ) چکھائیں گے تاکہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔'' یعنی دنیا میں ہم انھیں عذاب دیں گے اور مصائب کے ساتھ آزمائش کریں گے، شاید یہ حق کی طرف پلٹ آئیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔'' یعنی ان کے ساتھ جو معاملہ کیا جارہا ہے یہ اسے سمجھنے ہی سے عاری ہیں اور پھر جب عذاب یا آزمائش کو ختم کر دیا جاتا ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ بری حالت کو اختیار کر لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسبیح اور صبر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ ''اور آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہیں آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔'' یعنی ان کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکلیفوں پر صبر کریں، ان کی پروانہ کریں ہمارے سامنے اور ہماری نگہداشت میں ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا، ﴿ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ ''اور جب اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔'' ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو پڑھو: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ (وَتَعَالٰى جَدُّكَ) وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ] ''اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بہت بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''[1]

صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز کی ابتدا میں ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔[2] امام احمد اور اہل سنن نے ابوسعید رضی اللہ عنہ اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بھی ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔[3] ابوجوزاء کہتے ہیں کہ ﴿ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ ''اور جب آپ اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔'' سے مراد ہے کہ جب آپ نیند کے بعد اپنے بستر سے اٹھنے لگیں۔[4] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[5] اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھ لیے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، (ساری) بادشاہت اسی کی اور (ساری) تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے بغیر نہ حرکت ہے اور نہ قوت۔'' پھر کہے: [رَبِّ! اغْفِرْلِي] ''اے میرے رب! مجھے بخش دے۔'' یا آپ نے فرمایا: [ثُمَّ دَعَا، اُسْتُجِيبَ لَهٗ، فَإِنْ عَزَمَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهٗ] ''پھر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمالیتا ہے، اگر وہ عزیمت کو اختیار کرتے ہوئے وضو کرلے اور پھر نماز پڑھے تو اس کی نماز کو قبول

[1] تفسير الطبرى: 51/27 قوسین والا جملہ مذکورہ حوالے میں نہیں ہے۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة، حديث : (52)-399 . [3] مسند أحمد : 50/3 وسنن أبى داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللّٰهم! وبحمدك، حديث: 775 وجامع الترمذى ، الصلاة، باب مايقول عند افتتاح الصلاة، حديث: 242 وسنن النسائى ، الافتتاح، نوع آخر من الذكر بين افتتاح الصلاة وبين القراءة ، حديث: 900 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......باب افتتاح الصلاة، حديث: 804. [4] تفسير القرطبى : 79/17 . [5] تفسير الطبرى : 51/27 .

کرلیا جائے گا۔"① اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اوراہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔②

ابن ابونجیح نے مجاہد سے ﴿ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی بھی مجلس سے اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں۔ امام ثوری نے ابواسحاق سے اورانھوں نے ابوالاحوص سے روایت کیا ہے کہ جب آدمی اپنی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو وہ یہ کلمات پڑھے:[سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ] "اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔"③ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ؟ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَّقُومَ مِنْ مَّجْلِسِهِ (ذَالِكَ): سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذَالِكَ] "جوشخص کسی ایک مجلس میں بیٹھا جس میں کثرت سے بے ہودہ باتیں ہوئیں اور پھراس نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کلمات پڑھ لیے: اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سب کچھ کو معاف فرما دے گا جو اس مجلس میں ہوا۔" اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ترمذی ہی کی روایت کے مطابق ہیں، امام نسائی نے اسے عمل اليوم و الليلة میں روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام حاکم نے اسے مستدرک میں بیان کیا اور کہا ہے کہ اس کی سند شرطِ مسلم کے مطابق ہے۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ﴾ "اور رات (کے بعض اوقات) میں اس کی تسبیح کیا کریں۔" یعنی رات کو تلاوت اور نماز کی صورت میں اس کا ذکر اوراس کی عبادت کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○﴾ (بنيٓ إسرآء يل 17:79) "اور رات کے کسی حصے میں پس اس (قرآن) کے ساتھ شب بیداری کیا کریں (یہ) آپ کے لیے نفل ہے ہوسکتا ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز کردے۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴾ "اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد۔" حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ اس سے نماز فجر سے قبل کی دو رکعتیں مراد ہیں کہ وہ ستاروں کے غروب ہونے کے وقت مشروع

① مسند أحمد : 313/5، البتہ الفاظ جامع ترمذی کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② صحيح البخاري، التهجد، باب فضل من تعارّ من الليل فصلّى، حديث :1154 وسنن أبي داود، الأدب ، باب مايقول الرجل إذا تعارمن الليل؟ حديث: 5060 وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء فى الدعاء إذا انتبه من الليل، حديث:3414 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا انتبه من منامه؟ 215/6، حديث:10697 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب مايدعو به إذا انتبه من الليل، حديث:3878. ③ تفسير القرطبي :78/17 . ④ جامع الترمذي، الدعوات، باب مايقول إذا قام من مجلسه؟ حديث :3433 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة :106,105/6، حديث:10230 والمستدرك للحاكم :537,536/1 حديث:1969، اسی حدیث کی سند کے بارے میں مفید بحث پڑھیے، فتح الباري، حديث:7563 کے ذیل میں، نیز قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔

ہیں۔ (1) صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نفل کی اس قدر شدت کے ساتھ پابندی نہیں فرمایا کرتے تھے جس طرح فجر کی دو رکعتوں کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ (2) مسلم کی روایت میں ہے: [رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا] ”فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔“ (3)

سورۂ طور کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

(1) حدیث ابن عباس یوں ہے عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: [﴿وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ﴿وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾ (قٓ 50:40) الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ] جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الطور، حديث:3275، یہ حدیث ضعیف ہے۔ (2) صحیح البخاری، التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر......، حديث :1169 و صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث: (94)-724. (3) صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث :725 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

تفسیر سورۂ نجم

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے① تمھارا ساتھی نہیں بہکا اور نہ وہ بھٹکا ہے② اور وہ (اپنی) خواہش سے نہیں بولتا③ وہ وحی ہی تو ہے جو (اس کی

اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ④

طرف) بھیجی جاتی ہے④

یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدۂ تلاوت نازل کیا گیا: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ نازل ہوا، وہ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے دیگر سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے کہ میں نے دیکھا کہ اس نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ حالتِ کفر میں مارا گیا تھا اور وہ اُمیّہ بن خلف تھا۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کئی ایک مقامات پر روایت کیا ہے۔[2] نیز اسے امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے کئی سندوں کے ساتھ ابواسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

تفسیر آیات: 1 - 4

رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم: امام شعبی اور دیگر کئی اہل علم نے کہا ہے کہ خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے، مگر مخلوق کو خالق کے سوا اور کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیے، اسے ابن ابوحاتم نے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب : ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ (النجم 53:62)، حدیث :4863. ② صحیح البخاری، سجود القرآن……، باب ماجاء فی سجود القرآن……، حدیث:1067 وباب سجدة النجم……، حدیث:1070 ومناقب الأنصار، باب مالقی النبی وأصحابه……، حدیث:3853 والمغازی، باب قتل أبی جهل، حدیث:3972. ③ صحیح مسلم المساجد ومواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث :576 و سنن أبی داود سجود القرآن، باب من رأی فیها سجودا، حدیث:1406 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ (النجم 53:62):6/475 ، حدیث:11549.

روایت کیا ہے۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴾ "تارے کی قسم! جب غائب ہونے لگے۔" ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نجم سے مراد ستارہ ثریا ہے، جو سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا ہے۔[2] ضحاک کہتے ہیں کہ نجم سے مراد وہ ستارہ ہے جس کے ساتھ شیاطین کو مارا جائے۔[3] یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الواقعة 56:75-80) "مجھے تاروں کی منزلوں کی قسم! اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے (کہ بے شک) یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے (جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)، اس کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، پروردگارِ عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴾ "تمھارے رفیق (محمد ﷺ) نہ رستہ بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔" یہ ہے وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی ہے کہ آپ راشد اور تابع حق ہیں، رستہ بھولے ہوئے نہیں ہیں۔ ضال اس جاہل کو کہتے ہیں جو بغیر علم کے غلط رستے پر چلے اور غاوی اس کو کہتے ہیں جو حق کو جانتا تو ہو لیکن جاننے بوجھنے کے باوجود قصد و ارادہ کے ساتھ حق سے اعراض کرے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور آپ کے دین و شریعت کو اہل ضلال، مثلاً: نصاریٰ کی مشابہت سے پاک قرار دیا ہے، نیز یہودیوں کے طریقوں سے بھی اور وہ یہ کہ کسی چیز کو جاننے کے باوجود چھپا لینا اور عمل اس کے خلاف کرنا، جبکہ آپ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ اور جس عظیم الشان شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، حد درجہ کی استقامت، اعتدال اور درستی پر ہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ خواہشِ نفس سے گفتگو نہیں فرماتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ﴾ "اور نہ وہ خواہشِ نفس سے بولتے ہیں۔" یعنی آپ کوئی بات بھی خواہش نفس یا نفسانی غرض سے نہیں فرماتے ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴾ "یہ (قرآن) تو صرف وحی ہے (جو اس کی طرف) نازل کی جاتی ہے۔" بلکہ آپ جو بھی فرماتے ہیں، وہ ہے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر بلا کم و کاست بندگانِ الٰہی تک پہنچا دیں، جیسا کہ امام احمد نے ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ لَيْسَ بِنَبِيٍّ مِّثْلُ الْحَيَّيْنِ أَوْ مِثْلُ أَحَدِ الْحَيَّيْنِ: رَبِيعَةَ وَمُضَرَ] "ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ، جو نبی نہیں ہوگا، ربیعہ و مضر جیسے دو قبیلوں یا ان میں سے ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔" ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ربیعہ کا تعلق بھی قبیلۂ مضر ہی سے نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا أَقُولُ مَا أُقَوَّلُ] "میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحی الٰہی کی روشنی میں کہتا ہوں۔"[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سننے والی ہر بات کو لکھ لیتا تھا تاکہ اسے حفظ کر سکوں، قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے سننے والی ہر بات کو لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ

[1] شرح ابن بطال، باب:(6):103/11(C.D). [2] تفسير القرطبي: 82/17. [3] تفسير الماوردي: 390/5 وتفسير القرطبي: 82/17. [4] مسند أحمد: 257/5.

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤ ذُوْمِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰى ⑥ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ط ⑦ ثُمَّ دَنَا

اسے مضبوط قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا⑤ جو نہایت طاقتور ہے، سو وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھا کھڑا ہو گیا⑥ جبکہ وہ (آسمان کے) بلند

فَتَدَلّٰى ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ⑨ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ط ⑩

کنارے پر تھا⑦ پھر وہ قریب ہوا، اور اتر آیا⑧ تو وہ دو کمانوں جتنا بلکہ اس سے بھی قریب ہو گیا⑨ پھر اس نے اللہ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ

کی⑩ اس (رسول) نے جو کچھ دیکھا، اس کے دل نے (اس کے متعلق) جھوٹ نہیں بولا⑪ کیا پھر تم اس چیز پر اس (نبی) سے جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتا

نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ط ⑮

ہے⑫ اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی اترتے دیکھا⑬ سدرۃ المنتہٰی (آخری حد کی بیری) کے قریب⑭ اس کے

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ

نزدیک ہی جنت الماویٰ ہے⑮ اس وقت بیری پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا⑯ نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے بڑھی⑰ البتہ تحقیق اس (رسول) نے اپنے

رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

رب کی بعض بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں⑱

تو بشر ہیں، آپ کبھی ناراضی کے عالم میں بھی گفتگو فرماتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں، پس میں لکھنے سے رک گیا اور میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: [اُكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا حَقٌّ] ”تم لکھ لیا کرو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔“① اور اسے ابوداود نے بھی روایت کیا ہے۔②

تفسیر آیات :5-18

رسول امین ﷺ کے مُعلّم روح الامین: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے پاس جو قرآن لے کر آئے، اسے آپ کو اس نے سکھایا ہے جو ﴿شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤﴾ ”زبردست قوتوں والا ہے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ط﴾ (التکویر 81: 19-21) ”بے شک یہ (قرآن) رسول (جبریل) عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے، (جو) صاحبِ قوت ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے، وہاں (آسمانوں میں) اس کی بات مانی جاتی ہے (اور) امانت دار ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ذُوْمِرَّةٍ ط﴾ ”بڑی طاقت والا ہے۔“ ﴿ذُوْمِرَّةٍ ط﴾ کے معنی ہیں طاقت ور۔ یہ مجاہد، حسن اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے۔③ حدیث صحیح میں بروایت ابن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَّلَا

① مسند أحمد :162/2 . ② سنن أبي داود، العلم، باب كتابة العلم، حديث :3646 . ③ تفسير الطبري :57/27.

لِذِی مِرَّةٍ سَوِیٍّ] ''صدقہ کسی دولت مند کے لیے حلال ہے نہ کسی طاقت ور اور تندرست و توانا کے لیے۔''① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاسْتَوٰى ﴾ ''پھر وہ سیدھے (کھڑے) ہو گئے۔''یعنی جبریل علیہ السلام، جیسا کہ حسن، مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس کا قول ہے۔② ﴿ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴾ ''اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے پر تھے۔''یعنی جبریل علیہ السلام اُفق اعلیٰ میں سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے، جیسا کہ عکرمہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ عکرمہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اُفقِ اعلیٰ سے مراد وہ ہے جہاں سے سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے۔ امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ مراد ہے۔③ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں سے دن آتا ہے۔④ ابن زید اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی (اصلی) صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں اور ان میں سے ہر پر نے افق کو گھیر رکھا ہے، ان کے پر سے ایسے رنگا رنگ موتی اور یاقوت گرتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔⑤ اس روایت کو صرف امام احمد رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے، نیز انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ آپ کو اپنی اصل شکل و صورت دکھائیں، جبریل نے عرض کی: آپ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کریں، آپ نے اللہ جل شانہٗ سے دعا فرمائی تو مشرق کی طرف سے ایک سیاہی نمودار ہوئی جس نے بلند ہونا اور پھیلنا شروع کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو بے ہوش ہو گئے تو جبریل آپ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کو ہوش میں لانا اور آپ کی باچھوں سے لعاب دہن صاف کرنا شروع کر دیا۔⑥ اسے روایت کرنے میں بھی امام احمد متفرد ہیں۔

﴿ قَابَ قَوْسَيْنِ ﴾ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴾ ''تو ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ (اس سے بھی) کم۔''یعنی جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، اس وقت جب زمین پر نازل ہوئے، اس قدر قریب ہو گئے کہ ان کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فاصلہ دو کمانوں کے برابر تھا۔ یہ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے۔⑦ اور ﴿ قَابَ قَوْسَيْنِ ﴾ سے مراد دونوں کمانوں کے درمیان کا فاصلہ ہے جب انھیں کھینچا جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کمان کی تندی سے لے کر اس کے درمیان تک کا فاصلہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوْ اَدْنٰى ﴾ ''بلکہ (اس سے بھی) کم۔'' قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ لغت میں یہ لفظ مخبر عنہ (جس کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے) کے (مذکورہ وصف کے) اثبات کے لیے اور اس سے زائد مفہوم کی نفی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (یعنی یہ فاصلہ دو قوس یا اس سے کم تو ہو سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں)، جیسا کہ ارشاد باری

---

① سنن أبي داود، الزكاة، باب من يعطىٰ من الصدقة......؟ حديث :1634 وجامع الترمذي، الزكاة، باب ماجاء من لا تحل له الصدقة، حديث: 652 ومسند أحمد:164/2 عن ابن عمرو ﷺ و389/2 عن أبي هريرة ﷺ وسنن ابن ماجه، الزكاة، باب من سأل عن ظهر غنى، حديث:1839. ② تفسير الطبري :57/27-59 وتفسير القرطبي :86,85/17. ③ تفسير القرطبي :88/17. ④ تفسير الطبري :59/27. ⑤ مسند أحمد :395/1. یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حسن ہے، دیکھیے مسند أحمد:412/1. ⑥ مسند أحمد :322/1. اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ⑦ تفسير الطبري :60/27.

تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾ (البقرة 2: 74) ''پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے، گویا وہ پتھر ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ سخت۔''یعنی یہ پتھروں سے نرم نہیں ہیں بلکہ یہ پتھروں جیسے ہیں یا شدت اور سختی میں ان سے بھی زیادہ ہیں، اسی طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ (النسآء 4:77) ''وہ لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ (اس سے بھی) زیادہ ڈرنا۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37: 147) ''اور ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ (اس سے بھی) زیادہ کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔'' کا مفہوم یہ ہے کہ قوم یونس کے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں تھی بلکہ حقیقت میں وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہی تھے۔ پس یہ ﴿ اَوْ ﴾ مخبر به (جس کے ساتھ خبر دی جا رہی ہے) کی تحقیق کے لیے ہے، نہ کہ شک و تردد کے لیے کیونکہ شک و شبہ یہاں محال ہے، اور اسی طرح یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴾ ''تو ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ (اس سے بھی) کم۔'' ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اس قریب ہونے والے سے مراد جبریل ہیں حتی کہ ان کے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مابین دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، یہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابوذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ ① جیسا کہ ان کی احادیث کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان کریں گے۔ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[رَأَيْتُ جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ] ''میں نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔'' ②

امام بخاری نے طلق بن غنّام سے، انھوں نے زائدہ سے اور انھوں نے شیبانی سے روایت کیا ہے کہ میں نے زِرّ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴾ ''پھر اس نے وحی پہنچائی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی پہنچائی۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ جبریل نے اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ کو وحی پہنچائی جو پہنچائی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر جبریل کے واسطے سے جو چاہی وحی نازل فرمائی، یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔ سعید بن جبیر سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴾ کے بارے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل فرمائی: ﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴾ (الضحى 93:6) ''کیا اس (آپ کے رب) نے آپ کو یتیم پایا تو ٹھکانا نہیں دیا؟'' ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (الانشراح 94:4) ''اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا۔'' ④ سعید بن جبیر کے علاوہ دیگر سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ انبیاء کے لیے جنت حرام ہے حتی کہ آپ ان سب سے پہلے داخل ہوں،

---

① تفسير الطبرى: 62,61/27. ② تفسير الطبرى :61/27. ③ صحيح البخارى، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴾ (النجم 53:10)، حديث :4857. ④ تفسير البغوى :303/4.

اورامتوں کے لیے بھی حرام ہے حتی کہ آپ کی امت سب سے پہلے داخل ہو۔[1]

کیا نبی ﷺ نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ ﴾ ''جو کچھ انھوں نے دیکھا (ان کے) دل نے جھوٹ نہ بولا، کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں، تم اس پر ان سے جھگڑتے ہو؟'' امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ ﴾ ''جو کچھ انھوں نے دیکھا (ان کے) دل نے جھوٹ نہ بولا'' اور ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ ''اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔[2] سماک نے بھی عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3] ابو صالح، سدی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے کہ آپ نے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔[4]

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کی: کیا محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی چیز کے بارے میں گفتگو کی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں نے عرض کی: ذرا ٹھہر جائیں! پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ ﴾ ''بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' انھوں نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس سے مراد تو جبریل ہیں، جو تم سے یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے یا جس کے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا یا آپ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ ﴾ (لقمٰن 31 :34) ''بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے۔'' تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ البتہ آپ نے جبریل کو ضرور دیکھا تھا، آپ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل وصورت میں صرف دوبار ہی دیکھا ہے، ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری بار اجیاد میں کہ ان کے چھ سو پر تھے جنھوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔[5]

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ!] ''وہ تو سراپا نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں!''[6] اور ایک روایت میں ہے: [رَأَيْتُ نُورًا] ''میں نے نور دیکھا ہے۔''[7]

① تفسير البغوي :303/4 . ② صحيح مسلم، الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ ...، حديث : (285)-176. ③ تفسير الطبري :69/27 . ④ تفسير الطبري :65,64/27 . ⑤ صحيح البخاري، التفسير، سورة ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾ ، باب: 1 ،حديث:4855 وصحيح مسلم، الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ ...،حديث:177 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾، حديث: 3278 واللفظ له. ⑥ صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله عليه السلام: نورٌ أنّى أراه......، حديث : 178 . ⑦ صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله عليه السلام: نورٌ أنّى أراه......، حديث : (292)-178 .

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿13﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿14﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿15﴾ ﴾ ''اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے، آخری حد کی بیری کے پاس، اس کے پاس رہنے کی بہشت ہے۔'' یہ وہ دوسری بار ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اس اصلی شکل وصورت میں دیکھا جس میں انھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور یہ شب معراج کا واقعہ ہے۔ اسراء سے متعلق احادیث اپنے مختلف طرق اور الفاظ کے ساتھ ہم قبل ازیں سورۂ سبحان (بنی اسراءیل) کے آغاز میں بیان کر آئے ہیں۔ [1] لہٰذا یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

جبریل علیہ السلام کے کتنے پر ہیں؟ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿13﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿14﴾ ﴾ ''اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے آخری حد کی بیری کے پاس۔'' کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ وَلَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ، يَنْتَثِرُ مِنْ رِّيشِهِ التَّهَاوِيلُ الدُّرُّ وَالْيَاقُوتُ] ''میں نے جبریل کو دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے اور ان کے پروں سے موتیوں اور یاقوت کے ٹکڑے گر رہے تھے۔'' [2] اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل کو ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے اور ان میں سے ہر پر نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے پروں سے موتیوں اور یاقوت کے اتنے ٹکڑے گر رہے تھے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ [3] اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَلَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ] ''میں نے جبریل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔'' میں نے عاصم سے پروں کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا، راوی کا بیان ہے کہ مجھے ان کے بعض شاگردوں نے بتایا کہ ایک پر مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔'' [4] اس حدیث کی سند بھی جید ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَانِي جِبْرِيلُ فِي خُضْرٍ مُّعَلَّقٍ بِهِ الدُّرُّ] ''جبریل میرے پاس ایسے سبز لباس میں آئے جسے موتی لگے ہوئے تھے۔'' [5] اس حدیث کی سند بھی جید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدار الٰہی کے متعلق موقف: امام احمد رحمہ اللہ نے عامر سے روایت کیا ہے کہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انھوں نے عرض کی: ام المؤمنین! کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا تھا؟ انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ! تمھاری بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، تمھیں وہ تین باتیں کیوں یاد نہیں کہ ان کے بارے میں جو بھی تم سے بیان کرے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار

[1] دیکھیے بنیٓ إسرآءیل، آیت: 1 کے تحت عنوان: ''معراج سے متعلق احادیث مبارکہ'' [2] مسند أحمد :460/1. [3] مسند أحمد :395/1. اس حدیث کی سند ضعیف ہے، البتہ ایک دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھیے مسند أحمد :460/1.
[4] مسند أحمد :407/1. [5] مسند أحمد :407/1.

کیا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۚ ﴾ (الأنعام 103:6) ''نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے۔'' ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ﴾ (الشورىٰ 51:42) ''اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر الہام کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے۔'' اور جو تم سے یہ کہے کہ آپ جانتے تھے کہ کل کیا رونما ہونے والا ہے تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۭ ﴾ (لقمٰن 34:31) ''بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے۔'' اور جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے دین کی کچھ باتوں کو چھپایا ہے تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پیش فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ ﴾ (المآئدۃ 67:5) ''اے پیغمبر! جو (ارشادات) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں (وہ سب لوگوں کو) پہنچا دیں۔'' البتہ آپ نے جبریل کو دوبار اُن کی اصلی شکل وصورت میں ضرور دیکھا تھا۔ ①

محمد رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو کتنی دفعہ دیکھا؟ امام احمد رحمہ اللہ نے مسروق سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ ﴾ (التکویر 23:81) ''بے شک انھوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے) کھلے (مشرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔'' ﴿ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝13 ﴾ ''اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ امت میں سے سب سے پہلے میں نے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس سے مراد جبریل ہیں، آپ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل وصورت میں صرف دوبار دیکھا تھا، آپ نے انھیں آسمان سے زمین پر اترتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ان کے جسم کی عظمت نے آسمان وزمین کے درمیان کے خلا کو بھر رکھا تھا۔ ② صحیحین میں یہ روایت بطریق شعبی اسی طرح ہے۔ ③

سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں، روشنیوں اور رنگوں کا جمگھٹ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝16 ﴾ ''جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔'' احادیث معراج میں اس سے قبل یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ فرشتوں نے سدرۃ المنتہیٰ کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا جیسے کوؤں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوں، اسے رب تعالیٰ کے نور نے بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ ④ نیز کچھ ایسے رنگوں نے بھی ڈھانپ رکھا تھا جن کے بارے میں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ) مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھے۔ ⑤ امام احمد نے

---

① مسند أحمد :50,49/6 . مزید دیکھیے صحیح البخاري، التفسیر، باب: 1، حدیث:4855 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝13 ﴾ ......، حدیث:177. ② مسند أحمد :241/6. ③ صحیح البخاري، التفسیر، باب:1،حدیث:4855 والتوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ ﴾ (الجن 26:72)......،حدیث: 7380 و7531 وصحیح مسلم، الإیمان، باب معنی قول اللہ عزوجلّ: ﴿ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝13 ﴾، حدیث: 177. ④ تفسیر الطبري :75/27 . یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ربیع بن انس سے مروی ہیں۔

⑤ مسند أحمد :144/5 . مزید دیکھیے بنیٓ إسرآءیل، آیت:1 کے تحت عنوان: ''معراج سے متعلق احادیث مبارکہ''

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ⑳ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ㉑ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ

کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟⑲ اور تیسری (دیوی) مناۃ کو جو گھٹیا ہے⑳ کیا تمھارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟㉑ یہ تو پھر بڑی ہی

ضِيزٰى ㉒ إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

بے انصافی کی تقسیم ہے㉒ یہ تو محض چند نام ہی ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل و برہان نازل نہیں کی،

إِنْ يَّتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ㉓ أَمْ لِلْإِنْسَانِ

وہ لوگ تو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس چیز کی جو ان کے دل چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس یقیناً ہدایت آچکی

مَا تَمَنّٰى ㉔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْأُولٰى ㉕ ع وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا ع 1 25 5

ہے㉓ کیا انسان کے لیے (ہر چیز میسر) ہے جو وہ تمنا کرے؟㉔ چنانچہ اللہ ہی کے لیے ہے آخرت اور دنیا㉕ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں

إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ㉖

جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی مگر بعد ازاں کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے㉖

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، یہ چھٹے آسمان میں ہے، زمین سے جو کچھ اوپر لے جایا جاتا ہے وہ اس مقام تک لے جایا جاتا ہے اور اسے قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اس کے اوپر سے جو کچھ زمین پر نازل کیا جاتا ہے، اسے بھی اس مقام پر نازل کر کے یہاں سے وصول کر لیا جاتا ہے ﴿ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ ﴾ ''جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔'' اس سے مراد سونے کے پتنگے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (1) آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں (2) سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا فرمائی گئیں اور (3) آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو، اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ ① اسے صرف امام مسلم ہی نے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔) ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ ﴾ ''ان کی نگاہ نہ بہکی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کی نظر دائیں بائیں نہیں گئی۔ ③ اور جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا تھا، آپ نے اس سے تجاوز نہیں فرمایا، ثبات اور اطاعت کے اعتبار سے یہ آپ کی ایک عظیم الشان صفت ہے کہ آپ نے صرف وہ کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور جو کچھ آپ کو عطا فرمایا گیا، اس سے زیادہ کا آپ نے سوال نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ ﴾ ''بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا ﴾ (بنی إسرآء یل 17:1) ''تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔'' یعنی ایسی نشانیاں جو ہماری قدرت و عظمت کی دلیل ہوں، ان دونوں آیاتِ کریمہ سے ان ائمۂ اہل سنت نے استدلال کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ اس رات رؤیت وقوع پذیر

① مسند أحمد :422/1 . ② صحیح مسلم، الإیمان، باب في ذکر سدرة المنتهی، حدیث :173. ③ تفسیر الطبري :76/27 .

نہیں ہوئی ،اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴾ ''بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' اگر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت حاصل کی ہوتی تو اس کا بھی ذکر کیا جاتا اور اس کے بارے میں بھی لوگوں کو بتایا جاتا۔

تفسیر آیات:19-26

بتوں کے پجاریوں کی تردید اور لات، عزیٰ اور منات کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اصنام وانداد اور بتوں کی پوجا کرنے اور ابراہیم خلیل اللہ کے بنائے ہوئے کعبہ کے بالمقابل بتوں کے لیے گھر بنانے پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ ﴾ ''بھلا تم (لوگوں) نے لات کو دیکھا؟'' لات سفید رنگ کی نقش ونگار کی ہوئی ایک چٹان تھی جس پر طائف میں گھر بنایا گیا تھا جس پر پردے ڈالے جاتے اور باقاعدہ محافظ مقرر کیے گئے تھے، اس کے گردا گرد اہل طائف کے لیے ایک بہت بڑا صحن تھا، طائف میں خاندان ثقیف اور ان کے متبع لوگ رہتے تھے، قریش کے بعد دیگر قبائلِ عرب پر وہ اپنے اس گھر کی وجہ سے فخر کیا کرتے تھے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ انھوں نے ذات باری تعالیٰ کے اسم پاک اللہ سے لات کے نام کو مشتق کیا تھا، یعنی اسے انھوں نے اللہ کی مؤنث بنالیا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کی اس بات سے بہت بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ربیع بن انس سے مروی ہے کہ یہ لات کو ''تا'' کی تشدید کے ساتھ پڑھتے تھے اور اس کی وضاحت انھوں نے یہ کی کہ ایک شخص زمانۂ جاہلیت میں حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا، جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو مزار بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کے لیے ستو تیار کیا کرتا تھا۔ [3] ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی طرح عزّٰی کو عزیز سے مشتق کیا گیا ہے، یہ نخلہ میں ایک درخت تھا جس پر عمارت بنا کر اس پر پردے ڈال دیے گئے تھے، یہ مکہ اور طائف کے درمیان تھا، قریش اس گھر کی تعظیم بجالاتے تھے۔ [4] جیسا کہ ابوسفیان نے بھی احد کے دن کہا تھا کہ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ''ہماری عزّٰی ہے اور تمھاری کوئی عزّٰی نہیں۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے جواب میں یہ کہو: [اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ] ''اللہ تعالیٰ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔'' [5]

منات مکہ ومدینہ کے درمیان مقام مُشَلَّل میں قُدَیْد کے پاس تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں خزاعہ، اوس اور خزرج اس بت کدے کی تعظیم بجالاتے اور اس کے پاس سے حج کے لیے کعبہ جاتے ہوئے احرام باندھا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ [6] جزیرۃ العرب اور دیگر مقامات پر کچھ اور طاغوت بھی تھے جن کی عرب

---

[1] تفسیر الطبری :77/27 . [2] تفسیر الطبری :78,77/27 . [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب : ﴿ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ﴾ (النجم19:53)، حدیث:4859. [4] تفسیر الطبری :77/27 . [5] صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة أحد، حدیث :4043 . [6] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴾ (النجم20:53) ، حدیث:4861.

کعبہ کی تعظیم کی طرح تعظیم کیا کرتے تھے جو ان تین کے علاوہ تھے جن کا اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرمایا ہے اور ان تین کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دیگر بت کدوں کی نسبت زیادہ مشہور تھے۔

امام نسائی نے ابوطفیل سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا، جہاں عزّٰی تھی، خالد وہاں گئے تو وہاں بُول کے تین درخت تھے، انھوں نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور وہاں بنے ہوئے مزار کو منہدم کر دیا، پھر انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: [اِرْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْنَعْ شَيْئًا] ''واپس جاؤ، تم نے کچھ نہیں کیا۔'' خالد واپس گئے، جب اس مزار کے دربانوں نے انھیں دیکھا تو انھوں نے حیلہ سازیوں کے لیے خوب خوب غور کیا اور یا عزّٰی! یا عزّٰی! کہہ کر اسے اپنی مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیا، خالد اس کے پاس گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں ایک عورت جو عریاں اور سر کے بال کھولے ہوئے ہے اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے، خالد نے اسے تلوار کی ایسی ضرب کاری لگائی جس نے اس کا کام تمام کر دیا، پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ نے فرمایا: [تِلْكَ الْعُزّٰى] ''یہی عزّٰی تھی۔''①

ہر ایک قبیلے کا صنم خانہ: ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ لات طائف میں خاندان ثقیف کا بت کدہ تھا۔ اس کے نگہبان اور متولی بنو مُعَتِّب تھے۔② میں کہتا ہوں کہ اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے منہدم کر کے اس کی جگہ طائف میں مسجد بنا دی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مناۃ اوس، خزرج اور اہل یثرب ہی سے ان کے ہم مذہب لوگوں کا بت کدہ تھا اور یہ ساحلِ سمندر پر مُشَلَّل کی جانب سے قدید کے مقام پر تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے منہدم کرنے کے لیے ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے پیوند خاک کر دیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کام حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا تھا۔ ذوالخلصہ،③ خثعم، دَوس اور بَجیلہ قبیلوں کا بت کدہ تھا، نیز ان کے علاقوں کے جو عرب تَبالہ کے مقام پر مقیم تھے، وہ بھی اسی بت کے پجاری تھے۔④ میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اسے کعبۂ یمانیہ اور کعبہ مکہ کو کعبۂ شامیہ کہا جاتا تھا، اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ بَجَلی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے گرا دیا تھا۔ فلس⑤ خاندانِ طے اور جبلِ طے کے ساتھ قبائلِ سلمیٰ اور اَجا کا بت تھا۔

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّٰتَ وَالْعُزَّىٰ﴾ :474/6، حدیث:11547، مزید دیکھیے مسند أبي يعلى المَوْصِلي:197,196/2، حدیث:902. اس حدیث کی سند متابعت کے ساتھ صحیح ہے۔ ② السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحي وذكر أصنام العرب :65-60/1 و السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحي...... 89-76/1. ③ ابن اسحاق نے اسے خُلُصَہ (خاء اور لام کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے، جبکہ ابن ہشام کے نزدیک یہ خَلَصہ (خاء اور لام کے فتح کے ساتھ) ہے۔ ④ السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحي وذكر أصنام العرب:65-60/1 و السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحي......:89-76/1. ⑤ ابن اثیر نے اپنی کتاب النهاية في غريب الحديث والأثر: 470/3، مادة : فلس میں لکھا ہے کہ فُلْس فاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ بنو طے کے بت کا نام ہے، جبکہ صاحبِ تاج العروس (مادة: فلس) نے ابن درید کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ فِلْس، یعنی کسرہ سے قبیلہ بنو طے کا بت تھا، واللہ أعلم بالصواب.

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ اس بت کو توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا، انھوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں سے رسوب اور مخذم نامی دو تلواریں بھی حاصل کیں جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی عطا فرما دی تھیں، بعد میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلواروں کے طور پر مشہور ہوئیں۔ [1] ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حمیر اور اہل یمن کا صنعاء میں ایک بت کدہ تھا، جسے رِئام کہا جاتا تھا۔ [2] انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ایک کالا کتا تھا، تبع کے ساتھ جانے والے دونوں عالموں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت کدے کو گرا دیا تھا۔ [3]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رضاء بنی ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا بت کدہ تھا۔ اسی کے بارے میں مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے کہا تھا، جب اسلام لانے کے بعد انھوں نے اسے گرا دیا تھا ؎

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلٰى رُضَاءٍ شَدَّةً　　فَتَرَكْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ أَسْحَمَا

''میں نے رضاء پر زوردار حملہ کیا تو میں نے اسے چٹیل میدان میں سیاہ (وحشت ناک) اور ویران کر کے چھوڑا۔'' [4]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذوالکعبات بکر اور تغلب۔ جو وائل اور ایاد کے بیٹے تھے۔ کا بت کدہ مقامِ سنداد میں تھا، اس کے بارے میں اَعشٰی بن قیس بن ثعلبہ نے کہا تھا ؎

بَيْنَ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِيرِ وَبَارِقٍ　　وَالْبَيْتِ ذِي الْكَعَبَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

''خورنق، سدیر اور بارق کے درمیان سنداد کے مقام پر وہ بت کدہ ہے جسے ذوالکعبات کہا جاتا ہے۔'' [5]

معبودانِ باطلہ کو مذکر اور فرشتوں کو مؤنث قرار دینے پر مشرکین کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ⑳ ﴾ ''بھلا تم لوگوں نے لات و عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو جو گھٹیا ہے؟'' پھر فرمایا: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ㉑ ﴾ ''(مشرکو!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں؟'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دیتے ہو اور اولاد بھی مادینہ جبکہ تم اپنے لیے نرینہ اولاد پسند کرتے ہو، اگر تم اور تمھارے جیسے لوگ اس طرح کی تقسیم کریں تو یہ ﴿ قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ㉒ ﴾ ''بہت بے انصافی کی تقسیم ہے۔'' یعنی یہ تقسیم ظلم اور باطل ہے، اپنے رب تعالیٰ کے لیے تم اس طرح کی تقسیم کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ اگر دو مخلوقوں میں بھی اس طرح تقسیم کی جائے تو یہ ظالمانہ اور احمقانہ تقسیم ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہ انھوں نے بتوں کی پوجا کر کے کذب و افترا اور کفر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بتوں کا نام اِلٰہ رکھ دیا، حالانکہ ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾ ''وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے

① السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحى......:89-76/1 و السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :65-60/1. ② السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :65-60/1. ③ السيرة النبوية لابن إسحاق، هدم البيت المسمى رئام :31/1 و السيرة النبوية لابن هشام، رئام وما صار إليه:28,27/1. ④ السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :65-60/1. ⑤ السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :65-60/1. مزید دیکھیے السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحى......:89-76/1.

باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔''یعنی یہ نام تم نے از خود ایجاد کر لیے ہیں ﴿ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ''اللہ نے تو ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔'' سلطان کے معنی حجت اور دلیل کے ہیں۔ ﴿ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ﴾ ''یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور جس کی طرف (ان کے) دل مائل ہوں (اس) کے پیچھے چل رہے ہیں۔''یعنی ان کے پاس اپنے ان آباء واجداد کے ساتھ حسن ظن کے بغیر اور کوئی دلیل نہیں، جنھوں نے ان سے پہلے اس باطل مسلک کو اختیار کیا تھا، ان کی دلیل بس یہی ہے کہ ان کے دلوں میں اپنے آباء واجداد کی تعظیم اور محبت رچی بسی ہوئی ہے ﴿ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ ''اور (حالانکہ) بلاشبہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔'' اب تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف روشن حق اور دلیل قاطع کے ساتھ اپنے رسول کو مبعوث فرما دیا ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس رسول کی اتباع کی اور نہ آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کو قبول کیا۔

خواہشات سے خیر حاصل نہیں ہوتی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴾ ''کیا جس چیز کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟''یعنی ہر شخص جس خیر و بھلائی کی تمنا کرے، اسے حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ﴾ (النسآء 4:123)''(نجات) نہ تو تمھاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔''یعنی ہر شخص جو اپنے بارے میں یہ گمان کرے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے، ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا، ہر شخص جس چیز کو پسند کرے، اسے حاصل نہیں کر سکتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا تَمَنّٰى أَحَدُكُم، فَلْيَنظُرْ مَا يَتَمَنّٰى ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا يُكْتَبُ لَهُ مِنْ أُمْنِيَّتِهِ] ''جب تم میں سے کوئی تمنا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کیا تمنا کر رہا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی خواہش وتمنا میں سے کیا لکھا جائے گا۔''[1] امام احمد رحمہ اللہ اس حدیث کے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴾ ''آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے لیے ہیں۔''یعنی سب امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہی دنیا و آخرت کا مالک ہے، دنیا و آخرت میں صرف اسی کا تصرف کار فرما ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ ''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔'' جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (البقرة 2:255) ''کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ (سبا 34:23) ''اور اس (اللہ) کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔'' جب ملائکہ مقربین کی یہ صورت حال ہے تو اے جاہلو! تم

---

[1] مسند أحمد :357/2 . اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے السلسلة الضعيفة :282/5، حدیث:2255.

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰى ﴿27﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

بلاشبہ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں ﴿27﴾ حالانکہ انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو بس گمان کی پیروی

عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴿28﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ

کرتے ہیں، اور بلاشبہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا ﴿28﴾ لہٰذا (اے نبی!) آپ اس سے اعراض کر لیں جو ہمارے ذکر سے

تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿29﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

پھرے (اور منہ موڑے) اور وہ صرف دنیاوی زندگی چاہتا ہو ﴿29﴾ ان کے علم کی یہی انتہا ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿30﴾

راستے سے بھٹک گیا، اور وہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی ﴿30﴾

یہ کیسے امید کر سکتے ہو کہ یہ بت اور تمھارے دوسرے معبود اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھاری شفاعت کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں اور معبودوں میں سے کسی کی عبادت کو مشروع قرار نہیں دیا اور نہ اس کی اجازت دی ہے بلکہ تمام رسولوں کی زبانی اس سے منع فرمایا اور اپنی تمام کتابوں میں بھی اس کی ممانعت نازل فرمائی ہے۔

تفسیر آیات :27-30

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ انھوں نے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھے، اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اولاد سے پاک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓىِٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ یُسْـَٔلُوْنَ ○﴾ (الزخرف 19:43) ”اور انھوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ عنقریب ان کی شہادت لکھ دی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔“ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ﴾ ”حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔“ یعنی ان کے پاس ایسا صحیح علم نہیں ہے جو ان کی بات کی تصدیق کرے بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ کذب، جھوٹ، افترا پردازی اور بدترین کفر ہے ﴿اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴿28﴾﴾ ”وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔“ یعنی ظن کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ کبھی حق کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ] ”اپنے آپ کو ظن سے بچاؤ کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔“[1]

اہل باطل سے اعراض کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ ”تو جو ہماری یاد سے روگردانی کرے اس سے آپ بھی اعراض کریں۔“ جو شخص حق سے اعراض کرے، تم اس سے اعراض کرو اور اسے چھوڑ دو ﴿وَلَمْ

---

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز﴾ (الحجرات 12:49)، حديث: 6066 و صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسس......، حديث: 2563 عن أبي هريرة ﷺ.

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برے کام کیے، ان کے اعمال کی سزا دے، اور ان

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ﴿31﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ

لوگوں کو جنھوں نے اچھائیاں کیں، اچھا بدلہ دے ﴿31﴾ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں الا یہ کہ کوئی صغیرہ گناہ (سرزد) ہو،

الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمھیں (اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿32﴾ ع 2/7 6

ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، لہٰذا تم اپنے آپ کی پاکی بیان نہ کرو، وہ اسے (بھی) خوب جانتا ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ﴿32﴾

﴿ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿29﴾ ﴾ ''اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو۔'' اس کا تمام تر مقصود اور اس کے علم کی انتہا دنیا ہی ہے اور یہ وہ مطلوب و مقصود ہے جس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ ﴾ ''ان کے علم کی یہی انتہا ہے۔'' دنیا کی طلب اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد ہی ان کا منتہائے مقصود ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ بھی ہیں: [اَللّٰهُمَّ!...... لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا] ''اے اللہ!...... ہمارا بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔''[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿30﴾ ﴾ ''یقیناً آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے ہدایت پائی۔'' وہ تمام مخلوق کو پیدا فرمانے والا اور اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جاننے والا ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے اور جسے چاہے راہِ ہدایت سے ہٹا دے، یہ سب کچھ اس کی قدرت، علم اور حکمت پر مبنی ہے وہ ایسا عادل ہے کہ کبھی بھی شرع یا قدر میں ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر آیات: 32,31

اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، وہ اپنی مخلوق میں عدل کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور اس نے تمام مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ﴿31﴾ ﴾ ''تاکہ جن لوگوں نے برے کام کیے ہیں ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو اچھا بدلہ دے۔'' یعنی وہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے، عمل اچھا ہو تو اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے اور اگر عمل برا ہو تو وہ برا بدلہ دیتا ہے۔

محسنین کے اوصاف: محسنین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات سے اجتناب کرتے ہیں، یعنی کبیرہ گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہیں کرتے اور اگر ان سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہو جائے تو وہ

---

[1] جامع الترمذی، الدعوات، باب دعاء: [اللّٰهم! اقسم لنا......]، حدیث:3502 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

انھیں معاف کر دیتا اور ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۝ ﴾ (النسآء 4:31) ”اگر تم بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمھارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمھیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔“ اور فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ ”جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔“ یہ استثنائے منقطع ہے کیونکہ ﴿ اللَّمَمَ ﴾ صغیرہ گناہوں اور حقیر اعمال کو کہتے ہیں۔

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جو لمم کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنٰى، أَدْرَكَ (ذٰلِكَ) لَا مَحَالَةَ، وَزِنَى الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَى اللِّسَانِ النُّطْقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پالے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“ [1] اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2] ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا، ہونٹوں کا زنا چومنا، ہاتھوں کا زنا پکڑنا، پاؤں کا زنا چلنا اور فرج اس سب کچھ کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب، اگر وہ شرم گاہ کے ساتھ بھی پیش قدمی کرے تو یہ زنا ہے ورنہ لمم۔ [3] مسروق اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔ [4] اور عبدالرحمٰن بن نافع، جسے ابن لبابہ طائفی کہا جاتا ہے، نے کہا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: بوسہ، چھیڑ چھاڑ، دیکھنا اور جسم سے جسم لگانا لمم ہے لیکن جب ختنے کے مقام سے ختنے کا مقام لگ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہ زنا ہے۔ [5]

توبہ کی ترغیب اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار وسیع بخشش والا ہے۔“ اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے اور اس کی مغفرت توبہ کرنے والے کے تمام گناہوں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝ ﴾ (الزمر 39:53) ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیں: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بے شک اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) بے شک وہ تو بخشنے والا، مہربان ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾ ”وہ تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔“ یعنی وہ تمھیں دیکھتا اور تمھارے تمام احوال،

[1] مسند أحمد :276/2 ، البتہ قوسین والا لفظ بخاری و مسلم کے آمدہ حوالے میں ہے۔ [2] صحيح البخاري، القدر، باب: ﴿ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ ﴾ (الأنبياء 21:95)، حديث :6612 و صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم حظه ......، حديث :2657. [3] تفسير الطبري :86/27 . [4] تفسير الطبري :87/27 . [5] تفسير الطبري :87/27 .

افعال اور اقوال کو خوب جانتا ہے اور ان کو اسی وقت سے جانتا ہے، جب اس نے تمھارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا، ان کی پشت سے ان کی ساری اولاد کو ننھی چیونٹیوں کے مانند نکالا اور پھر انھیں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ جنت کے لیے اور ایک گروہ جہنم کے لیے، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ ''اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔'' اور مقرر کیے ہوئے فرشتے نے رزق، اجل، عمل اور یہ کہ بدبخت ہے یا خوش بخت لکھ دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''پس تم اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ۔'' یعنی اپنے آپ کی تعریفیں نہ کرو، انھیں مستحقِ شکر قرار نہ دو اور اپنے اعمال کے ساتھ امیدیں وابستہ نہ کرلو ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾ ''جو پرہیزگار ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔'' جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ ﴾ (النسآء 4: 49) ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟ (نہیں!) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر (بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

صحیح مسلم میں محمد بن عمرو بن عطا سے روایت ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام بَرّہ رکھا، تو زینب بنت ابوسلمہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا ہے، میرا نام برّہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ] ''تم اپنے آپ کو پاک قرار نہ دو، اللہ تعالیٰ تم میں سے اہلِ بر کو خوب جانتا ہے۔'' عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا: [سَمُّوهَا زَيْنَبَ] ''اس کا نام زینب رکھ دو۔''[1] اس حدیث سے بھی ثابت ہے جسے امام احمد نے عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی نبی ﷺ کے پاس تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَيْلَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ۔ مِرَارًا۔ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَّادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ: أَحْسَبُ فُلَانًا، وَّاللّٰهُ حَسِيبُهُ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا، إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ، أَحْسَبُهُ كَذَا وَكَذَا] ''تم پر افسوس! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کو توڑ دیا۔ آپ نے یہ بات کئی بار ارشاد فرمائی۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کی ضرور تعریف کرنا چاہے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں فلاں شخص کو ایسا خیال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے حساب کرنے والا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو پاک قرار نہیں دیتا، البتہ میں اسے ایسا ایسا خیال کرتا ہوں، بشرطیکہ وہ اس کے بارے میں ایسا جانتا ہو۔''[2] اسی طرح اسے امام بخاری، امام مسلم، ابوداود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے ہمام بن حارث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے

---

[1] صحيح مسلم، الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح........، حديث:(19)-2142. [2] مسند أحمد: 46/5. [3] صحيح البخاري، الشهادات، باب: إذا زكى رجل رجلا كفاه......، حديث:2662 وصحيح مسلم، الزهد، باب النهي عن المدح......،حديث:(65)-3000 وسنن أبي داود، الأدب، باب في كراهية التمادح، حديث: 4805 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب المدح، حديث:3744.

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿33﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿34﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿35﴾

کیا پھر آپ نے اسے دیکھا جو پھرا (اور جس نے حق سے روگردانی کی) ﴿33﴾ اور اس نے تھوڑا سا (مال) دیا، اور (پھر دینا) روک دیا ﴿34﴾ کیا اس کے پاس

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿36﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ﴿37﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ ﴿35﴾ کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں؟ ﴿36﴾ اور ابراہیم جس نے (صحیفوں

وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿38﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿39﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿40﴾ ثُمَّ

میں جو باتیں تھیں، انھیں) ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا؟ ﴿37﴾ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ﴿38﴾ اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی کچھ

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿41﴾

ہے جس کی اس نے سعی کی ﴿39﴾ اور بلاشبہ اس کی سعی جلد دیکھی جائے گی ﴿40﴾ پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی ﴿41﴾

منہ پر آپ کی تعریف شروع کر دی تو مقداد بن اسود نے اس کے منہ پر مٹی پھینکنی شروع کر دی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ جب ہم تعریف کرنے والوں سے ملیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینک دیں۔[1] اسے امام مسلم اور امام ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 33-41

اطاعت سے روگردانی اور بخل کرنے والے کی مذمت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝﴾ (القيمة 75:31,32) ''تو اس (عاقبت نا اندیش) نے نہ تو (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿34﴾﴾ ''اور تھوڑا سا دیا اور (پھر) ہاتھ روک لیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تھوڑا سا دیا اور پھر دینا بند کر دیا۔[3] مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے یہی فرمایا ہے۔[4] عکرمہ اور سعید نے کہا ہے کہ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو کنواں کھودتے ہیں اور کھودتے ہوئے وہ ایک ایسی چٹان اپنے سامنے پاتے ہیں جو کام کی تکمیل میں حائل ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ أَكْدَيْنَا[5] ''ہم رک گئے'' اور پھر کام چھوڑ دیتے ہیں۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿35﴾﴾ ''کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) دیکھ رہا ہے؟'' کیا یہ شخص جس نے خرچ ہو جانے کے ڈر سے اپنا ہاتھ روک لیا اور نیکی کو ختم کر دیا کیا اسے غیب کا علم ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا کہ اس نے نیکی سے ہاتھ روک لیا ہے کیونکہ وہ مال کو ختم ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے؟ حالانکہ بات اس طرح

---

① مسند أحمد: 5/6. ② صحيح مسلم، الزهد، باب النهي عن المدح......، حديث: 3002 وسنن أبي داود، الأدب، باب في كراهية التمادح، حديث: 4804. ③ تفسير الطبري: 27/93. ④ تفسير الطبري: 27/93،94.

⑤ تمام نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح ہے لیکن شاید یہ لفظ أَكْدَيْتَنَا ہے ''تا'' کے ساتھ اور یہ ضمیر غائب ہے یا مخاطب، مزید ملاحظہ فرمائیں تفسير الطبري: 27/94. ⑥ تفسير القرطبي: 17/112 وتفسير الطبري: 27/94 نحوه.

نہیں ہے بلکہ یہ صدقہ، نیکی اور صلہ رحمی سے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے رکا ہے، اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْفِقْ یَابِلَالُ! وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ إِقْلَالًا] ''بلال! خرچ کرو اور عرش والے کی طرف سے فقر و فاقہ سے نہ ڈرو۔''① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ ﴾ (سبا 39:34) ''اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اس کا تمھیں عوض دے گا اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر (رزق دینے والا) ہے۔''

صحف موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۝ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ۝ ﴾ ''کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی اور ابراہیم جس نے (اللہ کے احکام کو) پورا کر دکھایا؟'' سعید بن جبیر اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام کاموں کو پورا کر دیا جن کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔② ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اللہ کے لیے دین کے پہنچا دینے کے فریضے کو پورا کر دیا۔③ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا، آپ نے اسے پورا کر دیا۔④ قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کی طرف اس کے پیغام کو پہنچا دینے کے فرض کو پورا فرما دیا۔⑤ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔⑥ اور یہ سابقہ تمام اقوال پر بھی مشتمل ہے اور اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ ﴾ (البقرة 124:2) ''اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے (اللہ نے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔'' آپ نے تمام اوامر کو پورا کیا، تمام نواہی کو ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بتمام و کمال پہنچا دیا، اسی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ انسانیت کی امامت کا تاج ان کے فرق ناز پر سجا دیا جائے اور انھیں لوگوں کا ایسا امام بنا دیا جائے کہ تمام احوال، اقوال اور افعال میں انھی کے نقش قدم پر چلا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ ﴾ (النّحل 123:16) ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی اختیار کریں جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' جامع ترمذی میں ابو درداء اور ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: [اِبْنَ آدَمَ! اِرْكَعْ لِی أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، أَكْفِكَ آخِرَهٗ] ''ابن آدم! دن کے ابتدائی حصے میں میرے لیے چار رکعات پڑھ لو، میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔''⑦

① المعجم الأوسط للطبرانی:75/2، حدیث:2572 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ، مزید دیکھیے مسند البزار، ترجمة أسلم مولٰی عمر عن عمر رضی اللہ عنہ:396/1، حدیث:273 عن عمر رضی اللہ عنہ اور ہیثمی نے مجمع الزوائد:126/3، الزکاة، باب فی الادخار، حدیث:4701 کے ذیل میں کہا ہے کہ امام طبرانی نے اسے المعجم الأوسط میں حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ② تفسیر الطبری :95/27. ③ الدر المنثور :168/6. ④ تفسیر الطبری :95/27. ⑤ تفسیر الطبری :95/27. ⑥ تفسیر الطبری :97,96/27. ⑦ جامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء فی صلاة الضحی، حدیث:475. اور ترمذی کے بعض نسخوں میں عن أبی الدرداء وأبی ذر میں ''و'' کے بجائے ''أو'' ہے۔ مزید دیکھیے سنن أبی داود، التطوع، باب صلاة الضحی، حدیث:1289 ومسند أحمد :287/5 عن نعیم بن همار رضی اللہ عنہ.

قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے کہ اس نے صحف ابراہیم وموسیٰ میں کیا وحی نازل فرمائی تھی، پس ارشاد ہے: ﴿ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ ''یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' یعنی ہر وہ انسان جس نے کفر یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا تو اس کا بوجھ خود اسی کو اٹھانا پڑے گا، اس کی طرف سے کوئی دوسرا انسان اس کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ (فاطر18:35) ''اور اگر کوئی بوجھ تلے دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔'' یعنی جس طرح کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس پر لادا نہیں جائے گا، اسی طرح اسے اجر وثواب بھی صرف انھی اعمال کا ملے گا جو اس نے اپنے لیے کمائے تھے اور وہ حدیث جسے امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُولَهُ] ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے: (1) ایسا صدقہ جو (اس کے بعد بھی) جاری رہنے والا ہو یا (2) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو یا (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''[1] تو یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی ہی سعی وکاوش اور اپنا ہی عمل ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: [إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ] ''سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔''[2] اور صدقۂ جاریہ، مثلاً: وقف وغیرہ تو یہ بھی اس کے عمل کے آثار ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ﴾ (یٰس 36:12) ''بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور (جو) ان کے نشان (پیچھے رہ گئے) ہم قلم بند کرتے ہیں۔'' اور علم جو اس نے لوگوں میں پھیلایا اور لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی یہ اس کی کوشش اور اسی کا عمل ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ (مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْقَصَ) مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا] ''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اسے ان سب لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان کے اجر وثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''[3]

---

[1] صحیح مسلم، الوصية، باب مایلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حديث: 1631. [2] سنن النسائي، البيوع، باب الحث على الكسب، حديث: 4457 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب الحث على المكاسب، حديث: 2137، عن عائشة رضي الله عنها. [3] صحيح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة......، حديث: 2674 عن أبي هريرة رضي الله عنه. جبکہ قوسین والے الفاظ کے بجائے مذکورہ حوالے میں [لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ] جملہ ہے۔ اور قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة......، حديث: 1017 عن جرير بن عبدالله رضي الله عنه [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً......] کے سیاق میں آتے ہیں۔

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿42﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿43﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿44﴾

اور بے شک (سب کا) آپ کے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہے﴿42﴾ اور بلاشبہ وہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے﴿43﴾ اور بے شک وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿45﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿46﴾ وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ

ہے﴿44﴾ اور بلاشبہ اسی نے جوڑا (یعنی) نر اور مادہ پیدا کیے﴿45﴾ نطفے سے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے﴿46﴾ اور بلاشبہ دوسری (بار) پیدائش بھی اسی کے

الْاُخْرٰى ﴿47﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿48﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿49﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ

ذمے ہے﴿47﴾ اور بے شک وہی غنی کرتا اور سرمایہ دار بناتا ہے﴿48﴾ اور یقیناً وہی شِعریٰ (ستارے) کا رب ہے﴿49﴾ اور بلاشبہ اسی نے پہلے عادیوں کو ہلاک

عَادَا الْاُوْلٰى ﴿50﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿51﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ

کیا﴿50﴾ اور ثمود کو بھی، پھر اس نے (کسی کو بھی) باقی نہ چھوڑا﴿51﴾ اور (ان سے) پہلے قوم نوح کو بھی، بلاشبہ وہ نہایت ظالم اور بڑے سرکش تھے﴿52﴾ اور اس

اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿52﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿53﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿54﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ

نے الٹی ہوئی بستیوں کو (زمین پر) دے مارا﴿53﴾ پھر اس بستی کو ڈھانپ لیا جس (سنگ باری) نے ڈھانپ لیا﴿54﴾ پھر (اے انسان!) تو اپنے رب کی کون

تَتَمَارٰى ﴿55﴾

کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟﴿55﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿40﴾ ﴾ ''اور (یہ کہ) بلاشبہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔'' یعنی قیامت کے دن جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿ ﴾ (التوبة 105:9) ''اور (ان سے) کہہ دیں کہ عمل کیے جاؤ پس عنقریب اللہ اور اس کا رسول اور مومن (سب) تمھارے عملوں کو دیکھ لیں گے اور تم غائب و حاضر جاننے والے (اللہ واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتا دے گا۔'' یعنی قیامت کے دن وہ تمھیں تمھارے اعمال کی خبر بھی دے گا اور تمھیں پوری پوری جزا بھی عطا فرمائے گا کہ اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر اعمال برے ہوئے تو بدترین سزا، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿41﴾ ﴾ ''پھر اس کو (اس کا) پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

تفسیر آیات: 42-55

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿42﴾ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔'' یعنی قیامت کے دن رب تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے۔ ابن ابو حاتم نے عمرو بن میمون اَوْدی سے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: اے بنی اَوْد! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمھارے پاس قاصد ہوں، تم جانتے ہو کہ آخرت میں سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور پھر جنت کی طرف جانا ہوگا یا دوزخ کی طرف۔[1]

[1] المستدرك للحاكم :83/1، حديث:281.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔'' اس نے اپنے بندوں میں ہنسنے، رونے اور ان کے اسباب کو پیدا فرمایا، جو مختلف ہیں، ﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی مارتا اور جلا بخشتا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ ﴾ (الملك 67: 2) ''اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔'' ﴿ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی نر اور مادہ (کا) جوڑا پیدا کرتا ہے (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ○ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ○ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ○ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ○ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ○ ﴾ (القيامة 75: 36-40) ''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا، جو (رحم میں) ڈالی جاتی ہے، ایک قطرہ نہ تھا، پھر لوتھڑا ہوا، پھر (اللہ نے) اس کو بنایا، پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا، پھر اس سے جوڑا (ایک) مرد اور (ایک) عورت بنایا، کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک (قیامت کو) اسی پر دوبارہ اٹھانا لازمی ہے۔'' یعنی جس طرح اس نے ابتدا میں پیدا فرمایا، اسی طرح وہ ان کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، اس سے مراد قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنا ہے ﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی دولت منداور مفلس کرتا ہے۔'' یعنی اس نے اپنے بندوں کو مال کا مالک بنادیا اور اسے ان کے پاس رہنے والا بنادیا کہ انھیں اس کے فروخت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر تمام نعمت ہے، اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں بہت سے مفسرین کے اقوال کا یہی خلاصہ ہے جن میں سے ابو صالح اور ابن جریر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔[1] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ اَغْنٰى ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے مال دار بنایا اور ﴿ اَقْنٰى ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے خدمت گزار عطا کیے۔[2] قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿ اَغْنٰى ﴾ کے معنی اس نے دیا اور ﴿ اَقْنٰى ﴾ کے معنی اس نے راضی کر دیا۔[4]

﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی شعریٰ کا مالک ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ابن زید اور دیگر کئی مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ شعریٰ سے مراد وہ بہت زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے جسے مِرْزَم جوزا کہا جاتا ہے اور عربوں کا ایک گروہ اس ستارے کی پوجا کیا کرتا تھا۔[5] ﴿ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ا۟لْاُوْلٰى ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک اسی نے عادِ اول کو ہلاک کر ڈالا۔'' عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی، انھیں عاد بن ارم بن سام بن نوح بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ○ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ○ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ○ ﴾ (الفجر 89: 6-8) ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا (جو) ارم (کہلاتے تھے) ستونوں والے (اتنے دراز قد کہ) شہروں میں ان جیسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔'' وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر، سب سے قوی

[1] تفسير الطبری :99/27. [2] تفسير الطبری :99/27. [3] تفسير الطبری :99/27. [4] تفسير الطبری :100/27.
[5] تفسير الطبری :101/27.

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿56﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿57﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿58﴾

یہ (رسول) تو پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے﴿56﴾ قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی﴿57﴾ اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿59﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿60﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿61﴾

ہٹانے والا نہیں﴿58﴾ کیا پھر اس بات (قرآن) پر تم تعجب کرتے ہو؟﴿59﴾ اور تم ہنستے ہو، اور روتے نہیں﴿60﴾ اور تم غفلت و اعراض کرنے والے ہو﴿61﴾ اب تم

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿62﴾ السجدة

(باز آجاؤ اور) اللہ کو سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو﴿62﴾

3 ع 30 7 السجدة 13

اور سب سے زیادہ سرکش تھے، پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا ﴿ بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا ﴾ (الحاقة 7,6:69) ”نہایت تخ تیز آندھی سے (ان کا ستیاناس کر دیا گیا) اس (اللہ) نے اس کو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلائے رکھا۔“ یعنی مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک ان پر بادِ صرصر چلائے رکھی۔

﴿ وَثَمُوْدَا فَمَا اَبْقٰى ﴿51﴾ ﴾ ”اور ثمود کو (بھی) پس (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔“ یعنی انھیں بھی تباہ و برباد کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ”اور اس سے پہلے قوم نوح کو (بھی۔)“ یعنی ان سب سے پہلے اس نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا تھا ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿52﴾ ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ وہ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔“ یعنی بعد میں آنے والوں سے زیادہ سرکش تھے۔ ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿53﴾ ﴾ ”اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹخا۔“ یعنی اس نے قوم لوط کی بستیوں کو تہ و بالا کر کے تباہ و برباد کر دیا اور ان کے اوپر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿54﴾ ﴾ ”پھر ان پر چھایا جو چھایا۔“ یعنی ان پتھروں نے جو اُن پر برسائے گئے، ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ ﴾ (النمل 58:27) ”اور ہم نے ان پر مینہ برسایا سو جو مینہ ان (لوگوں) پر برسا جو ڈرائے گئے تھے وہ برا تھا۔“ پھر فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿55﴾ ﴾ ”تو (اے انسان!) تو اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت پر جھگڑے گا؟“ اے انسان! تجھے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں کے بارے میں شک ہے، یہ قول قتادہ کا ہے۔[1] اور ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ اپنے بارے میں اپنے رب کی کن نعمتوں کے بارے میں شک کریں گے؟[2] لیکن اس آیت کریمہ کا پہلا مفہوم زیادہ درست ہے کہ اس آیت کا مخاطب ہر انسان ہے، امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[3]

تفسیر آیات: 56-62

انذار و تنبیہ اور سجدہ و خضوع کا حکم: ﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ ﴾ ”یہ ایک ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ﴿ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿56﴾ ﴾ ”اگلے ڈرانے والوں میں سے۔“ یعنی یہ بھی انھی کی جنس میں سے مبعوث کیے گئے ہیں جس طرح کہ سابقہ

---

① تفسير الطبري :105/27. ② فتح القدير :141/5. ③ تفسير الطبري :105/27.

انبیائے کرام مبعوث کیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الأحقاف 46:9) ''کہہ دیں کہ میں رسولوں میں سے کوئی نیا (پیغمبر) نہیں ہوں۔'' ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾﴾ یعنی قریب آنے والی قیامت قریب آ گئی۔ ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾﴾ ''اس (دن کی تکلیفوں) کو اللہ کے سوا کوئی ہٹا نہیں سکے گا۔'' یعنی جب آ جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کو علم ہے کہ وہ کب آئے گی اور ﴿نَذِيْرٌ﴾ اس ڈرانے والے کو کہتے ہیں جو اس شر کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے جو وقوع پذیر ہونے والا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ (سبا 34:46) ''وہ تو تم کو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔'' اور حدیث میں ہے: [أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ] ''میں (تم کو) کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''[1] النذیر العریان سے مراد ایسا ڈرانے والا جسے اس شر کی شدت کی وجہ سے، جسے اس نے دیکھا ہو، ڈرانے کی بہت جلدی ہو اور وہ اس کے آنے سے پہلے انھیں ڈرا رہا ہو، لہٰذا وہ ان کے پاس جلدی میں واضح طور پر ہی آ جائے اور یہی بات ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾﴾ سے مطابقت رکھتی ہے کہ روز قیامت قریب آ گیا ہے جیسا کہ اس کے بعد آنے والی سورت کے آغاز میں فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ (القمر 54:1) ''قیامت قریب آ پہنچی۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّمَا مَثَلُ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ كَقَوْمٍ نَّزَلُوا فِي بَطْنِ وَادٍ، فَجَاءَ ذَا بِعُودٍ وَّجَاءَ ذَا بِعُودٍ حَتّٰى أَنْضَجُوا خُبْزَتَهُمْ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ مَتٰى يُؤْخَذْ بِهَا صَاحِبُهَا تُهْلِكْهُ] ''چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، چھوٹے گناہوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو کسی وادی میں اترے، ان میں سے ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی حتی کہ اس سے انھوں نے اپنی روٹی پکا لی، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کے ارتکاب کرنے والے کا جب محاسبہ ہو گا تو وہ اسے ہلاک کر دیں گے۔''[2] پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قرآن سن کر اس سے اعراض کرنے اور غافل ہو جانے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾﴾ ''تم تعجب کرتے ہو'' اس بات سے کہ یہ صحیح ہے ﴿وَتَضْحَكُوْنَ﴾ ''اور ہنستے ہو'' اس سے از راہ مذاق ہنستے ہو ﴿وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾﴾ ''اور روتے نہیں ہو'' جیسا کہ اس پر ایمان و یقین رکھنے والوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ (بنی إسرآء یل 17:109) ''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور یہ ان کو عجز و انکسار میں زیادہ کرتا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ ''اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔'' امام سفیان ثوری نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے، یمنی زبان میں أَسْمِدْلَنَا کے معنی ہوتے ہیں

---

① صحیح البخاري، الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي، حدیث: 6482 وصحیح مسلم، الفضائل، باب شفقته على أمته......، حدیث: 2283 عن أبي موسٰی. ② مسند أحمد: 5/331.

کہ ہمارے لیے گانا گاؤ۔ ① عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت کے مطابق ﴿ سٰمِدُوْنَ ﴾ کے معنی اعراض کرنے والوں کے ہیں۔ ③ مجاہد اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ④ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں، اس کی عبادت بجا لائیں، توحید اور اخلاص کے ساتھ اس کی بندگی کو اختیار کریں ﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴾ ''تو تم اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو۔'' اس کے آگے جھک جاؤ، اخلاص کے ساتھ اسی کی بندگی کرو اور اس کی توحید کو اختیار کرو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کی اس آیت پر سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا۔ ⑤ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے مطلب بن ابو وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی تو سجدہ کیا اور آپ کے پاس موجود لوگوں نے بھی سجدہ کیا، میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، مُطّلِب ان دنوں ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، اس کے بعد وہ جس کو بھی اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنتے تو اس کے ساتھ سجدہ کرتے۔ ⑥ امام نسائی نے اسے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔ ⑦

سورۂ نجم کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسير الطبري: 108/27. ② تفسير القرطبي: 123/17. ③ تفسير عبدالرزاق: 257/3، رقم: 3052.
④ تفسير البغوي: 319/4. ⑤ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴾ (النجم 62:53)، حديث: 4862. ⑥ مسند أحمد: 400/6. ⑦ سنن النسائي، الافتتاح، السجود في ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾ (النجم 1:53)، حديث: 959.

تحقیق وتخریج کے

مصادر ومراجع

اسم الکتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاریخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	
الأحادیث الطوال	للحافظ سلیمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحادیث المختارة	لأبی عبداللّٰه محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی (567-643ھ)	دارخضر	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
أحکام القرآن	للإمام أبی بکر محمد بن عبداللّٰه المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دارالکتاب العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
أحکام القرآن	لمحمد بن إدریس الشافعی أبو عبداللّٰه (المتوفی 204ھ)	دارالکتب العلمية (C.D)	بیروت	
الأدب المفرد	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل البخاری (194-256ھ)	مکتبة المعارف	الریاض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدین أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الکتب العلمية	بیروت لبنان	1416ھ 1996م
إرواء الغلیل	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م

الاستذكار	لأبی عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمری الأندلسی (5463-5368ھ)	دار الوعی	حلب القاهرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الجَزَری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامیة	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
الأعلام	لخیر الدین الزرکلی	دارالعلم للملایین	بیروت لبنان	2005م
إکمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبداللہ محمد بن إدریس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل،قرآن اورسائنس(اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخّار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت المدینة المنورة	1409ھ 1988م
البدایة والنهایة	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الریان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البیان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (المتوفی 1205ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م

تاريخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808هـ /1332-1406م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1992م
تاريخ بغداد	للحافظ أبى بكر أحمد بن على الخطيب البغدادى (المتوفى 463هـ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
تاريخ دمشق	للإمام الحافظ أبى القاسم على بن الحسن الدمشقى الشافعى المعروف بابن عساكر (499-571هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1421هـ 2001م
تاريخ الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى (المتوفى310هـ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358هـ 1939م
التاريخ الكبير	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفى (194-256هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تحفة الأحوذى	للإمام الحافظ أبى العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحيم المباركفورى(المتوفى1353هـ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تحفة الأخيار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	داربلنسية	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدين أبى الحجاج يوسف المزى (654-742هـ)	دارالغرب الإسلامى	بيروت	1999م
التخويف من النار	لأبى الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهير بابن رجب الحنبلى (المتوفى 795هـ)	مكتبة دارالبيان (C.D)	دمشق	1399هـ
تدريب الراوى	للحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطى(849-911 هـ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى (المتوفى 748هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1998م

الترغيب والترهيب	للإمام الحافظ زكى الدين عبدالعظيم بن عبدالقوى المنذرى (المتوفى 656ھ)	دارالحديث	القاهرة	1407ھ 1987م
تغليق التعليق	لأحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1470ھ 1999م
تفسير البحر المحيط	لابى حيان محمد بن يوسف بن على بن يوسف بن حيان الأندلسى654-745ھ 1256-1344م	(C.D)		
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى (المتوفى 516ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبداللّٰه بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
تفسير الثعالبى (الجواهر الحسان)	للإمام عبدالرحمٰن الثعالبى	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبداللّٰه (المتوفى 161ھ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	1403ھ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	الرياض مكة المكرمة	1417ھ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير السمعانى	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى (426-489ھ)	دار الوطن	الرياض	1418ھ 1997م

تفسير الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبَرى (المتوفى 310ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى211ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419ھ 1999م
تفسير القرطبى	لأبى عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القُرطبى (المتوفى 671ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م
تفسير الماوردى	لأبى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى (364-450ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412ھ 1992م
تفسير معانى القرآن	للنحاس (المتوفى 338ھ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409ھ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبى الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
تلقيح فهوم أهل الأثر فى عيون التاريخ والسير	للإمام عبدالرحمٰن بن الجوزى 508-597ھ1114-1204م	ادارة إحياء السنة گهرجا كهه گوجرانواله	پاكستان	
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417ھ
التمهيد	للإمام الحافظ أبى عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر النمرى الأندلسى (368-463ھ)	مكتبة السوادى	جدة	1387ھ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبى الحسن على بن محمد بن عراق الكنانى (907-963ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1401ھ 1981م

تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس	للإمام السید حبر الأمة عبداللہ بن عباس الهاشمی القرشی (المتوفی 68ھ)	مطبعة الأمیر	قم ایران	
تیسیر مصطلح الحدیث	للدکتور محمود الطحان	نشر السنة	ملتان باکستان	
جامع الأصول	للإمام أبی السعادات مبارك بن محمد ابنُ الأثیر الجزری (544-606ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1404ھ 1984م
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبی عیسی محمد بن عیسی بن سَورة الترمذی (200-279ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
جامع العلوم والحکم	لأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهیر بابن رجب الحنبلی (736-795ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1417ھ 1997م
جامع المسانید والسنن	للإمام عماد الدین أبی الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی (700-774ھ)	دار الفکر	بیروت	1420ھ 2000م
حلیة الأولیاء	للإمام الحافظ أبی نُعَیم أحمد بن عبداللہ الأصفهانی الشافعی (المتوفی430ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
الحوض والکوثر	للإمام بقی بن مخلد القرطبی (201-276ھ)	مکتبة العلوم والحکم (C.D)	المدینة المنورة	1413ھ
الدر المنثور فی التفسیر المأثور	للإمام جلال الدین عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی 911ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1405ھ 1985م
الدِّیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج	للحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم	بیروت لبنان	

الرحیق المختوم (اردو)	للشیخ صفی الرحمٰن مبارکفوری (المتوفی 2006م)	المکتبة السلفیة	لاهور پاکستان	1416ھ 1995م
روح المعانی	للعلامة أبی الفضل شهاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی (المتوفی 127ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1417ھ 1997م
الروح	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن أبی بکر الدِمشقی، الشهیر بابن قیم الجوزیة (المتوفی 751ھ)	دارالکتاب العربی	بیروت	1422ھ 2001م
الروض الأنف فی تفسیر السیرة النبویة لابن هشام	للإمام أبی القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللّٰه بن أحمد بن أبی الحسن الخثعمی السهیلی (المتوفی 581ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	
الروض الدانی إلی المعجم الصغیر للطبرانی	للحافظ أبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (260ھ - 360ھ)	المکتب الإسلامی، دار عمار	بیروت عمّان	1405ھ 1985م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241ھ)	دارالکتاب العربی	بیروت لبنان	1425ھ 2004م
زاد المسیر	للإمام أبی الفَرَج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ)	دار الکتب العلمیة	الریاض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدین أبی عبداللّٰه محمد بن أبی بکر الزرعی الدمشقی المشهور بابن قیم الجوزیة (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بیروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحادیث الصحیحة	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1415ھ 1995م
سلسلة الأحادیث الضعیفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م

سنن الدارقطنی	للإمام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی (المتوفی 385ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمی	للإمام أبی محمد عبدالله بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهرام التمیمی السمرقندی الدارمی (المتوفی 255ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن أبی داود	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن سعید بن منصور	للحافظ سعید بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصمیعی	الریاض السعودیة	1420ھ 2000م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	إدارة تألیفات أشرفیة	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبدالله محمد بن یزید الربعی ابن ماجه القزوینی (209-273ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی النسائی (215-303ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
السیرة النبویة	لولی الدین أبی زید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحیم الحضرمی الأشبیلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1418ھ 1998م
السیرة النبویة	لابن إسحاق (المتوفی 151ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1424ھ 2004م
السیرة النبویة	لأبی محمد عبدالملک بن هشام بن أیوب الحِمیَری (المتوفی 218ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م

السيرة النبوية	للإمام ابن كثير	دار المعرفة (C.D)	بيروت لبنان	
شرح السنة	للإمام الحافظ محى السنة أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى (436-516هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت	1403هـ 1983م
شرح صحيح الأدب المفرد	للإمام العلّامة محمد ناصر الدين الألبانى رحمه الله المتوفى1420هـ1999م	المكتبة الإسلامية	بيروت لبنان	1423هـ 2003م
شرح صحيح البخارى	لابن بطّال أبى الحسن على بن خلف بن عبدالملك (المتوفى 449هـ)	مكتبة الرشد	الرياض السعودية	1420هـ 2000م
شرح العقيدة الطحاوية	للعلامة ابن أبى العز الحنفى، بتحقيق وتخريج محمد ناصر الدين الألبانى	المكتب الإسلامى	بيروت	1408هـ 1988م
شرح معانى الآثار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1407هـ 1987م
شرح النووى	لمحى الدين أبوزكريا يحى بن شرف بن مرى الحزامى الحورانى الشافعى (المتوفى 676هـ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
شعب الإيمان	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى (384-458هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
الشمائل المحمدية	للإمام أبى عيسٰى محمد بن عيسٰى الترمذى (209-279هـ)	داراليسر	المدينة المنورة	1428هـ 2007م
الصحاح	لأبى نصر إسماعيل بن حماد الجوهرى الفارابى (المتوفى 398هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
صحيح البخارى	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (194-256هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419هـ 1999م

صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421هـ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1408هـ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسى	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمى النيسابورى (المتوفى 311هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
صحيح سنن أبى داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423هـ 2002م
صحيح السيرة النبوية ما صح من "سيرة رسول اللهﷺوذكر أيامه وغزواته وسراياه والوفود إليه" للحافظ ابن كثير	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ -1999م)	المكتبة الإسلامية	عمّان أردن	1421هـ 2000م
صحيح مسلم	للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (204-261هـ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
صفة الجنة	لأبى نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصفهانى (336-430هـ)	دارالمأمون للتراث (C.D)	بيروت لبنان	1406هـ
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت	1415هـ 1994م

الطبقات الکبریٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230ھ)	دار صادر	بيروت	1418ھ 1998م
طبقات المحدثين بأصبهان	لعبد اللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيان أبى محمد الأنصارى (274-369ھ)	مؤسسة الرسالة (C.D)	بيروت	1412ھ 1992م
علل الحديث	للإمام ابن أبى حاتم الرازى (240-327ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاکستان	
عمدة القارى	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى (المتوفى 855ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبى الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادى	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
غريب الحديث	لإبراهيم بن إسحاق الحربى أبى إسحاق (198-285ھ)	جامعة أم القرىٰ (C.D)	مكة المكرمة	1405ھ
فتح البارى	للإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (773-852ھ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور پاکستان	1401ھ 1981م
فتح البيان	لأبى الطيب صديق بن حسن بن على الحسينى القنوجى البخارى (المتوفى 1307ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
فتح القدير	لمحمد بن على بن محمد الشوكانى (1173-1250ھ)	دارابن كثير، دارالكلم الطيب	دمشق بيروت	1414ھ 1994م
الفصول فى سيرة الرسول ﷺ	للإمام الحافظ عماد الدين أبى الفداء إسماعيل ابن كثير (المتوفى774ھ)	مدار الوطن للنشر......	الرياض	1424ھ 2003م
فضائل القرآن	لأبى عبيد القاسم بن سلام الهروى (157-224ھ)	دار ابن كثير	دمشق بيروت	1420ھ 1999م

القدر	لأبی بکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض (207-301ھ)	أضواء السلف (C.D)	السعودية	1418ھ 1998
الکامل فی ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبی أحمد عبداللّٰه بن عدی الجرجانی (المتوفی 365ھ)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
الکامل فی التاريخ	للإمام أبی الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکريم بن عبدالواحد الشيبانی المعروف "بابن الأثير" الجزری (المتوفی 630ھ)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
کتاب الأسماء والصفات	للإمام الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسين بن علی البيهقی (المتوفی 458ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	
کتاب الجهاد	لابن أبی عاصم(206-287ھ)	مکتبة العلوم و الحکم	المدينة المنورة	1409ھ 1989م
کتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد اللّٰه بن المبارک المروزی (المتوفی 181ھ)	المکتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب السنة ومعه ظلال الجنة فی تخريج السنة	لأبی بکر عمرو بن أبی عاصم الضحاک بن مخلد الشيبانی (المتوفی 287ھ)	المکتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب العرش	لأبی عبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	مکتبة أضواء السلف	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
کتاب العظمة	لأبی محمد عبداللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
کتاب العين	لأبی عبدالرحمٰن الخليل بن أحمد الفراهيدی (100-175ھ)	دارالهجرة	قُم إيران	1405ھ

كتاب المغازى	لأبى عبدالله محمد بن عمر بن واقد الواقدى (المتوفى 207هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1424هـ 2004م
کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی	انارکلی	لاہور	
الكشّاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخشَرى (المتوفى 528هـ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407هـ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (735-807هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399هـ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبدالله المشهور بحاجى خليفة (1017-1067هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
اللآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبى الفضل عبدالرحمٰن بن الكمال السيوطى (849-911هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (المتوفى 807هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المجموع شرح المهذب للشيرازى	للإمام أبى زكريا محى الدين بن شرف النووى (المتوفى 676هـ)	دارالنفائس	الرياض	1415هـ 1995م
مجموعة الفتاوى	لشيخ الإسلام تقى الدين أحمد بن تيمية الحرّانى (المتوفى 728هـ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلُسى (المتوفى 546هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
المحلى	لأبى محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم (المتوفى 456 هـ)	دارالجيل دارالآفاق	بيروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدين أبى الفضل أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	مؤسسة الكتب الثقافية	بيروت لبنان	1412هـ 1992م

مختصر سنن أبي داود	عبدالعظيم بن عبدالقوى بن عبدالله بن سلامة بن سعد زكى الدين أبومحمد المنذرى الشامى المصرى (المتوفى 656هـ)	مكتبة السنة المحمدية مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1423هـ 2002م
مختصر قيام الليل	للشيخ أبى عبدالله محمد بن نصر المروزى (المتوفى 294هـ)	مكتبة المنار	الأردن	1413هـ 1993م
المراسيل	للإمام الحافظ أبى داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى 275هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق ابن راهويه	رواية إسحاق بن منصور الكوسج	دارالهجرة للنشر والتوزيع	الرياض السعودية	1425هـ 2004م
مساوئ الأخلاق وطرائق مكروهها	للإمام أبى بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر الخرائطى	الكتب الثقافية (C.D)	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
المستدرك	للإمام أبى عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابورى (المتوفى 405هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية	1420هـ 2000م
مسند أحمد (طبع ميمنية)	للإمام الحافظ أبى عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى البغدادى (164-241هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1403هـ 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبى عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى البغدادى (164-241هـ)	بيت الأفكار الدولية	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
مسند ابن الجعد	لأبى الحسن على بن الجعد بن عبيد الجوهرى (214-317هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مسند أبى داود الطَّيالِسى	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204هـ)	هجر	إمبابة	1419هـ 1999م

مسند إسحاق ابن راهويه	للإسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن راهويه الحنظلى (161-238)	مكتبة الإيمان (C.D)	المدينة المنورة	1412ه 1991م
مسند الحميدى	للإمام الحافظ الكبيرأبى بكر عبدالله بن الزبير (المتوفى 219ه)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1409ه 1988م
مسند الربيع	للإمام الربيع بن حبيب	مكتبة الثقافة الدينية	......	......
المسند الضعيف	للإمام أبى جعفر محمد بن عمرو بن وهبى بن حماد العقيلى (المتوفى 322ه)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكةالمكرمة السعودية	1422ه 2001م
مسند أبي عوانه	للإمام أبى عوانه يعقوب بن إسحاق الإسُفَرايِينى (المتوفى 316ه)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419ه 1998م
مسند أبي يعلى المَوصِلى	للإمام الحافظ أحمد بن على بن المثنى التميمى (210-307ه)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ه 1992م
مسند عبد بن حميد	لعبد بن حميد بن نصرأبو محمد الكِسّى	مكتبة السنة	القاهرة	1408ه 1988م
مسند الفردوس بمأثور الخطاب	لأبى شجاع شِيرويه بن شهر دار بن شيرويه الديلمى الهمذانى، الملقب 'إلْكِيا' (445-509ه / 1053-1115م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1406ه 1986م
المصنف	للإمام الحافظ أبى بكر عبدالله بن محمد بن أبى شيبة (المتوفى 235ه)	دار الكتب العلمية	بيروت دمشق	1416ه 1995م
المصنف	للحافظ الكبير أبى بكر عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى 211ه)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1403ه 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن على العسقلانى (773-852ه)	دار المعرفة	بيروت دمشق	1414ه 1993م

المعجم الأوسط	لأبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبی عبداللّٰه ياقوت بن عبداللّٰه الحموی الرومی البغدادی (المتوفی 626هـ)	دار صادر	بيروت	1993م
معجم الصحابة	لأبی القاسم عبداللّٰه بن محمد بن عبدالعزيز البغوی (المتوفی 773هـ)	مكتبة دار البيان	الكويت	1421هـ 2000م
المعجم الكبير	للحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360هـ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420هـ 2000م
معجم لغة الفقهاء	محمد روّاس قلعه جی و حامد صادق قنيبی	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية	كراچی پاكستان	
معجم ما استعجم	لعبداللّٰه بن عبدالعزيز البكری الأندلسی (المتوفی 487هـ)	عالم الكتب	بيروت	1403هـ 1983م
المغنی	للإمام موفق الدين أبی محمد عبداللّٰه بن أحمد بن قدامة (المتوفی 620هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902هـ)	دارالكتاب العربی	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المنتقّی	لأبی محمد عبداللّٰه بن علی بن الجارود النيسابوری (المتوفی 307هـ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبی العباس تقی الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحرانی الدمشقی (المتوفی 728هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
منهج الحافظ ابن حجر العسقلانی فی العقيدة من خلال كتابه (فتح الباری)	محمد إسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419هـ 1998م

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	للحافظ نور الدين على بن أبي بكر الهيثمي (735-807 ﻫ)	دارالثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ﻫ 1992م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	على حسن على الحلبى، الدكتور إبراهيم طه القيسى، الدكتور حمدى محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419ﻫ 1999م
موسوعة الأديان (الميسرة)	المشاركون في التحرير عدد من المؤلفين	دارالنفائس	بيروت لبنان	1426ﻫ 2005م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن التركى	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420ﻫ 1999م
الموضوعات	لأبى الفَرَج عبدالرحمٰن بن على بن الجوزى القرشى (510-597ﻫ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407ﻫ 1987م
الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دارالمعرفة	بيروت لبنان	1420ﻫ 1999م
ناسخ القرآن ومنسوخه 'نواسخ القرآن'	للحافظ عبدالرحمٰن بن على بن عبدالله ابن الجوزى (510-597 ﻫ)	دارالثقافة العربية	دمشق بيروت	1411ﻫ 1990م
النجوم الزاهرة فى ملوك مصر و القاهرة	لجمال الدين أبى المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (813-874ﻫ)	وزارة الثقافة	مصر	
النكت الظراف على الأطراف فى ذيل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف	للحافظ ابن حجر العسقلانى (المتوفى 852ﻫ)	المكتب الإسلامى الدارالقيمة	بيروت، الهند	1403ﻫ 1983م
النهاية فى غريب الحديث والأثر	للإمام مجد الدين أبى السعادات المبارك بن محمد الجزرى، ابن الأثير (544-606 ﻫ)	مؤسسة إسماعيليان	قم، ايران	1364ﻫ 1985م
نوادر الأصول فى معرفة أحاديث الرسول	لأبى عبدالله محمد الحكيم الترمذى	دارصادر	بيروت	

نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكاني (1172-1250هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)	دار ابن القيم، ودار ابن عفان	الدمام القاهرة	1422هـ 2001م